سیرۃ الرسول

جلد چہارم

یعنی

حضور انور رسولِ خدا امیؐ نبی ہاشمی و مطلبی شافع روز محشر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کی سوانح عمری

مصنفہ میرزا حیرت دہلوی

مترجم قرآن مجید و صحیح بخاری شریف و مصنف مقدمہ تفسیر الفرقان۔ حیات حمید

خلافت شیخین وغیرہ وغیرہ

مصنف کے اہتمام سے کرزن اسٹیم پریس دہلی میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم باذنہ ج حتے اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم
من بعد ما ارٰکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ج ثم صرفکم عنہم
لیبتلیکم ج ولقد عفا عنکم ط واللہ ذو فضل علی المومنین ۔ اذ تصعدون ولا تلون علی احد
والرسول یدعوکم فی اخرٰکم فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم واللہ خبیر
بما تعلمون ۔

ترجمہ :۔ اور بیشک اللہ نے اپنا (فتح کا) وعدہ (تو) تمکو سچا کر دکھایا جب کہ تم اللہ کے حکم سے (اول حملہ مین) تمکو (خوب) قتل کر رہے تھے یہان تک (کہ تمہین اسکے بعد وہ چیز دکھادی جسکو تم پسند کرتے تھے (یعنی فتح اور مال غنیمت) اور تم نے (مال غنیمت دیکھکر) بزدلاپن کیا اور (کفار کو بھاگتا ہوا دیکھہ کے) معاملہ مین جھگڑا کیا (کہ مورچہ پر کھڑے رہین یا نہین) اور (رسول کے حکم کی) نافرمانی کی کچھہ تو تم مین سے (جنھون نے مورچہ چھوڑ دیا تھا دنیا کے طالب تھے اور کچھہ تم مین سے (جو مورچہ سے ہٹے نہین تھے) آخرت کی طالب تھے ۔ پھر تمھارے آزمانیکی غرض سے تمکو انکی طرف سے پھیر دیا اور بیشک تم سے درگزر کی اور اللہ ایمان والونپر اپنا فضل (وکرم) رکھتا ہے جب تم کافرونپر چڑھے چلے جاتے تھے اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری پشت (والی جماعت) مین (کھڑے ہوئے) تمکو بلا رہے تھے اور تم کسی کیطرف مڑ کے (بھی) نہ دیکھتے تھے تو اللہ نے تمکو غم پر غم پہنچا دیا (یہ ایک نصیحت ہے) تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھہ سے جاتی رہی ہے اُسپر تم غم نہ کھایا کرو اور نہ اُسپر جو (مصیبت) تمکو پہنچے (تاسف کیا کرو) اور جو کچھہ اور بھی (تم کرتے ہو اللہ کو (سب کی) خبر ہے ۔

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشیٰ طآئفۃ منکم لا وطآئفۃ قد اہمتہم انفسہم یظنون
باللہ غیر الحق ظن الجاہلیۃ ط یقولون ہل لنا من الامر من شئ ط قل ان الامر کلہ للہ یخفون
فی انفسہم مالا یبدون لک ط یقولون لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا ط قل
لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الیٰ مضاجعہم ج ولیبتلی اللہ ما فی صدورکم
ولیمحص ما فی قلوبکم ط واللہ علیم بذات الصدور۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن
انما استزلہم الشیطن ببعض ما کسبوا ج ولقد عفا اللہ عنہم ان اللہ غفور رحیم۔
یآیہا الذین آمنوا لا تکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی
لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا ج لیجعل اللہ ذلک حسرۃ فی قلوبہم ط۔

ترجمہ۔ پھر (اللہ نے شکست کے) غم کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری کردی (اور وہ) اونگھ تھی جو تم مین سے ایک گروہ کو گھیر رہی تھی اور ایک گروہ (منافقون کا) تھا جنکو اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے (اور) اللہ کیطرف (زمانہ) جاہلیت کا (سا) ناحق گمان کرتے تھے (یعنی) کہتے تھے آیا ہمارے لئے بھی اس امر (یعنی غلبہ اور مال غنیمت) مین سے کچھ (حصّہ) ہے (اے محمدؐ ان سے) کہدو کہ (یہ) امر (یعنی غلبہ اور غنیمت) سب اللہ ہی کے لئے ہے (زبانی شکایتون کے علاوہ) اپنے دلون مین (اور باتین بھی) جو تم پر ظاہر نہین کرتے پوشیدہ رکھتے ہین (آپس مین) ذکر کرتے ہین کہ ہمارے لئے اس امر سے (یعنی غلبہ اور غنیمت سے) کچھ (حصّہ) ہوتا تو ہم یہان مارے نہ جاتے (اے محمدؐ ان سے) کہدو اگر تم اپنے گھرون مین ہوتے البتہ جنکی تقدیر مین (جس مقام پر) مارا جانا لکھہ دیا گیا ہے (وہ آپ ہی اپنے گھرون سے نکل نکل کے) اپنے مقتل مین آموجود ہوتے اور (یہ جو کہا گیا اس مین چند مصلحتین ہین) تاکہ جو تمہارے دلون مین ہے اللہ اُسکو آزمائے اور کچھ تمہارے دلون مین (شبہہ پیدا ہوگیا) ہے اُسکو بالکل صاف کردے اور دلون کی بات سے اللہ (خوب) واقف ہے بیشک جسدن دو جماعتین (مسلمانون اور کافرون کی) باہم مقابل ہوگئی تھین اُسدن جو لوگ تم مین سے (شکست کھا کے پیچھے) ہٹ گئے تھے اُنکے بعض اعمال (کی شامت سے) شیطان نے اُنکو لغزش دی تھی اور بیشک اللہ نے (انکی عذر و معذرت سن کر) ان سے درگذر کی تحقیق اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اے ایمان والو! تم اُن جیسے نہ بنو جو (حقیقت مین) منکر (اسلام) ہین اور اپنے (منافق) بھائیون کے حق مین جب (وہ) ملک مین سفر کرین یا جہاد مین ہون (تو) یہ کہتے ہین کہ اگر وہ ہمارے پاس (مقیم) رہتے (اور سفر و جنگ مین نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (اور یہ اس سے کہتے تھے) تاکہ اللہ اس (خیال) کو ان کے دلون مین (باعث حسرت بنا دے۔

واللہ یحیی ویمیت ط واللہ بما تعملون بصیر - ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ ورحمتہ خیر مما یجمعون - ولئن متم او قتلتم لاالی اللہ تحشرون - فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ج ولو کنت فظا غلیظ القلب لاانفضوا من حولک ص فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر ج فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ط ان اللہ یحب المتوکلین - ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم ج وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ ط وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون -

ترجمہ - اور (یونتو) اللہ جلاتا اور مارتا ہے - اور جو کچھ بھی تم کر رہی ہو خدا اوسکو دیکھ رہا ہی - اور قسم ہے (کہ) اگر تم اللہ کی راہ مین مارے جاؤ یا (اپنی موت سے) مر جاؤ بیشک اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت اس چیز (یعنی مال و دولت) سے بہتر ہی جو (اپنی زندگی مین) جمع کرتے مین - اور (اگر کسی اور طریقہ سے) مر جاؤ یا مارے جاؤ (البتہ مرنیکے بعد) اللہ ہی کیطرف اوٹھائے جاؤ گے (اے محمد ان کی تو یہ حالت ہی) تو اسپر خدا کے فضل سے جو تم انکو نرم دل ملے اور اگر تم (خدانخواستہ کہین) کج خلق (اور) سخت ہوتے تو تمھارے پاس سے (یہ لوگ کبھی کے) منتشر ہو جاتے - پس (جنھون نے تمھاری نافرمانی کی ہے) اونکو معاف کرو اور (خدا سے) اونکے لئے مغفرت چاہو اور اون سے (لڑائی کے کام مین) مشورہ کر لیا کرو پھر (مشورہ کے بعد) جب پختہ ارادہ کرو تو اللہ پر (اسمین) بھروسہ کرو بیشک خدا اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہی - اگر خدا تمھاری مدد کرے تو کوئی تمپر غالب نہین آسکتا - اور اگر تم کو (ایسے ہی) چھوڑ دے (یعنی مدد نکرے) تو اسکے (چھوڑ دینے کے) بعد کون تمھاری مدد کر سکتا ہی اور مسلمانونکو چاہئے کہ (ہر کام مین) اللہ ہی پر بھروسہ کرین

قرآن مجید کے مفسرون نے اس نیند سے فائدہ اوٹھا کے بہت کچھ طولانی بحثین کی ہین مگر قرآن مجید مین ان طولانی بحثون کا سایہ بھی نہین ہو کیونکہ خداوند تعالی حسب عادت ہر فعل کی نسبت اپنی طرف کرتا ہو لہذا اسی طرح اس نے یہان بھی یہی فرمایا ہے کہ انھین آرام سے سلا دیا اسپر زیادہ بحث کرنی اور اسے ایک معجزہ قرار دینا کچھ زیادہ مناسب نہین معلوم ہوتا شیعی علما نے اس موقعہ جنگ کے متعلق عجیب عجیب بے سروپا روایتین لکھی ہین - جن کا سر ہے نہ پیر - خود یورپی محقق ان روایتون پر مضحکہ اڑاتے ہین اونھون نے لکھا ہے کہ اسوقت حضرت علی کے ساتھ صرف دو شخص تھے ایک کا نام ابو جانہ یا سماک بن خرشہ تھا اور ایک

حضرت علی اور یہ دونون کافرون کو قتل کر رہے تھے اور ایک عورت آپ کے ساتھ
تھی جس کا نام نسیبہ تھا یہ کعب مازینہ کی بیٹی تھی حالانکہ کسی صحیح روایت سے یہ ثابت
نہین ہوتا کہ جب تک قریش شکست کھا کے اُحد سے چلے نہ گئے اُسوقت تک
مدینہ سے ایک مسلمان عورت بھی نہ نکلی تھی جیسا کہ ہم اپنے گزشتہ صفحون مین بیان
کر چکے ہین۔ کُل عورتین اور بچّے کوٹھون کی چھتون پر چڑہا دیئے گئے تھے جسوقت
ابن قمیّہ نے حضور انور پر تلوار سے حملہ کیا ہے تو عبید اللہ کے بیٹے طلحہ نے اپنا
برہنہ ہاتھ اُس تلوار کے آگے کر دیا تھا اور جس سے اُن کی اُنگلیان اُڑ گئی تھین
اس وقت وہان نہ حضرت علی کا پتہ تھا اور نہ نسیبہ کے بیٹے کا اس غلط بیانی
سے سمجھ مین نہین آتا کہ شیعی علما کیونکر فائدہ اُٹھا سکتے ہین جبکہ تمام صحیح روایتین
اور وہ بھی متفق الیہ ان کی بیان کردہ کہانیون کی بالکل مخالف ہین حضرت صدیق
اکبر اور حضرت فاروق اعظم کا وہان موجود ہونا صحیح روایتون سے پایا جاتا ہے۔
حیات القلوب والے نے اپنی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ مین ایک نہایت لغو اور بیہودہ
کہانی لکھی ہے اور وہ کہانی صرف شیخین پر تبرّے بازی کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے۔
وہ یہ ہے کہ نسیبہ حضور انور کی طرف سے صدہا کافرون سے لڑ رہی تھی حضور انور نے
یہ فرمایا کہ عمر اور ابو بکر سے تو نسیبہ ہی اچھی ہے حالانکہ آپنے اور کسی مہاجر اور انصار
کی نسبت یہ نہین فرمایا جبکہ مسلمانون کی جماعت برابر دبتی چلی آتی تھی اور قریش ان کا
تعاقب کر رہے تھے جنگ کے موقعہ پر موجودہ زمانہ مین بھی ہزارون شائستہ فوجین
اور بڑے بڑے سپہ سالار بعض حالت مین پیچھے ہٹ آتے ہین اس کے معنی بزدلی
اور نامردی پن نہین ہوا کرتا یہ تو جنگ کا اُتار چڑہاؤ ہے کبھی ایک فوج غلبہ پا لیتی ہے۔
اور کبھی مغلوب ہو جاتی ہے مگر مغلوب فوج پر کوئی طعنہ زنی نہین کیا کرتا عثمان پاشا
نے شکست کھا کے وہ نام پیدا کیا کہ دُنیا کے بڑے بڑے سپہ سالارون
کے سرتاج بن گئے اور وہ عزت اُنھین حاصل ہوئی جو ایک فتحمند سپہ سالار کو کم
حاصل ہو سکتی ہے مگر یہ غضب کہین نہین دیکھا گیا کہ ان پر لعن وطعن کی جائے اور اُن کی

ذات کو ہمیشہ کے لئے مورد طعن و تشنیع بنالیا جائے اس کے علاوہ قرآن مجید مین خداوند تعالے نے رسول اکرم کو حکم دیا ہے کہ تم اس دستہ فوج کا جس نے تمہاری حکم کے خلاف اپنی جگہ کو چھوڑ دیا تھا قصور معاف کر دو جسکے معنے یہ ہین کہ شکست یاب فوج ان پر کبھی کوئی سختی یا طعن نہ کیا جائے۔

اسکے علاوہ کسی روایت مین یہ نہین پایا جاتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رض اور حضرت عمر رض بھاگے اور حضرت علی ایک جگہ جمے کھڑے رہے ہون بلکہ ایسی روایتین صحیح موجود ہین کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ایک لمحہ کے لئے بھی حضور انور سے جدا نہین ہوئے اور حیات القلوب والے کا یہ لکھنا کہ حضرت علی کی تعریف کرنے کیلئے جبرئیل آسمان سے نازل ہوئے ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔کیونکہ جس وقت مسلمانون کے قدم اکھڑی ہین اور قریشون نے دبایا ہے تو اسلامی فوج کے کل دستے پسپا ہوگئے تھے اور انہین وہ دستہ بھی تھا جسکی کمان حضرت علی کر رہے تھے۔کوئی خاص شجاعت حضرت علی کی اس جنگ مین ظاہر نہین ہوئی مثل اور مسلمانون کے وہ نہایت بے جگری اور دلیری سے لڑے مگر کوئی بات ایسی ظاہر نہین ہوئی جس سے انھین فوقیت دیجائے۔

بخاری[۱] مین ان کل واقعات کو بہت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

---

[۱] بخاری مین جنگ اُحد کا بیان مستقل طور پر آیا ہے۔ہم چاہتے ہین کہ پورا نقل کر دین اس سے اس جنگ کے متعلق بہت سے باریک اور نتیجہ خیز واقعات معلوم ہو جائینگے۔

غزوۂ احد کا بیان (اور یہ چار قول اللہ عزوجل کے غزوۂ احد کے بیان مین نازل ہوئے ہین) واذ غدوت من اہلک تبوی المؤمنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم وقولہ جل ذکرہ ولاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایام نداولہا بین الناس ولیعلم اللہ الذین آمنوا ویتخذ منکم شہداء واللہ لایحب الظالمین۔ ولیمحص اللہ الذین آمنوا ویمحق الکافرین ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم تنظرون

قریشیون کے سردار میدان جنگ مین حضور انور کی لاش کو تلاش کرنے لگے مگر جب انھین نہین ملی تو انھین آپ کے شہید ہونے مین شبہہ ہوا کئی وحشیانہ افعال بھی قریشی عورتون نے کئے یعنی ہندہ نے امیر حمزہ کے پیٹ کو چاک کرکے اُن کی انتڑیان اپنے گلے مین ڈال لین اور اور شہدار کے ساتھ بھی قریب قریب یہی سلوک کیا گیا اسی اثنا مین ابوسفیان اس پہاڑی کے دامن مین آکے کھڑا ہوا جسپر حضور انور معہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم اور چند آدمیون کے تشریف رکھتے تھے اور اس نے باآواز بلند بہ پکار کے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہین حضور انور نے ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر اس نے کہا کیا قوم مین ابی قحافہ کا بیٹا موجود ہے۔ (یعنی حضرت صدیق اکبر) پھر حضور نے یہی ارشاد کیا کہ اسے جواب نہ دو پھر سہ بارہ اُس نے کہا کیا قوم مین ابن الخطاب ہین آپنے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ جواب نہ دو۔ ابوسفیان نے اس پر کہا کہ

وقولہ ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونہم (تستاصلونہم قتلا) باذنہ حتے اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ ثم صرفکم عنہم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین۔

وقولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآتیہ۔

(ترجمہ)

اے محمد یاد کر جب تو صبح کیوقت اپنے گھر سے نکلکر مسلمانون کو لڑائی کے ٹھکانون پر ہٹانے لگا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ نہ سست ہو تم اور نہ تم غمگین ہو تم ہی غالب رہوگے۔ بشرطیکہ تم مومن ہو اگر تم زخمی ہوئے (تو کیا ہے) وہ لوگ بھی ایسے زخم (بہت) پا چکے ہین اور انھین دنون کو ہم لوگون مین بدلتے رہتے ہین۔ تاکہ اللہ مومنون کو تمیز کرے اور بعض کو تم مین سے شہید کرے اور اللہ ظالمون کو دوست نہین رکھتا اور تاکہ اللہ مومنون کو پرکھے اور کافرون کو مٹاوے کیا تمہارا یہ خیال ہو کہ تم جنت مین چلے جاؤگے حالانکہ ابھی خدا نے معلوم نہین کیا جو تم مین سے لڑنیوالے اور جو صبر کرنیوالے ہین۔ اور تم تو موت کی اُسکے ملنے سے پہلے آرزو کرتے تھے سو اب تمنے اُسے آنکھون کے سامنے دیکھ لیا۔ اور اللہ نے تمھین اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم انھین اللہ کے حکم سے مارتے تھے۔ جبکہ تم نے نامردی کی اور کام مین جھگڑا ڈالا۔ اور اپنی خوشی کی چیز دیکھ لینے کے بعد

یہ سب مارے گئے کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اسپر حضرت عمرؓ سے نرہا گیا
آپنے بڑے جوش سے فرمایا "اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بخدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنیوالونکو
بچالیا ہے ابو سفیان نے جواب دیا اعل ہبل یعنی اے ہبل (جو ایک بُت کا نام ہے) تو
بلند ہو (اور اپنے دین کی مدد کر) رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگون نے عرض
کیا کہ ہم کیا جواب دین آپنے فرمایا "اللہ اعلی واجل" یعنی خدا بلند و بزرگ تر ہے۔ ابو سفیان نے
کہا "لنا العزی ولا عزی لکم" یعنی ہمارا مددگار عزے ہے اور تمھارا مددگار عزی نہین ہے،
حضور نے ارشاد فرمایا تم بھی اسے جواب دو لوگون نے عرض کیا کہ ہم کیا جواب دین
آپنے فرمایا کہو "اللہ مولینا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار اللہ
نہین ہے۔ ابو سفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے بدلہ ہے اور لڑائی مثل ڈول کے ہی
کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی ہوتی ہے اور کہا تم میدان مین اپنے مقتولین کا ناک کان
کٹا ہوا پاؤ گے مگر یہ سمجھ لو کہ نہ مین نے اس فعل قبیح کا حکم دیا اور نہ مین اس سے راضی ہون۔

تم نے نافرمانی کی بعض تم مین سے دنیا کو اور بعض آخرت کو چاہتے ہین پھر تمہین اُن سے ہٹا دیا تاکہ تمہین
آزماوے اور وہ تمکو معاف کر چکا کیونکہ اللہ ایمانداروں پر مہربان ہے اللہ کی راہ مین جو مارا جاوین اُنھین تم
مردہ نہ جانو۔ آخر آیت تک۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ برس بعد نماز جنازہ پڑہی
یا اُنکے واسطے دعا کی جیسے کوئی زندون اور مردون کو رخصت کرتا ہے۔ پھر آپنے ممبر پر چڑھکر ارشاد کیا
مین تم مین پیشدست ہون اور مین تپر گواہ ہون میرے تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے اور مجھے تمپر
اپنے مرنیکے بعد یہ خوف نہین ہے کہ تم کافر ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ کہین تم دنیا پر ریجھ نہ جاؤ اور
حرص احرصی نہ کرنے لگو۔ عقبہ بن عامر کہتے ہین یہ میرا اخیر دیکھنا تھا جو مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
براء بن عازب کہتے ہین ہم نے احد کے دن مشرکون سے مقابلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر
تیراندازون کا (حفاظت کے واسطے) بٹھا دیا اور اُنپر عبداللہ بن جبیر کو امیر بناکر فرمایا یہان سے نہ ٹلنا اگر تم دیکھو
ہم کافرون پر غالب آگئے تو بھی نہ ہلنا اور جو دیکھو کافر ہمپر غالب آگئے تو بھی ہماری مدد نہ کرنا۔

غرض جب قریش میدان جنگ کو چھوڑ کے مکّہ کی طرف چلے گئے تو حضور اور آپ کے صحابہ میدان مین اُترے اور دیکھا کہ شہدا اُحد کی جو ستّر لاشین میدان مین پڑی ہوئی ہین۔ اُن مین چار مہاجرین ہین اور باقی سب انصار ہین۔ مہاجرین مین حضرت امیر حمزہ، عبد اللہ ابن جحش، مصعب اور ابن عثمان تھے۔ آخر الذکر مین ابھی تک سانس باقی تھا مسلمانون نے اُنھین فوراً اُٹھا لیا۔ اور بلندئے مدینہ پر لے گئے جہان آپکی وفات ہوگئی مگر حضور انور کے حکم سے آپ کا جنازہ اُحد مین لا کے دفن کیا گیا۔ (واقدی صفحہ ۲۹۲)

ابھی تک ان چار مہاجرین کی قبرین موجود ہین جن کی برابر مرمّت ہوتی رہتی ہے حضرت عمر رضی کی خلافت مین جب قحط پڑا تھا تو بہت سے اجنبی عرب اُحد مین آ کے مر گئے تھے اُن کی قبرون کی نسبت واقدی نے پوری تحقیق کر کے شہداء اُحد کے مزارون کا

پھر جب ہم کافرون سے لڑے تو وہ بھاگ گئے یہان تک مین نے اُن کی عورتون کو دیکھا اپنے دامن پنڈلیون ہی اُٹھائے ہوئے پہاڑ کی طرف بھاگ رہی تھین اور اُن کی پازیبین دکھائی دیتی تھین (عبد اللہ ابن جبیر کے ہمراہی) کہنے لگے ارے میان مال غنیمت کو لوٹو عبد اللہ نے کہا مجھہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار لے لیا ہے کہ یہان سے ہرگز نہ ٹلنا اُنھون نے (عبد اللہ کا کہنا) نہ مانا۔ جب وہ باز نہ آئے اللہ نے اُن کے منہ پھیر دیئے (انھین نہ معلوم ہوتا تھا کدہر جا رہے ہین) مسلمانون کو یہ مصیبت پہونچی کہ ستر آدمی شہید ہوئے۔ (ابو سفیان نے اُونچے پر چڑھ کر کہا کیا قوم مین محمد (زندہ) ہین آپنے فرمایا اسے جواب نہ دو پھر اُس نے فرمایا کیا قوم مین ابی قحافہ کا بیٹا (یعنی ابو بکر) ہین آپنے ارشاد فرمایا خاموش ہو رہو پھر اُس نے کہا کیا قوم مین (عمر) ابن الخطاب ہین آپنے کہا جواب نہ دو۔ ابو سفیان بولا، یہ سب مارے گئے (ورنہ) اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے اسپر حضرت عمر رضی نہ رہ سکے اور بولے دشمن خدا تو جھوٹا ہی بخدا اللہ نے تیرے ذلیل کرنے والون کو بچا لیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا اُعلُ ہُبُل یعنی اے ہبل (جو ایک بت کا نام ہے) تو بلند ہو (اور اپنے دین کی مدد کر)

پورا نشان بتا دیا ہی۔ برخرج سیاح نے شہداء اُحد کی قبرون کا پورا پتہ اپنے سفر نامہ صفحہ ۳۶۵ مین لکھا ہے جس سے امتیاز بالکل ہو گیا ہے علاوہ مہاجرین کے مزارون کے اس وقت تک انصار کی قبرین بھی باقی ہین۔ برٹن سیاح نے اپنے سفر نامہ صفحہ ۲۳۷ مین ان کا پورا ذکر کیا ہے جس سے غیر شہداء کی قبرون سے پورا امتیاز ہوتا ہی اتنا بھاری نقصان مسلمانون کی فوج کا صرف اس غلطی سے ہوا جو حضور انور کے حکم کے خلاف پہاڑی فوجی دستہ سے سرزد ہوئی یعنی دشمنون کے بھاگنے پر اُسنے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی جس کا ذکر مفصل اوپر ہو چکا ہے۔ قریشون مین صرف بیس آدمی مقتول ہوئے تھے۔ حضور انور کے شہید ہونے کی خبرین مدینہ پہونچ چکی تھین جن سے مسلمانون مین سخت انتشار پیدا ہو گیا تھا سامنے کے کل راستے عورتون بچون اور مردون سے بھر گئے تھے جو اس خطرناک نظارے کے دیکھنے کے لئے مدینہ سے پریشان نکل پڑے تھے ان عورتون اور بچّون کے ساتھ خاتونِ محشر حضرت

رسول اللہ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگون نے پوچھا ہم اُسے کیا جواب دین آپنے فرمایا کہو اعلےٰ و اجّل یعنی خدا بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا" لنا العزےٰ ولا عزےٰ لکم" ہمارا مددگار عزیٰ (بت) ہے اور تمہارا (مددگار) عزےٰ نہین ہے۔ آپ نے فرمایا تم بھی اُسے جواب دو لوگون نے کہا ہم اُسے کیا جواب دین فرمایا کہو" اللہ مولانا ولا مولا لکم" یعنی ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا مددگار نہین ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ دن بدر کے دن کے بدلے ہے اور لڑائی مثل ڈول کے (کبھی ایک کی فتح اور کبھی دوسرے کی) اور کہا تم میدان مین مقتولین کو ناک کان کٹے ہوئے پاؤگے۔ نہ مین نے اس کا حکم دیا اور نہ مجھے یہ معلوم ہوا۔ سعد بن ابراہیم (بن عبدالرحمٰن بن غوث) اپنے باپ ابراہیم سے روایت کرتے ہین کہ عبدالرحمٰن بن غوث کے پاس کھانا لایا گیا اور روزہ دار تھے عبدالرحمٰن کہنے لگے مصعب بن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے اور وہ ایک ایسی چادر مین کفنائے گئے اگر اُن کا اُس سے سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤن کھل جاتے تھے اور اگر پاؤن ڈھانکے جاتے تھے تو سر کُھلجاتا تھا (ابراہیم کہتے ہین)

بی بی فاطمہؓ بھی تھین جنہون نے آتے ہی اپنے والد حضور انور کے زخمون مین حصیر جلا کے بھرا۔ مگر طبری نے اپنی کتاب صفحہ ۱۴۰۸ مین چٹائی کے ٹکڑے کا ذکر کیا ہے کہ وہ جلا کے بھر اگیا تھا بعض نے اُن کا ذکر کیا ہے مگر کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۷ اور واقدی صفحہ ۲۴۶ مین یہ لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ نے ہڈیان جلا کے آنحضرت کے زخم پر بھری تھین۔ حضرت بی بی فاطمہؓ نے آتے ہی سب سے پہلے حضور انور کو پوچھا۔ حضرت علی نے بڑی احتیاط اور پوشیدگی سے حضرت بی بی فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کا پتہ بتایا کیونکہ قریشون کا خوف ابتک غالب تھا اگرچہ وہ بہت دُور پہنچ چکے تھے مگر پھر بھی حضرت علی کو ان کا خیال لگا ہوا تھا اس کا ذکر واقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۲۸۲ مین کیا ہے حضور انور کا زخم اسقدر گہرا تھا کہ مہینہ بھر تک نہین بھرا حضرت بی بی فاطمہؓ کے بعد بی بی صفیہؓ حضور انور کی پھوپھی اور حضرت امیر حمزہ کی سگی بہن تشریف لائین وہ اپنے بھائی حمزہ کی لاش کے پاس نہایت مضطربانہ حالت مین جانا چاہتی تھین کہ حضور انور نے

مین گمان کرتا ہون کہ عبدالرحمٰن نے کہا اور حمزہ بھی شہید ہوئے جو مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمپر دنیا فراخ کی گئی جس قدر کہ فراخ ہے یا یہ کہا کہ ہمین دنیا دی گئی جتنی کہ دی گئی ہے اور ہمین یہ ڈر ہے کہین ہماری نیکیون کا بدلہ (دنیا ہی مین) ندیا گیا ہو پھر رونے لگے یہان تک کہ کھانا ہٹا دیا۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہین ایک شخص نے احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ مجھے بتائیے اگر مین (راہ خدا مین) مارا جاؤن تو کہان (جاؤن گا) آپنے فرمایا (تو) جنت مین جاوٗگا) اُس نے اپنے ہاتھ کی کھجورین (تک) پھینکدین اور اتنا لڑا کہ شہید ہو گیا۔

جناب کہتے ہین ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ ہجرت کی اللہ اب ہم کو ضرور ثواب دیگا۔ بعض ہم مین سے ایسے تھے کہ (دنیا سے) گزر گئے یا چلے گئے اور اپنے اجر سے کچھ نہین کھایا انہین مین سے مصعب بن عمیر تھے جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نہ چھوڑا جب ہم اُس سے اُن کے سر کو ڈھانکتے تھے تو اُن کے

اُن کے بیٹے زبیر کو علم دیا کہ جب تک امیر حمزہ دفن نہ کر دیئے جائیں تم اپنی ماں کو علیحدہ رکھو مگر اس بی بی نے اصرار کیا اور حضور انور سے کہا کہ میرا بھائی کہاں ہے حضور نے ارشاد کیا کہ انھیں میں تمھارا بھائی ہوگا۔ بی بی صفیہ نے کہا میں جب تک اپنے بھائی کو نہ دیکھ لون گی ہرگز واپس نہیں جانے کی۔ جب حضور انور نے انکا یہ جوش اور آمادگی دیکھی تو آپنے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو اور حمزہ کے پاس جانے دو یہ بی بی گئیں اور اپنے بھائی کی لاش پر بیٹھ گئیں اور سُبکیاں بھر بھر کے رونے لگیں حضور انور کی مبارک آنکھون سے بھی برابر آنسو روان تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ بھی پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں اسپر بھی آپ برابر صفیہ کو تسکین دے رہے تھے آپنے فرمایا کہ تم صبر کرو اور اس بات سے خوش ہو تمھارے بھائی جنت فردوس میں پہونچے اور شیر خدا اور شیر پیغمبر کو بہت بڑا مرتبہ ملا۔ اسی طرح آپنے مدینہ کی اور عورتون پر نہایت

پیر کھلجاتے تھے اور اگر پاؤن ڈہانکتے تھے تو سر باہر رہ جاتا تھا۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس مصعب کا سر ڈہانکدو اور اس کے پیرون پر اذخر (جو کہ کی گھانس ہے) کردو یا ڈالدو (جناب کہتے ہین) اور بعض ہم میں سے ایسے ہین کہ میوے اُن کے لئے پک گئے اور وہ اُنھیں چنتے ہین۔

حمید انس سے روایت کرتے ہین کہ انس کے چچا جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے (بعد واقعہ جنگ بدر) اُنھون نے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد سے غائب رہ گیا (اب) اگر اللہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (لڑائی مین) حاضر کیا تو میری جانبازی کو دیکھ لے گا۔ بعد ازان جنگ احد در پیش آئی اور لوگ بھاگ گئے انس کے چچا (انس بن النضر) نے کہا بارخدایا مسلمانون نے جو کچھ کیا ہے مین اس سے عُذر کرتا ہون اور مشرکون کے افعال سے بیزار ہون پھر اپنی تلوار لیکے آگے بڑھے تو سعد بن معاذ سے ملے اُن سے کہا اے سعد کہان (جاتے ہو) مین تو اُحد سے ادھر بہشت کی بو سونگھ رہا ہون پھر آگے چلے اور شہید ہو گئے اور کوئی انھیں (کثرت زخم اور خون آلودہ ہونے سے) نہ پہچان سکا

مہربانی فرمائی اور انھیں تسلی دی جو اپنے مردوں کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔
اسی اثناء میں شہداء کے لئے قبریں کھودی جا رہی تھیں جب قبریں تیار ہو چکیں تو آپ نے کل شہداء پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر سب کو دفن کر دیا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے اور تمام مسلمان آپ کے ہمرکاب واپس چلے آئے۔
مکہ کی فوج اگرچہ میدان جنگ سے چلی گئی تھی مگر حضور انور کو اس کا خیال برابر لگا ہوا تھا کہ مبادا وہ مدینہ کو خالی پا کے دوسرے راستہ سے اُس پر حملہ نہ کرے یہ خیال آپ کا بہت صحیح تھا اور فی الحقیقت اگر قریشوں میں اختلاف رائے نہ ہوتا تو ضرور اس کا ظہور ہو جاتا حضور انور نے پہاڑی سے نیچے اُترتے ہی سعد ابو وقاص کے بیٹے کو قریشوں کی نقل و حرکت دیکھنے کے لئے روانہ کیا۔ سعد نے فوراً تعمیل حکم کی اور قریشوں کو جا لیا دیکھا کہ ایک مقام پر قریش باہم مشورہ کر رہے ہیں بعض تو اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مدینہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے کیونکہ اسوقت پر مدینہ بے پناہ ہے

مگر اُن کی بہن نے تل کی وجہ سے یا اُن کی اُنگلی کی پور سے اُنھیں شناخت کر لیا اور اُنکے کچھ اوپر اسّی نیزہ کے زخم تھے اور ایک تلوار کا اور ایک تیر کا زخم تھا۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے احد کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپکے ہمراہ دو مرد سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور آپ کی طرف سے بڑی مستعدی سے لڑ رہے تھے۔ انھیں اُس سے پہلے اور اُسکے بعد کبھی نہیں دیکھا۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن مجھے اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیئے اور فرمایا اے سعد تیر چلائیے جا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔
سعد (بطور فخر) کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کر کے (بلفظ فداک ابی وامی) میرے ہی واسطے کیا ہے۔
سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن میرے واسطے اپنے دونوں ماں باپ کو جمع کیا۔ مراد سعد کی یہ تھی آپ نے میرے واسطے فداک ابی وامی کہا جبکہ میں لڑ رہا تھا۔

بہت آسانی سے فتح ہو سکتا ہے مگر اکثر کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ کی شاہراہین بہت تنگ اور محفوظ ہین ایسا نہ ہو کہ ہم پیس دیئے جائین ہمین صرف اسی فتح پر قناعت کرنی چاہئے لہذا یہ فیصلہ کر کے وہ مکہ کیطرف روانہ ہو گئے۔
سعد نے واپس آ کے حضور انور کی خدمت ہین یہ عرض کیا کہ وہ سب لوگ مکہ کیطرف چلے گئے۔ واقدی اپنی تاریخ صفحہ ۲۹۰ مین لکھتے ہین کہ حضور انور نے سعد کو دشمن کی روانگی یا حملہ کے متعلق یہ علامتین بتادی تھین کہ جب تم دیکھو کہ قریش گھوڑون پر سوار ہوئے ہین اور ادنھون نے اپنے اونٹون کو کوتل بنالیا ہے تو سمجھ لینا کہ انکا رُخ مدینہ کیطرف ہے اور جب وہ اونٹون پر سوار ہون اور گھوڑون کو کوتل بنالین تو سمجھ لیا جائے کہ انکا رُخ مکہ کیطرف ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منجملہ اور باتون کے یہ علامت بھی سعد نے دیکھ لی تھی جس سے انھین یقین ہو گیا تھا کہ قریش مکہ کیطرف چلے گئے اور مدینہ پر اب ہرگز حملہ آور نہ ہونگے۔
اسکے بعد حضور انور نے پشتہ پر سے نیچے اُتر کے نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو

حضرت علی فرماتے ہین مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد بن مالک کے دوسرون کے واسطے اپنے ماں باپ دونون کو جمع کر کے (لفظ فداک ابی وامی) کہتے ہوئے نہین سُنا تھا۔
حضرت علی روایت کرتے ہین مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز سعد کے دوسرون کے واسطے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے نہین سُنا آپ احد کے دن فرمارہے تھے اے سعد تیر مارے جا تجھپر میرے ماں باپ فدا ہون۔
معتمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہین اُس نے کہا ابو عثمان کہتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بعض ایام (جنگ احد) مین جس مین آپ کافرون سے لڑ رہے تھے۔ (بڑے صحابیون مین سے) طلحہ اور سعد بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہا تھا ابو عثمان نے یہ قصہ سعد اور طلحہ کے حالات سے اخذ کیا۔
سائب بن یزید کہتے ہین مین عبد الرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید اللہ اور مقداد اور سعد رضی اللہ عنہم کی صحبت مین رہا ہر مین نے اُن مین سے کسی سے نہین سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ مدینہ کی عورتوں نے رونا شروع کیا اور بہت کچھ غل و
شور مچایا۔ آپ سب کو دلاسا دیتے ہوئے مسجد میں آئے جہاں آپ آفتاب غروب ہونے کے
بعد پہونچے (واقدی صفحہ ۳۰۰)

مدینہ کی یہ شب بہت ہی غمناک تھی اگرچہ قریشوں کے حملہ سے ہر قسم کا اطمینان ہو گیا تھا
پھر بھی احتیاط کے طور پر پوری نگرانی کی گئی۔ اور حضور انور کے حجرۂ مبارک پر ننگی تلوار کا
پہرہ مقرر کیا گیا۔ میدان جنگ کے بعض مجروح مسلمان مسجد کے قریب رکھے گئے۔ اُنکے پاس
آگ روشن کی گئی اور ہر طرح اُن کی نگرانی ہوئی۔ حضور انور بہت گہری نیند میں سو گئے
کیونکہ جب حضرت بلال عشاء کی نماز کے لئے آپ کو جگاتے گئے ہیں تو آپ ایک دو
آوازے نہ جاگے۔ مگر چند لمحہ کے بعد پھر آپ بیدار ہو گئے اور مسجد میں آ کے آپنے فرمایا کہ
یہ شور و غوغا کاہیکا ہے عرض کیا گیا کہ مدینہ کی عورتیں حضرت امیر حمزہ کا پرسا لینے کیواسطے
حاضر ہوئی ہیں۔ حضور انور نے ان عورتوں کو برکت دی اور انھیں حکم دیا کہ تم اپنے اپنے گھر چلی جا

بیان کرتا ہوں طلحہ سے میں نے سنا وہ واقعہ احد کی حدیث بیان کرتے تھے۔

قیس کہتے ہیں میں نے طلحہ کا ہاتھ شل ہوا دیکھا کہ اُس سے جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو بچانے کے واسطے سپر بنایا تھا۔

انس کہتے ہیں جنگ احد کے دن لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ابو
طلحہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی چمڑے کی ڈھال لگائے ہوئے کھڑے تھے ابو طلحہ
مرد تیر انداز سخت کمان کھینچنے والے تھے اُس دن دو تین کمانیں توڑ ڈالیں۔

اگر کوئی انسان آتا اور اُسکے ترکش میں تیر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے فرماتے انھیں ابو طلحہ
کے واسطے ڈال جا۔ انس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اُبھار کے قوم کفار
کی طرف دیکھا ابو طلحہ بولے آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ اونچے ہو کر نہ دیکھیں
آپکے کافروں کا کوئی تیر نہ لگ جائے (خدا کرے) میرے گلے پہلے آپ کے لگے۔

انس کہتے ہیں میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم (اپنی والدہ) کو اس حال میں دیکھا کہ

چنانچہ وہ سب چلی گئین۔ مدینہ کی عورتون کا اس کے بعد یہ دستور رہا کہ جب وہ اپنے مرے ہوؤن پر روتین تو پہلے امیر حمزہ پر رولیتین۔ (واقدی صفحات ۲۴۵ و ۳۰۸ کاتب الواقدی صفحات ۱۰۶ و ۱۸۱۔ ہشامی صفحہ ۲۶۸۔ طبری صفحہ ۲۹۳)

غزوۂ حمراءالاسد

دوسرے دن صبح کو حضور انور نے بلال کو حکم دیا کہ سارے شہر مین یہ منادی کرو کہ حضور انور قریش کے تعاقب مین روانہ ہونے کو ہین۔ مگر آپکے ہمراہ صرف وہی صحابہ ہون گے جو جنگ اُحد مین شریک ہو چکے ہین۔ یہ سنتے ہی جنگجو مسجد نبوی مین جمع ہونے شروع ہوئے سب سے پہلے طلحہ آئے حضور انور نے دریافت کیا کہ قریش کہانتک پہونچے ہونگے طلحہ نے عرض کیا کہ ابھی ایک منزل وہ پہونچے ہونگے۔ حضور انور نے فرمایا یہی میرا خیال ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا طلحہ جو چشم زخم ہم نے کل قریشون کے ہاتھ سے اُٹھائی ہے انشاءاللہ پھر ایسا نہ ہوگا

وہ دونون اپنے دامن اُٹھائے ہوئے تھین مین اُن کی پنڈلیون پر پازیب کو دیکھتا تھا اور وہ دونون اپنی پیٹھ پر مشکین اُٹھا اُٹھا کر لوگون کے منہ مین ڈالتی تھین پھر جا کے انھین بھر کے لاتی تھین اور قوم کے منہ مین ٹپکاتی تھین۔ ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار گر پڑی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہین جبکہ احد کے دن کافرون کو شکست ہوئی شیطان لعین نے یہ غل مچایا اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والون سے (بچو) آگے والے (یہ سنکر) پیچھے مڑے اور پیچھے والون سے لڑنے لگے۔ حذیفہ کیا دیکھتے ہین اُن کے باپ یمان کو لوگ مار رہے ہین۔ اُنھون نے کہا اے اللہ کے بندو (یہ) میرا باپ ہے۔ عروہ کہتے ہین حضرت عائشہ فرماتی تھین بخدا وہ نہ مانے یہانتک کہ یمان کو مار ڈالا حذیفہ نے کہا خدا (تمہاری حفاظت کرے اور) تمہین بخشدے عروہ کہتے ہین بخدا حذیفہ ہمیشہ مرتے دم تک اُن کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

براء بن عازب کہتے ہین احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کو پیادون پر افسر مقرر کر دیا تھا

اور ایک دن مکہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اسکے بعد حضور انور نے ایک جھنڈا جو ابھی تک کھلا تھا حضرت صدیق اکبر کو دیا حالانکہ صدیق اکبر سخت مجروح ہو رہے تھے مگر اس پر بھی اپنے نجات دہندہ کی تعمیل حکم بڑے شوق سے کر کے مکہ کی طرف فوج کو ساتھ روانہ ہوئے۔

دو مسلمان جو محض خبر لینے کے لئے آگے گئے تھے دشمن نے انھین پکڑ کے حمراء الاسد پر قتل کر ڈالا۔ اسلامی دستہ فوج حمراء الاسد مین اس روز پہونچا کہ جب اسے قریش خالی کر چکے تھے۔ اور وہان ان دو مسلمانون کی لاشین ملین۔ مذکورۂ بالا مقام پر حضور انور تین دن تک قیام پذیر رہے۔ کھانیکے لئے تازہ کھجورین مل گئی تھین جن سے مسلمان تازہ دم ہو گئے تھے۔ حضور انور نے حکم دیا کہ چٹانون کی چوٹیون پر اس سرے سے اس سرے تک آگ روشن کر دو تاکہ قریشون کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی فوج ہمارا تعاقب کر رہی ہے اور وہ یہ نہ سمجھین کہ اس شکست نے مسلمانون کی کمر کو توڑ دیا ہے۔ غرض آپ پانچ

وہ سب پیادے شکست کھا کر (مدینہ) واپس آ رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکو پکار رہے تھے۔ اسی کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے کہ "والرسول یدعوکم فی اخرٰکم"۔ ابو طلحہ کہتے ہین مین بھی ان ہی مین تھا جنپر احد کے دن اونگھ بھیجدی گئی۔ کتنی مرتبہ میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ تلوار گرتی تھی مین اسے اٹھالیتا تھا (پھر) وہ گرتی مین اسے اٹھا لیتا۔ لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون (کا شان نزول کیا ہے) حمید اور ثابت انس بن مالک سے روایت کرتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک احد کے دن زخمی ہو گیا۔ آپنے (فرمایا) وہ قوم جنہون نے اپنے نبی کا سر زخمی کیا ہو (عذاب سے) کیونکر بچ سکتی ہے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی "لیس لک من الامر شیٔ الخ۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہین کہ عمر بن الخطاب نے مدینہ کی عورتون کو چادرین تقسیم کین انمین سے ایک عمدہ چادر بچ رہی تھی حضرت عمر سے کسی نے جو آپ کے پاس بیٹھا تھا کہا اے امیر المومنین یہ چادر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کے نکاح مین ہین دیدیجئے (رسول خدا صلی اللہ

چھ دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔
کاتب الواقدی کا بیان ہے کہ آپ پانچ روز کے بعد چھٹے دن جمعہ کو مدینہ مین داخل ہوئے
مگر ہشامی اپنی کتاب صفحہ ۲۷۰ اور طبری صفحہ ۳۹۵ مین تحریر کرتے ہین کہ آپ صرف
پیر۔ منگل۔ بدھ کو باہر رہے اور جمعرات کو مدینہ مین داخل ہوئے۔
حمراء الاسد آٹھ یا دس عربی میل مدینہ سے ہے۔ سیاح برکھرڈ اور برٹن کا یہ اندازہ ہے کہ
مدینہ سے ساٹھ میل ۳۰ دن کی مسافت پر ہے۔ یہ مقام سرخ ریتلی زمین پر واقع
ہے اسی لئے اسکا نام حمراء (سُرخ) رکھا گیا۔ اس مقام کو واسطہ بھی کہتے ہین۔ کیونکہ
ینبوع اور مدینہ کے وسط مین واقع ہے۔ اسکے قریب پہاڑون کا بلند سلسلہ چلا
گیا ہے اور چوٹی پر گنبد بنے ہوئے ہین۔
حضور انور نے ان گنبدون پر جو آگ جلوائی تھی اُسکی روشنی اور لپٹین بہت دور سے
معلوم ہوتی تھین۔

علیہ وسلم کی بیٹی سے) مراد اُن کی ام کلثوم دختر علیؓ تھین۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط اس سے
زیادہ مستحق ہین کیونکہ ام سلیط اُن انصاری عورتون مین سے ہے جنھون نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ام سلیط احد کے دن ہمارے واسطے مشکین اُٹھا
(اُٹھا) کر لاتی تھی۔
جعفر بن عمرو بن امیۃ الضمری کہتے ہین مین عبداللہ بن الخیار کے ساتھ نکلا جب ہم (شہر)
حمص مین پہونچے عبیداللہ نے مجھسے کہا کیا تجھے وحشی سے ملنے کی آرزو ہے تاکہ ہم اُس سے
قتل حمزہ کا حال دریافت کرین مین نے کہا ہان وحشی حمص ہی مین رہتا تھا ہم نے وحشی کو دریافت
کیا کسی نے ہمین (اشارہ سے) بتایا وحشی وہ اپنے مکان کے سایہ مین بیٹھتا ہے گویا کہ وہ (بھری
ہوئی) مشک ہے جعفر کہتے ہین ہم اسکے پاس آکے ٹھہرے اور ہم نے سلام کیا اسنے سلام کا
جوابدیا۔ جعفر کہتے ہین عبیداللہ اپنی پگڑی اس طرح لپیٹے ہوئے تھا کہ وحشی اُس کی آنکھون اور
پیرون کے سوا کچھ نہ دیکھ رہا تھا عبیداللہ نے کہا اے وحشی کیا تو مجھے جانتا ہے۔ جعفر

ابو عزہ کا قتل

سر ولیم میور متوفی کا یہ خاصہ ہے کہ آپ کی ہمدردی ہمیشہ سرکشون ۔ سفاکون اور عہد شکنون سے ہوتی ہے آپنے اپنی ساری کتاب مین جب موقع ہوا ایسے بنی نوع انسان کے دشمنون سے ہمدردی کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا آپنے اسی طرح ابو عزہ کے قتل پر بہت ہی افسوس ظاہر فرمایا ہو اگرچہ کھُلے الفاظ مین ان الفاظ کا اظہار نہین کیا مگر طرز تحریر اس بات کی صاف گواہی دیتی ہے کہ آپکو ابو عزہ کا قتل سخت بے رحمانہ معلوم ہوا۔

ابو عزہ کی مفصل کیفیت یہ ہو کہ یہ ایک شاعر تھا اور ہمیشہ مسلمانون کے خلاف نظم کہکے قریشیون کو مشتعل کیا کرتا تھا یہ شخص جنگ بدر مین گرفتار ہو کے حضور انور کی خدمت مین پیش کیا گیا تھا اور اس نے عہد کیا تھا کہ اگر حضور مجھے چھوڑ دین گے تو مین کبھی

کہتے ہین وحشی نے عبید اللہ کی طرف دیکھکر کہا نہین ۔ صرف اتنا جانتا ہون عدی بن الخیار نے ایک عورت سے جسے امّ قتال دختر ابی العیص کہتے ہین نکاح کیا تھا وہ عورت مکہ مین عدی کا ایک بچہ جنی تھی مین اُسکے واسطے دودہ پلانے والی تلاش کرتا تھا (اتفاقاً) مین اُس بچہ کو اُسکی مان کے پاس لیگیا اور وہ بچہ اُسے دیدیا ویسی تیرے قدمون کو دیکھ رہا ہون (شاید تو وہی ہے) جعفر کہتے ہین عبید اللہ نے اپنے مونہہ سے پردہ ہٹادیا پھر کہا کیا تو ہم کو قتل حمزہ کی خبر نہین بتائیگا اسنے کہا ہان (کیون نہ بتاؤن گا قتل حمزہ کا یون قصہ ہے) کہ حمزہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو مار ڈالا تھا جسے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے عوض حمزہ کو مار ڈالے تو تو آزاد ہے وحشی نے کہا جب لوگ (کوہ) عینین کی لڑائی کے برس نکلے اور عینین احد کے پہاڑون مین سے ایک پہاڑ ہے ۔ اُحد کے اور اُس کے درمیان ایک نالہ ہو ۔ اسوقت مین بھی لڑنیوالون کے ساتھ نکلا جب لڑائی کی صفین لوگ باندہ چکے سباع (ابن عبد العزی) نے (صف سی) نکلکر کہا کیا کوئی لڑنے والا ہے ۔ وحشی کہتے ہین حمزہ بن عبد المطلب نے اُسکے مقابل نکلکر کہا اے سباع

مخالفانہ اشعار نہ کہون گا اور نہ مخالفون کے ساتھ حضور سے جنگ کرنے آؤنگا حضور نے بغیر کسی فدیہ کے ابوعزہ کو چھوڑ دیا۔ اس بدنصیب نے اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہ کر پھر قریشون کے ساتھ اُحد مین چلا آیا اور مسلمانون سے خوب لڑا غزوہ حمراء الاسد مین جبکہ یہ قریشون سے پیچھے رہ گیا تھا گرفتار ہوکے دوبارہ حضور انور کی خدمت مین پیش کیا گیا اور اُس نے انھین الفاظ مین معافی مانگی جنھین وہ بدر مین استعمال کر چکا تھا حضور نے ارشاد کیا نہین نہ تجھ پر رحم کیا جائے گا اور نہ تجھے معافی دیجائیگی ایک مسلمان باربار دھوکا نہین کھاسکتا تو اب کبھی مکہ واپس نہین جائے گا کہ اپنی ڈاڑھی ہلا ہلا کے کہے کہ مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا دیکے آیا ہون یہ کہہ کے آپنے اشارہ کیا اشارہ ہوتے ہی ایک صحابی نے ایک ہی حربے مین اُسکی گردن اُڑادی۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۶ - واقدی ۲۹۹ - ہشامی صفحہ ۲۷۲)

اے ام انمار کے بیٹے جو عورتون کا ختنہ کرتی تھی۔ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے وحشی نے کہا پھر حمزہ نے سباع پر حملہ کیا اور سباع کل گزشتہ کی طرح (معدوم) ہوگیا وحشی نے کہا پھر مین قتل حمزہ کے واسطے ایک پتھر کی آڑ مین گھات لگاکر بیٹھ گیا جب حمزہ میرے قریب آئے مین نے اُنپر اپنا ہتیار پھینک مارا اور اُن کی زیرناف بھالا ایسا رکھا اُن کے دونون سُرین کے پار ہوگیا۔ وحشی نے کہا یہی اُن کا آخری وقت تھا جب سب قریش مکہ مین واپس آئے مین بھی اُن کے ساتھ واپس آکر مکہ مین مقیم ہوگیا جب (بعد فتح مکہ) مکہ مین بھی اسلام شائع ہوگیا تو مین طائف چلا گیا (جب) طائف والون نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد بھیجے اور مجھسے کہا آنحضرت قاصد دن کو نہین ستاتے تو مین بھی اُن کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا جب مجھے دیکھا فرمایا کیا وحشی تو ہی ہے مین نے عرض کیا ہان آپنے فرمایا حمزہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا۔ مین نے کہا ہان۔ جو کچھ آپ سے لوگون نے بیان کیا وہی (ماجرا) ہے (یعنے مین نے اپنے آقا کے حکم سے مارا تھا

معاویہ بن مغیرہ کا دوسرا قتل

یہ شخص بھی قریشوں کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا مگر راستہ بھول کر ادھر اُدھر رہ گیا علی الصباح حضرت عثمانؓ بن عفان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد کے پاس آیا اور کہا تم مجھے پناہ دو حضرت عثمانؓ کو سخت پریشانی ہوئی کہ بغیر رسول خدا صلعم کے مین کیونکر پناہ دے سکتا ہون آپ بھاگے ہوئے رسول خدا کی خدمت مین حاضر

آپنے فرمایا کیا تو مجھ سے اپنا منہ چھپا سکتا ہے۔ وحشی کہتے تھے مین (آپ کے پاس سے اُٹھکر) باہر آگیا بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مسیلمہ کذاب نے خروج (یعنی دعویٰ نبوت) کیا مین نے سوچا مین بھی مسلمانون کے پاس چلون شاید مسیلمہ کو مار کر حمزہ کا بدلا اُتار دون وحشی نے کہا مین (اُن) لوگون کے ساتھ (جو ابوبکر نے بھیجے تھے) نکلا اور مسیلمہ کا حال جو تھا سو تھا (یعنی اُس کے ساتھ جمعیت کثیر تھی) وحشی کہتے ہین (ایک دفعہ ہی مین نے دیکھا ایک مرد دیوار کی جھول مین کھڑا ہے گویا خاکستری رنگ کا اونٹ اور پریشان سر ہے۔ مین نے اُسکے اپنا بھالا مارا اور اُسکی دونون چھاتیون کے بیچ مین رکھکر اُس کے دونون مونڈھون کے وار پار کردیا۔ پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑکر اُسکی کھوپری پر تلوار ماردی (بخاری کہتے ہین) عبداللہ بن فضیل نے کہا مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی اُس نے عبداللہ بن عمر سے سنا وہ کہتے تھے (جب مسیلمہ مارا گیا) ایک لڑکی نے مکان کی چھت پر (چڑھکر بطور مرثیہ) کہا وا امیر المؤمنین قتلہ العبد الاسود یعنی ہائے امیر المومنین کو ایک حبشی غلام نے مار دیا۔

اُحد کے دن جو زخم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لگے اُن کا بیان۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چارون دانتون کیطرف اشارہ کرکے فرمایا اللہ کا بڑا غصہ اُس قوم پر ہے جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ (یہ معاملہ) کیا ہو اور نیز اُس قوم پر ہے جنہیں رسول اللہ نے (بغیر حد اور قصاص کے) راہ خدا مین مارا ہو۔

ابن عباسؓ فرماتے ہین اللہ کا سخت غصہ اُس قوم پر ہوگا جنہین نبی نے راہ خدا مین مارا ہو اور

ہوئے اور عرض کیا کہ مین معاویہ بن مغیرہ کے لئے اجازت چاہتا ہون کہ وہ بحفاظت
میرے مکان پر رہے آپنے فرمایا کہ صرف تین دن کی مہلت دیجا سکتی ہے تین دن تک
وہ تمہارے ہان رہ سکتا ہے اور تین دن کے بعد اسے مدینہ سے نکل جانا چاہئے تمہاری
سفارش سے اسکی جان بخشی کی گئی مگر یہ اُسے جتا دو کہ اگر تین دن سے چوتھا دن گذرا
تو وہ قتل کر ڈالا جائے گا چنانچہ حضرت عثمان رض چلے آئے اور اُسے بشارت دی کہ تیرا

نیز اُس قوم پر جنہون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون آلودہ کیا۔
ابی حازم روایت کرتے ہین اُنہون نے سہل بن سعد سے ایسے حال مین سُنا کہ کوئی سعد سے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا حال پوچھ رہا تھا سہل بن سعد نے کہا خبردار ہو۔ بخدا مین رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دہونیوالے اور اسپر پانی ڈالنے والے کو اور جس چیز سے علاج کیا گیا
جانتا ہون حضرت فاطمہ رض دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو زخم دہو رہی تھین اور حضرت
علی رض سپہر سے پانی ڈال رہے تھے جب فاطمہ رض نے دیکھا پانی سے خون کم نہین ہوتا۔ ایک بوریہ کا
ٹکڑہ جلا کے آپنے زخم پر چپکا دیا تب خون بند ہو گیا اور ایک دانت آگے کا آپکا شہید ہو گیا اور
چہرہ مبارک آپکا زخمی ہوا اور خود سر مبارک پر ٹوٹ گیا۔
حضرت عائشہ سے روایت ہے آیت الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح
الذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم (جنگ احد والون کی شان مین اُتری ہے) حضرت
عائشہ رض نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے تیرا باپ زبیر اور ابوبکر بھی انہی (حکم قبول کرنے
والون) مین سے تھے جب جنگ احد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا جو کچھ پہونچا تھا اور
مشرک واپس چلے گئے آپنے اُن کے دوبارہ آجانے کے ڈر سے فرمایا کون ہے جو ان کفار کے پیچھے
جاوے اُن مین سے ستر آدمیون نے قبول کیا عروہ کہتے ہین اُن ہی مین سے ابوبکر اور زبیر تھے۔
شہداء احد کا بیان اور انھین مین حمزہ اور یمان اور انس بن النضر تھے اور معصب بن عمیر تھے
قتادہ کہتے ہین ہم عرب کے قبیلون مین کسی قبیلہ کو جو زیادہ شہید ہون انصار سے زیادہ عزت والا
نہین جانتے قتادہ کہتے ہین ہم سے انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ انصار کے ستر آدمی جنگ

خون معاف ہوگیا ہے مگر تو تین دن سے زیادہ یہان نہ ٹھیریو حضرت عثمانؓ نے
ایک اونٹ اور بہت سا کھانیکا سامان اُسکے حوالے کیا وہ بدنصیب تین دن گزرنے
پر بھی حضرت عثمانؓ کے گھر سے نہین نکلا اور چوتھا دن جب ختم ہوگیا جب وہ بمشکل
حضرت عثمان کے گھر سے نکلا مگر راستہ بھول گیا حضور انور نے عمار بن یاسر اور زید بن حارث کو

احد کے دن اور ستر بیر معونہ کے دن اور ستر جنگ یمامہ کے دن شہید ہوئے اور بیر معونہ کی لڑائی رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہوئی تھی اور یمامہ کی لڑائی زمانہ ابو بکر مین مسیلمہ کذاب سے
ہوئی تھی۔

عبد الرحمن بن کعب بن مالک روایت کرتے ہین جابر بن عبد اللہ نے انھین خبر دی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کے دو دو آدمیون کو ایک کپڑے مین یکجا کرتے تھے پھر پوچھتے
ان مین قرآن کون زیادہ جانتا ہے جسے لوگ بتاتے آپ اسی کو لحد مین آگے کر دیتے۔ اور
فرماتے مین ان لوگون پر قیامت کے دن گواہ ہون گا اور انھین خون سمیت دفن کرنے کا
فرمایا۔ نہ اُنپر نماز پڑھی گئی اور نہ وہ نہلائے گئے اور ابو عبد اللہ بخاری کہتے ہین ابو الولید نے
شعبہ سے اُس نے ابن المنکدر سے روایت کی وہ کہتے ہین مین نے جابر بن عبد اللہ سے سُنا
وہ کہتے تھے جب میرا باپ شہید ہوا مین نے رونا شروع کیا اور اُنکے مونہ سے کپڑے کو (بار بار)
اُٹھاتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کرنے لگے (مگر) آپنے مجھے منع نہ کیا پھر فرمایا۔
اے (جابر) عبد اللہ پر مت رو تو اُسے کیون روتا ہے اُسپر فرشتہ اس کے اُٹھنے تک اپنے
پرون کا سایہ کرتے رہین گے۔

ابی موسیٰ سے روایت ہے (بخاری کہتے ہین) مین گمان کرتا ہون وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہین کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مین نے خواب مین یہ دیکھا ہے کہ مین نے تلوار ہلائی تو
اس کا سینہ چر گیا تعبیر اُسکی وہ مصیبت ہے جو بروز اُحد مسلمانون کو پہنچی پھر (خواب مین)
مین نے اُسے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے بہتر ہوگئی اُسکی تعبیر فتح مکہ اور اجتماع
مومنین ہے جو ہمیں نصیب ہوا۔ اور فرمایا اسی خواب مین مین نے گائے کو

بھیجا کہ معاویہ بن مغیرہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔
بعض مورخون کا یہ خیال ہے کہ وہ راستہ نہیں بھولا تھا بلکہ وہ جان بوجھ کے چھپ گیا تھا چنانچہ دونون مذکور صحابہ نے اسکو اس مقام سے نکال کے قتل کر ڈالا۔

(ذبح ہوتے دیکھا اور دیہی دیکھا) کہ اللہ بہتر ہے اسکی تعبیر وہ مومن ہین جو اُحد کے دن شہید ہوئے تھے۔
خباب کہتے ہین ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے حال مین ہجرت کی کہ ہم اللہ کی محض مرضی کے خواستگار تھے اسواسطے اللہ پر (ازراہ فضل وکرم) ہمارا اجر لازم ہوگیا بعض ہم مین سے گزر گئے یا چلے گئے۔ (شک راوی ہے) اور اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا انہی مین سے مصعب بن عمیر ہین جو اُحد کے دن شہید ہوئے اور سوائے ایک چادر کے کچھ نچھوڑا جب ہم اُس سے اُنکے سر کو ڈھانکتے تھے تو اُن کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر ڈھانکتے تھے تو سر باہر نکلا رہ جاتا تھا رسول اللہ نے فرمایا اس چادر سے سر مصعب کا ڈھانکدو اور اس کے پیرون پر اذخر گھانس کر دو یا ڈالدو اور بعض ہم مین سے وہ ہین اُن کے پھل تیار ہوگئے اور وہ انھین چنتے ہین (یعنی فائدہ اُٹھاتے ہین)
کوہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اس کو عباس بن سہل نے ابی حمید سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔
قتادہ کہتے ہین مین نے انس سے سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ احد ایک پہاڑ ہے وہ ہمین دوست رکھتا ہے اور ہم اُسے دوست رکھتے ہین۔
انس بن مالک روایت کرتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے) کوہ احد دکھائی دیا آپنے فرمایا یہ احد ایک پہاڑ ہے ہمین دوست رکھتا ہے اور ہم اسے دوست رکھتے ہین یا اللہ مکہ کو ابراہیم نے حرام بنایا ہے مین مدینہ کو جو دو سنگستانون کے درمیان ہے حرام بناتا ہون۔
عقبہ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور شہداء احد پہ مثل نماز

اسکے متعلق واقدی نے مختلف الفاظ مین ذرا تفصیل سے بحث کی ہے جسکا خلاصہ ہم یہان درج کردیتے ہین وہ لکھتا ہے کہ جب معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص جو اس روز شکست کھا کے بھاگا تھا سیدھا منہ اٹھائے ہوئے آگے کیطرف نکلا چلا گیا اور مدینہ کے قریب رات کو سورہا جب صبح ہوئی تو مدینہ مین داخل ہوکے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مکان پر آیا اسوقت حضرت عثمانؓ مکان پر نہ تھے آپ کی بیوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اُمّ کلثوم نے فرمایا کہ عثمان یہان نہین ہین وہ حضور انور کی خدمت مین گئے ہوئے ہین معاویہ نے کہا کہ کسی آدمی کو بھیجکر انھین یہان بلا لو کیونکہ میرے پاس انکی امانت ایک اونٹ کی قیمت موجود ہے۔ اسی روپے کے دینے کے لئے مین ٹھیر گیا ہون ورنہ مین چلا جاتا۔ اُمّ کلثوم نے اُسیوقت آدمی بھیجدیا عثمان فوراً چلے آئے آپنے اسکی صورت دیکھتے ہی یہ فرمایا افسوس ہے تجھپر کہ تونے مجھکو بھی ہلاک کیا اور اپنی جان کو بھی ہلاکت مین ڈالا۔

جنازہ کی نماز پڑھی پھر ممبر کی طرف آئے اور فرمایا تمہارے واسطے درستی کرنے کیلئے آگے چلنے والا مین ہون اور مین تمپر گواہ ہون مین اسوقت اپنے حوض کیطرف دیکھ رہا ہون مجھے زمین کے خزانون کی یا زمین کی کنجیان دیدی گئی ہین اور مین بخدا اپنے بعد تمہارے شرک ہونے کا خوف نہین کرتا۔ لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہین تم دنیا کی محبت مین نہ پڑ جاؤ۔

جنگ مقام ارجیع کا بیان

(جو صفر ۴ھ مین ہوئی تھی) اور جنگ قوم رعل و ذکوان کا بیان جو مقام بیر معونہ پر (آخر ۳ھ مین) ہوئی ہے اور قوم عضل اور قارہ اور عاصم بن ثابت اور خبیب اور اونکے ساتھیون کا قصہ ابن اسحاق نے بروایت عاصم بن عمر بیان کیا کہ یہ واقعہ بعد جنگ احد کے ہوا۔

ابوہریرہؓ کہتے ہین رسول اللہ صلعم نے ایک جماعت جاسوسی کی (یعنی قریش کی خبر لانیکے واسطے) روانہ کی اور

کمبخت تو یہان کیون چلا آیا اسنے کہا اے فرزند عم تم سے زیادہ کوئی میرا قریب نہین ہے تم میرے بھائی ہو مین تمہارے سوا اور کس کے پاس جاتا اب تو مین چلا آیا میری لاج آپ کو ہے یہ سُنکے حضرت عثمانؓ نے اُسے گھر کے ایک کونے مین بٹھا دیا اور آپ واپس حضور انور کی خدمت مین امان مانگنے کے لئے حاضر ہوئے اس سے پہلے حضور انور یہ فرما چکے تھے کہ معاویہ مدینہ چلا گیا ہے اسے تلاش کر کے گرفتار کر لو لوگ اسے ہر جگہ تلاش کر چکے تھے مگر کہین پتہ نہ لگا تھا آخر بعض آدمی تلاش کرتے کرتے حضرت عثمان کے گھر پر پہنچے اور ام کلثوم سے دریافت کیا اُنہون نے کہدیا کہ ہان معاویہ ہمارے ہان موجود ہے ان لوگون نے اسے حصیر سے باہر نکال کے گرفتار کر لیا اور پھر حضور انور کی خدمت مین لا کے حاضر کیا جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ معاویہ گرفتار ہو کے آگیا ہے تو آپ نے یہ فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے حضور کو بحق مبعوث کیا ہے مین اسوقت صرف اسلئے حاضر ہوا تھا کہ آپ سے اس بات کا سوال کرون کہ اگر آپ اسکو امان دین تو اسے

انپر عاصم بن ثابت کو امیر بنادیا عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا ہین وہ سب چلے جبکہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچ گئے ہذیل کے ایک قبیلہ مین جنہین بنی لحیان کہتے تھے اُنکا ذکر کیا گیا اُنہون نے اُنکے پیچھے تقریباً سو تیر انداز روانہ کئے وہ اُنکا نشان ڈھونڈھتے ہوئے وہان تک پہنچے جہان یہ لوگ ٹہرے تھے اور وہانپر چھوارون کی گٹھلیان پڑی پائین جو مسلمان مدینہ سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ کافر بولے یہ کھجورین مدینہ کی ہین اُنکے قدمون کے نشانون پر چلے اور اُنھین جالیا جب عاصم اور اسکے یار آگے نہ بڑھ سکے تو ایک اونچی جگہ پر چڑھ گئے اور کافرون نے آکر اُنھین گھیر لیا اور کہنے لگے تمہارے واسطے عہد و پیمان ہے اگر تم ہمارے پاس آجاؤ گے تو ہم تم مین سے کسیکو نہ مارینگے۔ عاصم نے کہا مین کافر کے ذمہ و عہد پر ہرگز نہ اُترون گا یا اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال سے آگاہ کر دے۔ کافر اُنسے لڑے اور تیر مارے بالآخر عاصم مع چند آدمیونکے شہید ہو گئے۔ خبیب اور زید اور ایک اور شخص بچ رہے کفار نے ان تینون سے قول و قرار کیا۔ وہ تینون بعد عہد و پیمان اُن کے پاس چلے آئے جب کافر اُنپر قادر ہو گئے تو اُنکی کمان کے چلہ کھولکر اُنکی مشکین باندہ لین۔ تیسرا شخص جو ان کے ہمراہ تھا بولا یہ اُنکی پہلی عہد شکنی ہے اُسنے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا اُنھون نے

میرے لئے ہبہ کیجئے اور بخش دیجئے حضور انور نے معاویہ کو حضرت عثمان کے لئے ہبہ کر دیا اور اسے امان دی اور اسے تین دن کی مہلت دی اور فرمایا کہ اس مدت مین وہ کہین باہر چلا جائے اور اگر تین دن کے بعد وہ یہین رہا تو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمان یہ سُنکے بہت خوش ہوئے آپ اُسی وقت وہان سے اُٹھے اور معاویہ کے لئے ایک اونٹ خریدا اور کل سامان مہیا کر دیا اور معاویہ سے کہا کہ تو اونٹ پر بیٹھ کر کہین چلا جا چنانچہ وہ اونٹ پر بیٹھ کے کسی طرف چلا گیا اور اسکے بعد حضور انور حمراء الاسد کیطرف روانہ ہو گئے اور آپ کے ہمرکاب حضرت عثمان بھی تھے معاویہ پر خبر نہین کیا بنی کہ وہ صدور عقیق سے آگے نہین بڑھا چوتھے روز حضور انور نے فرمایا کہ معاویہ ابھی حدود مدینہ ہی کے اندر ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دو یہ سنتے ہی زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر اس کی تلاش مین چلے چنانچہ ان دونون نے اسے مقام جار مین پکڑ لیا اور اسی وقت اسے قتل کر ڈالا۔ اور حضور انور کو آکے خبر دی۔ بعض کا

اُسے کھینچا اور اُن (دونون) کے ہمراہ لیجانیکی بہت کوشش کی وہ نہ مانا (آخر) کافرونے اُسی مار ڈالا خبیب اور زید کو لیجا کر مکہ مین بیچ ڈالا۔ خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹون نے خرید لیا خبیب نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا (غرض دونون) خبیب اُن کے پاس قید رہا جبکہ اُنہون نے اُسکے مارنے پر اتفاق کیا (اسوقت) خبیب نے حارث کی بیٹی سے زیر ناف بال صاف کرنیکو اُسترا مانگا اس نے دیدیا وہ کہتی ہی میرا ایک ننھا سا بچہ میری غفلت سے خبیب کے پاس چلا گیا خبیب نے اُسے اپنے زانو پر بٹھا لیا جب مین نے اُسے دیکھا تو مین اس سے ایسی گھبرائی کہ خبیب بھی اُسے تاڑ گیا اور خبیب کے ہاتھ مین اُسترا تھا اُسنے (مجھ سے) کہا کیا تجھے یہ ڈر ہے مین اُسے مار ڈالون گا انشاء اللہ مین ہرگز ایسا نہ کرونگا وہ عورت کہتی ہے مین نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہین دیکھا (کیونکہ) مین نے اُسے انگور کے خوشے کہاتے ہوئے دیکھا حالانکہ اُسوقت مکہ مین میوہ (بالکل) نہ تھا اور وہ لوہے سے جکڑا ہوا تھا اور اللہ کی دی ہوئی روزی تھی جو خبیب کو (بطور خرق عادت) دیگئی تھی جب اُسے حرم سے نکالکر مارنے کیواسطے لے گئے اُسنے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ مین دو رکعت نماز ادا کر لون پھر (نماز پڑھکر) اُن کی طرف پھر کہنے لگا بخدا اگر تم میرے اس فعل کو موت سے ڈرنے کا حیلہ اور بہانہ جانتے تو

بیان ہے کہ وہ شنبہ السریدین پکڑا گیا تھا یہ مقام مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں وہ زخمی ہو کے گرفتار ہوا تھا قتل نہیں کیا گیا تھا مگر بعد از ان اپنے زخموں کی وجہ سے مر گیا۔

اس کے بعد حارث کا واقعہ ہے جسے بنی خزرج کے ایک سردار کے قتل پر سزائے موت دیگئی تھی اس قتل پر اگرچہ پہلے لڑائی بھی ہو چکی تھی مگر قاتل بچا ہوا تھا اور کوئی قانون اس سے انتقام قتل نہیں لے سکتا تھا اس قتل کے متعلق پہلے بڑی تحقیق کی گئی آخر حارث پر قتل کا الزام ثابت ہوا حضور انور حمراء الاسد سے واپس بلندی مدینہ کیطرف تشریف لے گئے آپ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنے کے بعد آپنے پہلے اس مقام کے سرداروں کا سلام لیا اور پھر آپنے بنی اوس کے سردار کو بلا کے یہ فرمایا کہ حارث کو مسجد کے دروازے کے پاس لیجا کے سزائے موت دی جائے اس شخص نے رحم کی درخواست کی مگر چونکہ قتل کا جرم اس پر عائد ہو چکا تھا اس لئے اس کی درخواست نامنظور ہوئی چنانچہ وہ فوراً قتل کر ڈالا گیا۔ غنیمت ہے کہ سر ولیم میور نے بھی اس قتل کو بہت ہی انصافانہ لکھا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ واقعات تاریخ اور روایتین

مین اور زیادہ پڑہنا جسنے وقت قتل نماز کا طریقہ جاری کیا وہ خبیب ہی پھر خبیب نے بددعا کی یا اللہ انھین گن لے (ان مین سے ایک کو نہ چھوڑیو) پھر یہ کہا "ما ان ابالی حین اقتل مسلما + علی ای شق کان اللہ مصرعی + وذالک فی ذات الالہ وان یشائہ یبارک علی اوصال شو ممزع + یعنی جبکہ مین مسلمان شہید کیا جاتا ہون مجھے کچھ پروا نہین جس کروٹ پر اللہ کی راہ مین پچھاڑا جاؤن (اور کیون نہو) یہ تو قتل خدا کی راہ مین ہے وہ اگر چاہے ہر عضو کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے اور بند بند پر ثواب دے سکتا ہے۔

پھر عقبہ بن حارث نے اُسے شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور قریش نے عاصم کیطرف کسیکو بھیجا تاکہ وہ عاصم کے بدن کی کوئی چیز (کاٹ) لائے جس سے لوگ پہچان لین (کہ عاصم مارا گیا) عاصم نے بدر کے دن کفار کے ایک بڑے سردار کو مارا تھا اللہ عزوجل نے بھڑون کو سائبان کے طور پر عاصم (کی حفاظت) کیواسطے بھیجدیا اور بھڑون نے عاصم کی کفار سے نگہبانی کی اسواسطے کافر اسکے کسی عضو (کے کاٹنے) پر قادر نہ ہو سکے۔

اس بات کی شہادت دے رہی ہین کہ حارث کا قتل کرنا محض انصاف پر مبنی ہی اگر سر ولیم میور نہ صرف حارث کے بلکہ ہر شخص کے قتل پر نظر کر لتے اور تعصب سے کام نہ لیتے تو انھین کھلجا تا کہ کوئی قتل ظالمانہ طور پر نہین کیا گیا۔ جو نازک حالت حضور انور کی تھی اور جو سازشین آپ کے خلاف کی جاتی تھین اگر تھوڑی دیر کے لیے معترض خیال ہی خیال مین اپنی وہی نازک حالت قرار دیکے اس بات کو سوچے کہ اگر اس مقام پر وہ اُس حالت ہن مین ہون تو اپنے مخالفون کے ساتھ کیا کرون اسوقت اسے جو کچھ سوجھے گی انصاف کی سوجھے گی اس کے علاوہ موجودہ سلطنتون کا طرز عمل دیکھ کے بھی انسان سبق حاصل کر سکتا ہے کہ خفیف سے جرم مین شہر کے شہر توپچان ٹیکی نذر کر دیئے جاتے ہین اور آناً فاناً مین سینکڑون کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

" ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا "

اُحد کے شہداء

سر ولیم میور متوفی نے جہان مسلمانون کے خیالات۔ عقائد اور اقوال پر نکتہ چینیان کی ہین وہان شہداء اُحد کی نسبت بھی وہ چوٹ کرنے سے باز نہین رہے وہ لکھتے ہین کہ حضور انور سال مین ایک دفعہ شہدائے اُحد کی قبرون کی زیارت کیلیے تشریف لیجاتے تھے اور انپر رحمت بھیجتے تھے اور یہان تک مسلمانون کے خیال مین یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ مُردے بھی سلام کا جواب دیتے ہین۔ میور صاحب لکھتے ہین کہ نصف صدی کے گزرنے کے بعد عجیب وغریب روایتین شہدائے اُحد کی نسبت زبان زد خلائق ہو گئین۔ ایک روایت تو یہ ہی کہ ایک دفعہ پانی کا بہت سخت طوفان آیا یہانتک کہ شہداء کی قبرین پانی مین بہ گئین لوگون نے دیکھا کہ سب شہداء اس طرح پر پڑے سو رہے ہین جیسے کوئی زندہ آدمی آرام کی نیند سوتا ہے اور دیکھنے والون نے یہ بھی دیکھا کہ تازہ خون شہیدون کے زخمون سے بہ رہا ہے۔ دوسری روایت میور صاحب نے یہ بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے اُحد مین ایک نہر کاٹنی چاہی تو

لوگون نے اُن سے کہا کہ یہ نہر شہدا کی قبرون مین سے ہو کر گزریگی امیر معاویہ نے
اسپر حکم دیا کہ قبرین کھود کر کل شہید نکال لئے جاین اور وہ دوسرے مقام پر دفن
کر دیئے جائین چنانچہ قبرین کُھدین اور ایک ایک شخص نے ایک ایک شہید کو اپنے
کندہے پر اُٹھالیا ان شہیدون کے جسم بالکل تازہ تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ میٹھی نیند
سو رہے ہین - قبرین کھودنے مین ایک شخص کی کُدال امیر حمزہ کی پنڈلی مین لگ
گئی تھی جسوقت اُنھین باہر نکالا ہے تو پنڈلی سے خون جاری تھا یہ حکایتین لکھ کر
سر ولیم میور نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ مسلمانون نے کہانیان اس لئے تراشی تھین
کہ سپاہیون یا عام مسلمانون کو کافرون سے لڑنے کا جوش ہو اور وہ شہادت کو ایک
اعلےٰ درجہ کا مرتبہ خیال کرین ۔

میور صاحب کا یہ خیال کئی پہلوؤن سے غلط ہو اول تو یہ کہ وہ اس قسم کی کوئی کہانی
پچاس برس پہلے کی بیان نہین کرتے اور پچاس برس کے عرصہ مین مسلمانونکی فتوحات
نے شام کل ایران اور افریقہ کے بڑے حصہ کو زیر نگین کر لیا تھا جب مسلمانونکی فتوحات
اسقدر بڑھ گئی تھین اور شایستہ دنیا کا بڑا حصہ وہ فتح کر چکے تھے پھر ان سپاہیون
کو جوش دینے کے لئے ایسی کہانیون کی کیا ضرورت تھی دوسرے یہ کہ وہ صریح روایتین
جن کی اسناد موجود ہین میور صاحب کے خیال مین ہمیشہ غلط ثابت ہوتی ہین اور
وہ مسلمانون کی صحیح سے صحیح روایت پر جو اُن کے مطلب کے خلاف ہو بغیر قدح کئے نہین
رہتے یہانتک کہ اُنھون نے صحیح بخاری کی کل حدیثونکو اپنے زعم مین غلط ثابت کر دیا
ہے پھر سمجھ مین نہین آتا کہ اُنھون نے ان دو حکایتونکو کیونکر صحیح تسلیم کر کے اُن سے اپنا
مطلب نکالنا چاہا ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی تسلیم کر لین کہ ان کی یہ روایتین
صحیح بھی ہین تو کوئی بات اس مین عقل کے خلاف نہین معلوم ہوتی اگر وہ طبقات الارض
کے علم سے باہر ہوتے تو کبھی اس قسم کا لچر پوچ اعتراض نہ کرتے ہر زمین کی تاثیر علیحدہ
ہوتی ہے بعض ملکون کی زمینون مین تو یہ تاثیر ہوتی ہے کہ مردہ قبر مین رکھنے کے تین چار
دنکے بعد سڑ جاتا ہے جیسے ہندوستان کی زمین ہے - کہ یہان بڑے حصہ کی یہی کیفیت ہے

مگر بغداد وغیرہ کیطرف اس قسم کی زمینین موجود ہین جن مین قوت جاذبہ ایسی ہے
کہ مُردے کے جسم کی ساری رطوبت وہ اپنے مین جذب کرلیتی ہے اور ان زمینو نکے
مُردے اگر سالہا سال کے بعد قبرون مین سے اُکھیڑے جائین تو بظاہر انکی جسمانی حالت
مین کسی قسم کا فرق نہین معلوم ہوتا اب رہا یہ واقعہ کہ امیر حمزہ کے پیر مین کلہاڑی لگی اور
اس سے خون بہتا ہوا معلوم ہوا خلاف قیاس نہین ہے جسکا بیّن ثبوت مہدی کی
لاش سے ہوتا ہے جسے افریقہ مین لارڈ کچنر نے کھود کے نکالا اور اُسکا سر قلم کیا مہدی
کا جسم بالکل اصلی حالت مین پایا گیا گویا کہ ابھی دفن ہوا ہی اور جسوقت سر کاٹا گیا تو برابر
خون بہا جس کی شہادت خود لارڈ کچنر نے دی حالانکہ مہدی کو مرے ہوئے اور دفن
ہوئے کئی سال گزر گئے تھے ۔ مذہبی خیال سے اگر اس واقعہ کو دیکھا جائے تو اس سے
یہ نتیجہ آسانی کے ساتھ اخذ ہو سکتا ہو کہ نیک بندون کے اجسام خراب نہین ہوتے اور
وہ اپنی اصلی حالت پر رہتے ہین زمین کی گرمی اور ہوا کا بند ہونا انھین کسی قسم کا نقصان
نہین پہنچا سکتا مگر جو لوگ مذہبی نہین ہین وہ علوم جدیدہ کے اصول سے اسکے اسباب
کچھ نہ کچھ علیٰحدہ پیدا کرلین گے وہی اسباب ہم امیر حمزہ کے متعلق پیش کر سکتے ہین پھر بھی
کوئی تعجب کی بات نہ ہوئی ان سب وجوہات پر غور کرکے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ
سر ولیم میور کی نکتہ چینیان منہ کے بل گر پڑین ۔

اسکے بعد میور صاحب نے اُحد کی شکست کے متعلق کچھ باتین بتائی ہین مگر چونکہ
اسکا مفصل ذکر گزشتہ صفحون مین ہوچکا ہے اس لئے یہان اسکا اعادہ کرنا ہم غیر ضروری
سمجھتے ہین ۔

حضور انور صلعم کی دعوت

اُحد کی جنگ کے بعد حضور انور کی دعوت سعد ابن ربیع کی بیوہ نے کی سعد اُحد مین
شہید ہوگئے تھے اور سعد کا باپ بنی خزرج کے قبیلہ کا ایک شیخ تھا اسوقت سعد کی ایک
بیوہ تھین اور دو لڑکیان تھین مگر سعد کے بھائی نے ملکی قانون کے بموجب سعد کی کل جائداد منقولہ

اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لیا تھا بیچاری بیوہ بہت ہی غمگین تھین اور چاہتی تھین کہ اپنے
شوہر کی جائداد مین سے اسے بھی حصہ ملے اسنے حضور انور کی مع صحابہ کیساتھ دعوت کی
آپنے اسکی دعوت قبول فرمالی اور آپ وقت مقررہ پر اسکے مکان پر جہان کھجورون کے
درخت بہت سے لگے ہوئے تھے اور چشمے بہتے تھے. میزبان نے چادرونکا فرش کیا تھا
جہان آپ معہ اپنے صحابیون کے تشریف فرما ہوئے آپنے بیوہ سے نہایت مہربانی کیساتھ
باتین کین اور اُسکے بہادر شوہر کا ذکر کیا. بیوہ اور اُسکے ساتھ کی عورتین پھوٹ پھوٹ کی
رونے لگین حضور انور کی مبارک آنکھون سے بھی آنسو جاری ہوگئے. آخر کھانا چنا گیا اور حضور
انور نے معہ صحابہ کے کھانا تناول فرمایا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو بیوہ اُٹھ کھڑی ہوئی
اور اس نے یہ بیان کیا کہ سعد جیسا کہ آپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہین اُحد مین شریک ہوچکا ہے
اسکے بھائی نے اُسکی کل میراث دبالی ہے. اب میرے پاس کچھ بھی نہین رہا ہے مین اپنی کیونکر پرورش
کرونگی اور ان دو لڑکیون کی کسطرح شادی کرونگی اسپر حضور انور نے یہ ارشاد کیا کہ خداوند
تعالی میراث کے متعلق فیصلہ کردیگا ابھی تک مجھے کوئی حکم میراث کی بابت نہین ملا ہے
جب مین اپنے گھر چلا جاؤن تو تم میرے پاس پھر کسی وقت آنا آپ جسوقت دولت کدہ
پر پہونچے تھوڑی دیر کے بعد جب آپ اپنے صحابہ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک وحی نازل
ہونیکی علامتین آپکی صورت سے معلوم ہونے لگین اور آپکی مبارک پیشانی سے پسینہ کے قطرے
موتیون کی طرح ٹپکنے لگے جب یہ حالت طاری ہوچکی تو آپنے فوراً حکم دیا کہ سعد کی بیوہ
اور سعد کے دونون بھائیونکو بلایا جائے وہ فوراً حضور انور کیخدمت مین حاضر ہوئے آپنے
سعد کے بھائیونکی صورت دیکھتے ہی یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تمہارا بھائی چھوڑ گیا ہے اسمین سے
دو تہائی تو ان لڑکیون کو دو اور اسمین سے ایک آٹھوان حصہ اس بیوہ کا ہے اور باقی
تم لیلو یہ سنتے ہی بیچاری بیوہ مارے خوشی کے پھول گئی اور اس نے بڑے جوش سے
پکار کے کہا. اللہ اکبر اللہ اکبر.

گویا اس حصہ کو میراث کے قانون کا شانِ نزول سمجھنا چاہئے اس تسلیم کرنے مین کچھ مضائقہ
نہین ہے کہ قرآن مجید کا نزول اوقاتِ مختلفہ مین ہوا ہے جیسی ضرورت پڑتی گئی قرآن مجید

نازل ہوتا گیا اسکی آیتوں یا احکام کے شان نزول کے متعلق علما مین بہت بڑا اختلاف ہے کوئی کسی آیت کا شان نزول کچھہ بتاتا ہے اور کوئی کچھہ مگر مسلمانون کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو قرآن مجید اسوقت ان کے ہاتھ مین ہے یہ لوح محفوظ مین جون کا تون موجود تھا جب پہلے سے ایک شے مرتب ہو چکی تھی اور پھر وہ پارہ پارہ ہو کے دنیا مین ظاہر ہوئی تو اُس کے لئے کسی شان نزول کا مقرر کرنا کچھہ زیادہ ضروری نہین معلوم ہوتا اب جیسے میراث ہی کے متعلق اوپر بیان ہوا ہے کہ ایک شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس قسم کے جھگڑے میراث کے تو کل شہر ارکے گھر مین اُٹھے ہونگے اسلئے کہ جب ملک کا قانون یہ تھا کہ لڑکیان اور بیویان اپنے باپ اور شوہر کی میراث سے محروم کر دی جاتی تھین تو سب سے زیادہ یہ مصیبت سعد کی بیوہ ہی کو کیون محسوس ہوئی اور لوگون کو بھی محسوس ہونی چاہئے تھی لہذا یہ نہین کہا جا سکتا کہ ایک شخص کو کوئی ضرورت محسوس ہوئی اور اُسکے لئے آسمان سے ایک قانون نازل ہوا اور اس قانون نے اپنے دائرے مین ان لاکھون آدمیونکو محاط بنالیا جنھین وہ ضرورت کبھی محسوس نہین ہوئی تھی اور اس قانون کی بنیادین ایسی مضبوط کی گئین کہ قیامت تک خدا کی مخلوق کا ایک بڑا حصتہ اسپر قایم رہنے کے لئے مجبور کر دیا گیا یہ بات کسی طرح بھی سمجھہ مین نہین آتی ہم قرآن کے قوانین کو ہنگامی نہین مانتے کہ ہم ان کے لئے شان نزول تجویز کرتے پھرین بلکہ ہمارا یقین اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یکے بعد دیگرے قرآن مجید کے مستقل قوانین کی اشاعت لوگون مین دیگئی اور اسے انسان کی زندگی کا ایک غیر فانی دستور العمل بنا دیا ایسی روایتین ہمین بہت سی ملتی ہین جنمین یہ لکھا ہوا ہی کہ فلان مقام پر آنحضرت تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے آپسے کچھہ سوال کیا اُسوقت آپ خاموش ہو رہے لیکن پھر آسمان سے اسکا جواب آگیا یہ روایتین ممکن ہے کہ صحیح ہون مگر قرآن کے مستقل قوانین کے مقابلہ مین انکی صحت و غیر صحت کچھہ فائدہ نہین دیتی میراث کی آیت کا شان نزول جو ہم نے اوپر لکھا ہی یہ میور صاحب کی لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ - اور ۱۹۷ سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہین کہ

ہیں نے یہ روایت واقدی صفحہ ۲۲۰ - اور کاتب الواقدی ۲۰۲ سے نقل کی ہے
مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں جب اسکا مفصل حال موجود ہے پھر واقدی
جیسی ضعیف کتاب سے اُنھوں نے یہ روایت کیوں نقل کی غالباً اس روایت کے
نقل کرنے سے میور صاحب کا بہت بڑا منشاء یہ ہوگا تاکہ ناظر کتاب اسبات کو
سمجھ لے کہ سعد کی بیوہ نے آنحضرت کی دعوت کرکے آپسے اپنی تائید میں فیصلہ
کرالیا بس سوائے اسکے میور صاحب کا اور کوئی مطلب معلوم نہیں ہوتا ہم صحیح بخاری
کی وہ روایت نقل کردیتے ہیں جنھیں آیت میراث کا شانِ نزول قرار دیا گیا ہے اور جس
روایت میں سعد کی بیوہ والی روایت کا اشارہ بھی نہیں ہے - وہ روایت صحیح
بخاری کی حسب ذیل ہے -

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف
لائے (جسوقت آپ آئے) تو میں بیہوش تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا
اور وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا جس سے میں ہوش میں آ گیا اور میں نے
عرض کیا کہ حضور میں اپنے مال کو کیا کروں اور کیونکر تقسیم کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ آیت میراث (یوصیکم اللہ الخ) نازل ہوئی -

---

نوان باب

جنگ اُحد کے بعد واقعات بنی نضیر تک

۴ہجری مطابق ۶۲۵ء

مکہ کے قریش اس معمولی کامیابی سے جو انھین احد مین ہوئی تھی بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ ابو سفیان جس وقت مکہ مین داخل ہوئے تھے گھر جانے سے پہلے کعبہ مین آیا جہان اُس نے اپنا سر منڈوایا اور بُت کا شکریہ ادا کیا اور جو لوگ اس کے ساتھ عہد کر کے گئے تھے اُنھون نے بھی یہی کیا۔ ادہر اطمینان کی یہ کیفیت تھی کہ مدینہ ایک عرصہ تک قریشیون کے حملہ سے بیخوف ہو گیا تھا۔

دو اخیر کے مہینے ذالحجہ کے نہایت ہی اطمینان اور امن سے گذر گئے تھے مگر چوتھی سال ہجری کے آغاز مین حضور انور کے گوش مبارک مین یہ خبرین پہنچین کہ مختلف حصّہ ملک مین عربی قبائل آپ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین قبیلہ بنی اسد جو قریشیون سے گھٹا ہوا تھا نجد مین کتین پہاڑی کے پاس بود و باش رکھتا تھا حضور انور نے یہ سنا کہ اس قبیلہ کا بڑے سردار طلحہ نے اونٹ سوارون کا ایک رسالہ جمع کیا ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ (حضور انور نے) یہ سنتے ہی ابو سلمہ کی ماتحتی مین ڈیڑہ سو آدمیون کا ایک دستہ جن مین انصار اور مہاجر دونون شریک تھے روانہ کیا اور یہ حکم دیدیا کہ دوسرے راستہ سے سفر کرنا شب کو چلنا اور رات کو کسی مقام پر محفوظ بیٹھے رہنا اور اس ترکیب سے بنی اسد پر حملہ آور ہونا کہ انھین تمہارے حملہ کی خبر نہ ہو اتفاق سے یہ چھوٹی سی مہم اونٹون کے ایک بڑے گلّہ سے مقابل ہوئی اس گلہ پر فوراً حملہ کیا گیا اور کل اونٹون کو گرفتار کر لیا گیا تین اونٹ والے بھی گرفتار ہوئے حملہ آورون نے قاعدے کے مطابق حضور انور کا حصہ علیحدہ کر کے مال غنیمت کو نو آپس مین تقسیم کر لیا اگرچہ بنی اسد کو یہ ساری کیفیت معلوم ہو گئی تھی مگر اسوقت یہ کام اُن کے قابو سے نکل چکا تھا وہ خاموش ہو گئے اور کسی آیندہ بہتر موقع کا انتظار

کرنے لگے بنی اسد کا یہ سردار جسکا اوپر ذکر ہوا وہ شخص ہے جس نے بعد ازان حضور انور کے مقابلہ مین پیغمبری کا دعوےٰ کیا۔

سُفیان بن خالد کا قتل

مکہ کے گرد و نواح مین ایک اور قبیلہ آباد تھا جسکا سردار سفیان بن خالد تھا اس نے چاہا کہ اُحد کی فتح کو کمال پر پہنچانے کیلئے مدینہ پر حملہ کیا جائے حضور انور نے جب یہ سنا کہ یہ شخص مکہ کے قریشیون کو بھی اپنے ساتھ ورغلا رہا ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ کر کے اپنی فتح کی تکمیل کر لین حضور انور نے فوراً عبد اللہ ابن انیس کو چند ہدایتین فرما کے اسکے قتل کے لئے روانہ کیا محض اس خیال سے کہ ایک شریر النفس شخص کا قتل ہزارون بیگناہون کی جان بچا دے گا عبد اللہ نے یہ عرض کیا کہ مین سفیان بن خالد کو نہین پہچانتا نہ مین نے اُسے کہین دیکھا آپ اُسکی شکل و شباہت بتا دیجئے تو مین اُسے پہچان لون حضور انور نے اُسکا پورا نقشہ بتا دیا اور عبد اللہ کو رخصت کر دیا عبد اللہ تنہا روانہ ہوئے اور بطور والنٹیر کے اس کے ساتھ شریک ہو گئے اور اپنا موقع تاکتے رہے ایک دن وہ اپنے خیمہ مین بیٹھا ہوا تھا اور رات ہو گئی تھی سفیان کے کل دوست اِدہر اُدہر پڑ کے سو رہے تھے چنانچہ انیس کے بیٹے نے سفیان کا سر کاٹ لیا اور بغل مین مار کے آپ روانہ ہو گئے وہان اس کی کسیکو خبر نہ ہوئی تھی بڑی دیر کے بعد جب لوگ اُٹھے اور انھین معلوم ہوا تو وہ عبد اللہ کے پیچھے دوڑے مگر عبد اللہ اُن کی زد سے نکل چکے تھے جس وقت عبد اللہ مدینہ مین آئے ہین تو حضور انور مسجد مین تھے حضور انور نے عبد اللہ کو مبارکباد دی اور پوچھا کیا ہوا عبد اللہ نے اُسیوقت سر نکال کے حضور انور کے قدمون پر رکھدیا یہ دیکھکر حضور انور بہت خوش ہوئے اور آپنے اُسی وقت اپنا عصا بطور تحفہ کے عبد اللہ کو دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن جبکہ تمام مخلوق کے پاس سہارے کی کوئی چیز روانہ نہین ہونیکی یہ عصا تجھے سہارا دیگا عبد اللہ اس عطیہ سے اسقدر خوش ہوئے کہ وہ کسی وقت اُسے اپنے پاس سے جدا ہی

یہ کرتے تھے اور مرنے سے پہلے اُنھون نے یہ وصیت کر دی تھی کہ اس عصا کو میرے ساتھ قبر مین دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ عصا اُن کے ساتھ قبر مین دفن کر دیا گیا۔

سفیان کے قتل ہونے سے وہ مجمع جو مکہ کے قریب ہو رہا تھا منتشر ہوگیا۔ ہمارے ولیم میور صاحب نے اپنی حسب عادت اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ مین سفیان کے قتل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت کی شان سے ایسے فریب اور دغا بازی سے قتل کرانا بعید تھا اور وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ حضور انور رسول خدا کو اس بات کی شکایت کا حق حاصل نہین ہے کہ ان کے متعدد اصحاب اسکے بعد نہایت بے رحمی سے مکہ مین قتل کر ڈالے گئے یہان میور صاحب متوفی نے اپنی ایک آنکھ بند کر کے صرف ایک ہی آنکھ سے دیکھا ہے مکہ مین مسلمانون کا بے رحمانہ قتل سفیان کے قتل سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتا سفیان وہ شخص تھا جو سینکڑون آدمیون کی جانین ہلاک کرنے کے لئے قبائل کو ورغلا رہا تھا ایسے شخص کا اخلاقاً قانوناً ہر طرح سے قتل واجب ہی جس کے قتل سے ہزارون جانین بچتی ہین۔ مگر یہ پانچ چھ صحابہ جو رسول خدا نے مکہ کی طرف بھیجے تھے شورش پھیلانے اور کسی قبیلہ کو ورغلانے کے لئے نہین روانہ کئے تھے بلکہ اُن کا منشا یہ تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبائل جن کا رجحان اسلام کی طرف معلوم ہوتا تھا اگر ممکن ہو تو مسلمان کر لئے جائین مگر ظالم قریشون نے جس کا بیان آگے آئے گا نہایت بے رحمی سے اُنھین قتل کر ڈالا کاش میور صاحب انصاف کی نظر کے ساتھ دونون آنکھون سے دیکھتے تو انہین سفیان اور صحابائے رسول کے قتل مین بہت بڑا فرق معلوم ہوتا۔

اس قتل کا مفصل حال یہ ہے کہ چند شریر قبائل نے آپس مین گٹھ جوڑ کر کے حضور انور کے پاس نہایت فریب سے یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے قبیلہ کے کل آدمی مسلمان ہو گئے ہین اب صرف اسکی ضرورت ہے کہ آپ چند صحابہ انکے پاس بھیجین تا کہ وہ احکام اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم ہماری قوم کو کر دین۔

یہ لوگ عاصم کے باپ کے گھر مین آکے اُترے اور بہت ہی محبت کا برتاؤ کر رکھا تھا اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ہان آؤ تو تمہاری بہت خاطر مدارات کی جائے اور تم سے بہت کچھ ہمین شرف حاصل ہو۔ آخر حضور انور نے ان کے کہنے سے دس آدمی انکے ساتھ بھیجنے کیلئے انتخاب کئے ان مین سات شخص وہان جانے کے لئے تیار ہوئے جنکے نام یہ ہین۔ عاصم بن ثابت۔ مرثد بن ابی مرثد۔ خبیب بن عدی۔ عبداللہ بن طارق خالد بن البکیر۔ معتب بن عبیدہ۔ زید بن وشنہ۔ غرض حضور انور کے حکم سے یہ لوگ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سازشی لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ جب یہ سارا گروہ ہذیل پر پہونچا تو شریرون مین سے ایک شخص چپکے سے نکلکے اپنے قبیلہ کی طرف چلدیا اور سفیان بن خالد کو خبر دی کہ شکار ہم لے آئے ہین اور وہ قریب آگیا ہے۔ چنانچہ سفیان بن خالد بائیس مسلح آدمی ساتھ لیکے انپر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ مخبر جس نے اُسے آکے خبر دی تھی۔ اس ہتیار بند دستہ کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہان تک کہ دونون گروہون کا مقابلہ ہوگیا۔ اب مسلمانون کی آنکھین کھلین اور وہ سمجھ گئے کہ ہمین دہوکہ دیا گیا ہے اور ہم نرغہ مین پھنس گئے ہین چنانچہ خالد بن البکیر نے عاصم سے کہا تیرے مہمانون نے ہمین فریب دیا ہے۔ عاصم نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر ضرور لڑنا چاہئے اور یہ بسانا اپنے کو اُن کے حوالہ نہین کرنا چاہئے۔ یہ سُنکے ساتون مسلمان تیار ہو گئے۔ مخالفون نے دیکھا کہ ہمارا افسون کُھل گیا اُنھون نے دوسری چال چلنا شروع کی اور کہنے لگے ناحق تم اپنی جانون کو ہلاکت مین ڈالتے ہو اپنے ہتیار ہمارے حوالہ کر دو ہم تمھین عہد و پیمان لیکے چھوڑ دینگے۔ عاصم نے کہا کہ یہ بھی انکا فریب ہے مین زندہ گرفتار نہین ہونیکا۔ مین اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کرتا ہون اور جب تک زندہ ہون نہ کسی کافر کی امان منظور ہے اور نہ کسی کافر کے ہاتھ مین ہاتھ دینا منظور۔ یہ کہکے عاصم نے تیر مارنے شروع کئے یہانتک ترکش خالی ہوگئی پھر نیزہ سے جنگ کی نیزہ بھی ٹوٹ گیا پھر عاصم نے قاضی الحاجات کے حضور مین دعا کی بار خدایا مین تیرے دین کی حمایت مین اپنی جان قربان کرتا ہون

تو بیرے جسم کی قتل کے بعد بے حرمتی ہونے دیجیو یہ دعا اس لئے مانگی گئی تھی کہ سلافہ ابی طلحہ کی جورو نے یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لے آئیگا اُسے اتنے اونٹ دیے جائینگے اور یہ قسم کھائی تھی کہ مین اسکے کاسئہ سر مین شراب پیا کرون گی۔ جب عاصم نے شہادت پائی تو مشرکون نے اس کا سر اُتارنا چاہا کہ وہ اس سر کو سلافہ کے پاس لیجائین اور اس سے اونہون کا اور موعود مال و دولت کا انعام لین جب وہ سر کاٹنے لگے تو یکایک بہت سی بھڑین نمودار ہوئین اور جن لوگون نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تھا انکو لپٹنے لگین مشرکون نے آپس مین یہ مشورہ کیا کہ اسوقت خاموش ہوجانا چاہیئے رات کو جب یہ سب بھڑین غائب ہوجائین گی تو ہم سر کاٹ لین گے چنانچہ رات کو اتفاق سے ایسا طوفان آیا کہ عاصم کی لاش پانی مین بہ کے کہین چلی گئی (ہشامی صفحہ ۲۷۵۔ کاتب الواقدی صفحہ ۱۰۹۔ واقدی صفحہ ۳۴۷)

میور صاحب نے حسب عادت اپنی اس روایت کا مضحکہ اڑایا ہے حالانکہ یہ بات ناممکن الوقوع اور خلاف فطرت نہین ہے قرین قیاس ہے کہ اسکے قریب پہاڑ کی کسی کھوہ مین بھڑونکا کوئی چھتہ ہو اور کسی صدمہ سے وہ ٹوٹ گیا ہو اور بھڑین اُڑنے لگی ہون بھڑونکا قاعدہ ہے کہ جب انکے چھتے کو چھیڑا جاتا ہے تو وہ پاس کے آدمیون کو لپٹ جاتی ہین۔ اسی طرح شب کو مینھ کا طوفان آنا بھی ممکن اور قرین قیاس ہے چونکہ پہاڑ کے دامن مین یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے یہ دونون باتین ممکن الوقوع ہین مذہبی خیال کے لوگ ہمیشہ ایسے ناگہانی امور پر خداوند تعالے کے جلال اور اُسکی قدرت کا انحصار رکھ کے اسکے عجائب وغرائب مظاہر کا تماشہ دیکھتے ہین جبکہ خود انجیل مین حضرت مسیح کے صلیب پانیکے وقت مافوق الفطرت باتون کا ظہور لکھا ہے پھر سمجھ مین نہین آتا کہ ان دو باتون کے متعلق کیون تعجب کیا گیا ہو۔

دس صحابہ مین سے سات تو شہید ہوگئے اور تین پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے تھے جن کا نام یہ ہو۔ خبیب بن عدی۔ عبد اللہ بن الطارق۔ اور زید قریشیون نے ان تینون صحابہ سے یہ کہا کہ ہم تمھین قتل نہین کرینگے تم نیچے چلے آؤ۔ چنانچہ قریشیون نے نہایت ہی بے ایمانی سے اپنے باطل معبودونکی قسمین کھائین اور انھین اچھی طرح یقین دلادیا غرض اس عہد وپیمان کے

بعد یہ تینون اصحابِ رسول پہاڑ سے نیچے آگئے اور معاہدہ کے مطابق اپنے ہتیار مخالفون کے حوالے کر دیئے جب قریشون کے ہاتھ مین مسلمانون کے ہتیار آگئے اُنہون نے فوراً اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور اُن کی مشکین باندہنے لگے طارق نے جب دیکھا کہ ان لوگون نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی تو اُنھون نے نہایت جوش اور چالاکی سے ایک مشرک کی تلوار چھین لی اور اسپر حملہ کیا مگر اسی اثنار مین قریشون نے اس زور سے کئی پتھر طارق کے سر پر مارے کہ فوراً وہ شہید ہوگئے۔ پھر خبیب اور زید کو جکڑ بند کر کے مشرک مکہ مین لے آئے اور اُنھین بیچ ڈالا۔ مول لینے والے نے ان دونون مظلمون کو قید کر دیا اور جب ماہِ حرام گزر گیا تو قریش ان دونون کو موضع تنعیم مین لے گئے جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر جانب شمال و غرب واقع ہے وہان جب ان بیگناہون کو قریش سولی دینے لگے تو خبیب نے مشرکون سے یہ کہا کہ تم مجھے صرف دو رکعت نماز پڑہنے کی فرصت دیدو مشرکون نے اجازت دیدی خبیب نے نہایت اطمینان سے نماز پڑہی اور اس کے بعد انپر نفرین کی اور افسوس کیا کہ تم نے نہایت بُزدلانہ طور پر ہمارے ساتھ عہد شکنی کی خداوند تعالےٰ کی طرف سے تمھین اس کا عوض ملے گا۔ مشرکون پر ان باتون کا کچھ اثر نہ ہوا اُنہون نے خبیب کو دار پر کھینچ دیا اور اس صورت سے دار پر کھینچا کہ اُنکی پیٹھ قبلہ کیطرف ہوگئی اس پر خبیب نے یہ کہا کہ کعبہ کیطرف میرے مونہہ نہ ہونے سے مجھے کوئی پریشانی نہین ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے "اینما تولوا فثم وجہ اللہ" یعنی ہر طرف اللہ کا مونہہ ہے۔ اسپر مشرکون نے یہ کہا کہ اگر تم اسلام سے پھر جاؤ اور اپنے آبائی دین مین آجاؤ تو ہم ابھی تمھین سولی سے اُتار لیتے ہین۔ خبیب نے اس سے انکار کیا کافرون نے چلکے کہا لات و عزّیٰ کی قسم ہم تمھین ضرور قتل کرین گے اُسوقت خبیب نے ایک آہ سرد بھر کے جناب باریٖن یہ التجا کی کہ سوائے دشمنون کے اسوقت کوئی شخص ایسا نظر نہین آتا کہ مین اپنا سلام تیرے حبیب کے پاس بھیجون کہتے ہین کہ اسوقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر تھے کہ یکایک آپکے بشرہ مبارک سے وحی کی علامت ظاہر ہوئی حضور انور نے فوراً یہ فرمایا کہ قریشون نے خبیب کو قتل کر ڈالا۔

مشرکون نے جب دیکھا کہ خبیب اپنی ضد سے باز نہین آتا اور اسلام نہین چھوڑتا تو
اُنھون نے نہ صرف صلیب دینے پر قناعت کی بلکہ انمین سے ایک شخص نے اس زور سے
خبیب کے سینہ مین نیزہ مارا کہ وہ پشت سے پار ہوکے نکل گیا اور اُسی وقت خبیب کی
جان نکل گئی۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح سے خبیب کا مقابلہ کرتے
ہین تو سخت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے صلیب کی صورت دیکھتے ہی یہ غل مچا دیا تھا
"ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا۔
حالانکہ یہ اُنکی غلطی تھی خداوند تعالے نے اُنھین نہین چھوڑا تھا۔ خبیب نے ایسا ایک
لفظ بھی زبان سے نہین نکالا اور رضائے الٰہی پر اپنی جان دیدی۔ اسلام مین سب سے پہلے
رسول اللہ کی جس صحابی نے قتل ہونے کے وقت نماز کی دو رکعت پڑہین وہ خبیب تھے۔
ان کے قتل ہونیکے بعد قریش زید کو سولی پر چڑہانے لے چلے اور جو کچھہ اُنھون نے
خبیب سے کہا تھا وہی زید سے بھی کہا کہ تم اسلام چھوڑ دو تو ہم تمھین چھوڑ دیتے ہین زید نے
بھی مثل خبیب کے سختی کے ساتھ انکار کیا اور نہایت خوشی سے جان دینی قبول
کی اور اپنے ساتھی خبیب کی طرح دو رکعت نماز کی پڑہین۔ زید کے قتل کرنیکے لئے
صفوان بن امیہ کا غلام جس کا نام قسطاس تھا آگے بڑہا اور اُس نے فوراً زید کا کام
تمام کر دیا۔ سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف اوف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ مین
فرماتے ہین کہ جو کچھہ زید اور خبیب کی استقامت اور فدائے اسلام ہونیکے متعلق
عربی مورخون نے لکھا ہے گو ایک حد تک صحیح ہو لیکن بعض مبالغہ آمیز اور مافوق
الفطرت باتین جو ان دونون کے واقعات کے ساتھ مسلمان راویون نے ملا دی
ہین ان سے ایک گونا شک سا پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً اُنھون نے لکھا ہے کہ قید
خانہ مین اُن کے لئے آسمان سے خوان اُترتا تھا جسمین بے فصل کے میوے مثلاً انگور
کا خوشہ اُن کے کھانے کے لئے آسمان سے اُتر آیا تھا سر ولیم میور کے لئے تو یہ بات کچھہ
زیادہ تعجب کی نہ ہونی چاہئے تھی جبکہ حضرت عیسےٰ نے چند روٹیو نمین ایک کثیر جماعت کا پیٹ
بھر دیا تھا اور پھر روٹیان جون کی تون باقی بچ گئی تھین۔ اسکے علاوہ اس روایت کی

صحت مین بھی شک ہے اور میور صاحب نے بھی کسی کتاب کا پتہ نہین دیا ہے جہان سے انھون نے یہ روایت نقل کی ہے۔ صحیح بخاری مین صرف ایک عورت کی روایت موجود ہے جسمین صرف اتنا لکھا ہے وہ عورت بیان کرتی ہے کہ مین نے بے فصل کے انگور خبیب کے پاس قیدخانہ مین دیکھے تھے بے فصل سے مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ مین مکہ مین انگور نہین ملتے تھے یہ بات کچھ زیادہ تعجب کی نہین معلوم ہوتی تعجب ہوتا کہ کوئی شخص یہ ثابت کرتا کہ اسوقت تمام دنیا مین انگورون کا نام ونشان نہ تھا۔

پھر میور صاحب یہ لکھتے ہین کہ خبیب اور زید کا قتل ہونا قریشون پر زیادہ الزام کا باعث نہین ہوسکتا کیونکہ یہ دونون کیا تو مخبر تھے یا اسیران جنگ تھے اور ایسی حالتمین انکا مارا جانا کچھ زیادہ افسوسناک نہین ہے مگر یہ دونون باتین میور صاحب کی بیہودہ زیادتی پر دلالت کرتی ہین۔ یہ ممکن ہے کہ وہ کسی زمانہ مین مخبر بنکے ادہر اُدہر بھیجے گئے ہون گے مگر اسوقت تو وہ محض دہوکے سے بلائے گئے تھے تاکہ اسلام کی تلقین کرین اور اسپر سب کا اتفاق ہے ایسی صریح بات کا مکرنا میور جیسے ایک فاضل مورخ کے لئے سخت شرم کی بات ہے خبیب نے قتل ہونے کے وقت نہایت دردناک لہجہ مین قریشون کو یہ بددعا دی تھی کہ جس طرح تم دعا دیکے ہمین مدینہ سے لے آئے ہو اور تم نے تنہا ہمپر یہ ظلم کئے ہین اسی طرح تم بھی ایک کے بعد ایک تنہائی کی حالت مین برباد کردیئے جاؤ قریشون نے یہ سنتے ہی اپنے بچون کو زمین پر بٹھادیا اور ان مشرکون کے بچون کے ہاتھ مین جو بدر مین مارے گئے تھے نیزے دیدیئے اور پھر بچون سے نیزے لیکر خبیب کے پیٹ اور سینہ مین بھوک دئے یہ گویا انھون نے اپنے خیال مین بدر کی شکست کا انتقام لیا میور صاحب خواہ کتنے ہی بے انصاف کیون نہ ہون لیکن اس مظلومانہ قتل پر انہون نے بھی آخر یہ لکھدیا کہ سخت دہوکے اور ظالمانہ طور پر قریشون نے مسلمانون کا یہ قتل کیا فقط۔

غزوہ بیر معونہ

اوپر کا مظلومانہ قتل ناظرین ملاحظہ کر چکے ہین اب دوسرا اور بیرحمانہ جور اور خونریزی جو مسلمانون کی کی گئی ملاحظہ ہو اسی مہینے مین یہ خطرناک واقعہ پیش آیا جسکی کیفیت یہ ہے کہ عامر بن مالک جو اپنی قوم مین بہت بڑا عالیشان سردار تھا اور جس کا قبیلہ نجد مین ایک طاقتور قبیلہ تھا حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُس نے دو گھوڑے اور دو سواری کے اونٹ نذر گزرانے حضور انور نے فرمایا کہ مین مشرک کا ہدیہ قبول نہین کرتا ہان اگر تو مسلمان ہو جاتو مین تیرا یہ ہدیہ لے لون گا اس سردار نے اسلام قبول کرنے کا نہ اقرار کیا نہ صاف انکار۔ اس نے نہایت ہوشیاری اور دانائی سے یہ عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مین آپکی نبوت کی عزت کرتا ہون مگر مجھے اپنی قوم کا کھٹکا ہے اگر میری قوم مسلمان ہو گئی تو پھر مجھے یہ کھٹکا جاتا رہے گا آپ اپنے اصحاب سے چند صحابی میرے ساتھ کیجے مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئین گے حضور انور نے ارشاد کیا مجھے اہل نجد سے اندیشہ معلوم ہوتا ہے عامر نے عرض کیا آپ اس کا خیال نہ فرمایئے اہل نجد مین سے کوئی شخص آپ کے اصحاب کی طرف آنکھ بھر کے نہین دیکھ سکتا مین ہر طرح اُنھین مدد دینے کے لئے تیار ہون اس کے بعد اس نے قسم کھائی حضور انور اس بات پر راضی ہو گئے اور آپنے چالیس یا ستر انصار قبیلہ نبی عامر کو خط دیکے اسکے ساتھ روانہ کر دیئے جن لوگون کو آپنے روانہ کیا یہ قرار قرآن کہلاتے تھے شام کو وہ جوانے لئے مدینہ مین جاکے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضور انور اور آپ کی ازواج پاک کیلئے میٹھا پانی اور جنگل کی خشک لکڑیان لایا کرتے تھے چار دن کے سفر کے بعد وہ بیر معونہ کے چشمہ پر پہنچے جو بنی عامر اور بنی سلیم کے بیچ مین واقع ہے یہان انھون نے قیام کیا اور قاصد جس کا نام حرام بن ملحان تھا حضور انور کا خط دیکے روانہ کیا تاکہ قبیلہ کے شیخ عامر بن طفیل کو دیدے جون ہی قاصد قبیلہ مین پہنچا عامر بن طفیل نے اسکی گردن اُڑا دی اور اپنی قوم کو مسلمانون پر حملہ کرنے کے لئے جمع کرنے لگا

قبیلہ بنی عامر نے اس کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارا دوسرا شیخ ابو برار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد و پیمان کر آیا ہے ہم کبھی عہد شکنی نہین کرینگے طفیل کے بیٹے نے پریشان ہو گئے آخر بنی سلیم سے مدد مانگی بنی سلیم کے چند آدمی چونکہ جنگ بدر مین مارے گئے تھے اس نے انھین مسلمانوں کی طرف سے جوش تھا وہ طفیل کے بیٹے کے ساتھ ہو گئے ہزاروں تک اُن کی نوبت پہنچ گئی مسلمان قاصد کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ یکایک یہ اُنپر جا پڑے اور کل مسلمان یک لخت پارہ پارہ کر دیئے گئے گو مسلمان بالکل بے خبر تھے تو بھی جہانتک ان سے ہو سکا وہ لڑے صرف تین صحابی بچے ایک عمرو ابن امیہ اور ایک منذر اور ایک حارث ابن شہید کر ڈالے گئے عمرو بن امیہ اور حارث دونوں قید کر لیے گئے تھے پھر منذر کے بعد حارث کو بھی شہید کر دیا اب رہ گئے عمرو بن امیہ ان سے طفیل کے بیٹے نے کہا میری ماں نے چونکہ ایک قیدی کے رہا کرنے کی منت مانی ہے اس لئے مین تجھے چھوڑ دیتا ہون یہ کہکر عمرو کی پیشانی کے بال اُکھیڑ لئے گئے پھر عامر بن طفیل نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے اصحاب کو پہچانتے ہو انہون نے کہا ہان کیون نہین پہچانتا ہون پھر طفیل کا بیٹا اُنھین لیکے شہدار کی لاشون مین پھرنے لگا اور ہر ایک کا حسب و نسب دریافت کرتا رہا پھر ابن طفیل نے پوچھا کہ کوئی شخص جاتا بھی رہا ہے یا سب موجود ہین عمرو نے کہا ہان عامر بن فہیرہ حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کردہ غلام یہان نہین ہے ابن طفیل نے کہا وہ کیسا شخص تھا عمرو نے کہا وہ ہم سب مین افضل ہے اور بڑے پایہ کا صحابی ہے ابن طفیل نے کہا کہ وہ تو فلان شخص نے بھالے سے مار ڈالا مگر مین نے دیکھا کہ اس کی لاش کو کوئی شخص اُٹھا کے لے گیا اور میری نظرون سے غائب ہو گیا۔

اس خوفناک اور بے رحمانہ قتل کی خبر حضور انور کو پہونچی حضور انور کو بے انتہا صدمہ ہوا اور صدمہ ہونیکی بات تھی کہ آپ کے فدائی اور سچے عاشق اور آپ کے عزیز اور لاڈلے بچے کس بے رحمی سے قتل کر ڈالے گئے آپنے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

اور بیساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جوشیلے جملے نکلے۔

اللھم اشدد وطاتک علی مضر اللھم علیک ببنی لحیان و رعب و رعلے و ذکوان
وعصیتہ فانہم عصوا اللہ ورسولہ اللھم علیک ببنی لحیان وعضل والقارۃ
اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ابی ربیعۃ
والمستضعفین من المؤمنین وغفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ۔ یعنی اے
پروردگار قبیلہ بنی مضر پر سخت پامالی اور ہلاکی ڈال اے خداوند تعالےٰ
بنی لحیان۔ بنی رعب۔ بنی رعل۔ بنی ذکوان اور بنی عصیہ سے انتقام لے کیونکہ
ان سب قبیلون نے تیری اور تیرے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے خداوند تعالےٰ
ولید بن الولید۔ سلمہ بن ہشام۔ عیاش بن ابی ربیعہ کو اور ناتوان مسلمانون کو
نجات دے اور قبیلہ غفار کی مدد کر اور قبیلہ اسلم کو سلامتی عطا کر۔ پھر حضور انور نے سجدہ کیا
اور پندرہ روز تک آپ یہی دعا مانگتے رہے۔ دوسری روایت کے بموجب ایک مہینہ
یا چالیس دن تک بھی بیان ہوئے ہین۔ صحیح بخاری[۱] مین بیر معونہ کے بیرحمانہ قتل کے متعلق کئی

---

[۱] انس رضؓ بن مالک کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیون کو جنھین قرار کہا جاتا تھا
کسی کام کے واسطے بھیجا تھا بنی سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ایک کنوئین کے پاس جسے بیر معونہ
کہتے تھے اُن (ستر) آدمیون کے ساتھ (لڑائی سے) پیش آئے اُن لوگون نے کہا بخدا ہم تم سے لڑنے
نہین آئے ہم صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو جا رہے ہین (کفار نے ایک نہ سنی) اور انھین
مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر ایک ماہ تک نماز صبح مین بددعا کی اور یہی قنوت کی ابتدا ہے اس سے پہلے
ہم قنوت نہین پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز (شاگرد انس) کہتے ہین کسی نے انس سے پوچھا قنوت رکوع کے بعد
ہے یا قرارت سے فارغ ہونیکے بعد انس بولے (رکوع کے بعد) نہین بلکہ قراءۃ سے فارغ ہونیکے بعد ہے
انس رضؓ کہتے ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھی۔ آپ (انھین)
عرب کے (چند) قبیلون پر بددعا کرتے تھے۔
انس رضؓ بن مالک روایت کرتے ہین کہ (قوم) رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنی لحیان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایتین موجود ہین عمرو بن امیہ جب وہ مدینہ واپس آرہے تھے راستہ مین دو شخصون سے ملے جو قبیلہ بنی عامر کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور اُنھین بیر معونہ کے انتقام نے قتل کر ڈالا اور یہ نہ معلوم تھا کہ یہ دونون شخص حضور انور سے عہد کر کے مدینہ سے واپس آرہے تھے جب عمرو بن امیہ مدینہ پہنچے اور انہون نے حضور انور کی خدمت مین عرض کیا کہ مین نے اس طرح دو شخصونکو مار ڈالا تو آپ بہت ہی رنجیدہ ہوئے اور آپنے فرمایا کہ اُنھین مارنا نہ چاہئے تھا اُن سے تو ہمارا عہد ہو چکا تھا اس کی شکایت عامر بن طفیل نے حضور انور کی خدمت مین کی حضور انور نے اسیوقت ان دونون کا

اپنے دشمنوںپر بددعا مانگی آپنے ستر انصار سے جنھین ہم اُسوقت قرار کہتے تھے اُنھین مدد دی وہ قار دن مین لکڑیان چنتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے جب وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو کافرون نے اُن کے ساتھ غدر کیا (یعنی اُنھین مار ڈالا) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی آپنے ایک ماہ تک قنوت پڑہی (یعنی) نماز صبح مین عرب کے چند قبیلون پر بددعا کی۔ انس فرماتے ہین کہ ہم اُن شہیدونکی شان مین آیت قرآن پڑہتے تھے پھر وہ منسوخ ہو گئی (اور وہ آیت یہ ہے) بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔ قتادہ روایت کرتے ہین کہ انس بن مالک نے اُن سے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک نماز صبح مین قنوت پڑہی (اُسمین) عرب کے چند قبیلون (یعنی) رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنی لحیان پر بددعا کرتے تھے خلیفہ بن خیاط (شیخ بخاری) نے زیادہ کیا کہ ہم مین سے یزید بن زریع نے حدیث بیان کی اُسنے کہا ہم سے سعید نے اُسنے قتادہ سے حدیث کی قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ جو لوگ بیر معونہ پر شہید ہوئے وہ ستر انصاری تھے قرار یا سے مراد جو لفظ حدیث مین ہی) کتابا ہے۔ پہلی حدیث کی مثل (بیان کیا)

انس رضی بن مالک بیان کرتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے ماموںکو جو اُم سلیم کے بھائی تھے ستر سوارونکے ساتھ بھیجا تھا اور مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا اُسنے آپکو تین باتون مین (سے ایک کا) اختیار دیا تھا (یعنی) کہا تھا آپکے مطیع جنگل والے ہون اور میرے شہر والے یا مین آپ کا جانشین مقرر ہون ورنہ مین آپ پر دو ہزار غطفانی لشکر سے چڑھائی کرون گا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور بددعا) فرمایا ای اللہ مجھے عامر کے شر سے بچا چنانچہ اُسے اُم فلان کے گھر مین طاعون ہو گیا (اُم فلان کے گھر سے مرا

خون بہا اور کچھ سامان تھا سب ابن طفیل کے پاس بھیجدیا حالانکہ قاتل اس معاہدہ سے بالکل بے خبر تھا تو بھی حضور انور نے خون بہا دینے میں کچھ پس و پیش نہ کیا یہ بات دیکھنے کی ہے کہ ایک طرف سے جبکہ پے در پے عہد شکنی ہو رہی تھی حضور انور کس طرح اپنے عہد پر قایم تھے سر ولیم میور متوفی نے یہاں سخت بے انصافی سے کام لیا ہے وہ لکھتا ہے کہ عرب کے بین الاقوامی قانون کے مطابق حضور انور سے یہ سخت ناجائز حرکت سرزد ہوئی حالانکہ حضور انور کو اسکی خبر بھی نہیں تھی اور نہ صرف حضور انور کو بلکہ خود قاتل کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ معاہدہ کر کے آئے ہیں۔

اُس عورت کا گھر ہے جو آل بنی فلان سے ہے عامر نے کہا یہ اونٹ کے غدود کیطرح غدود ہے۔ میرا گھوڑا لاؤ عامر اپنے گھوڑے کی پشت ہی پر مر گیا۔ حرام سلیم کا بھائی اور یہ۔ لنگڑا مرد اور ایک اور مرد آل بنی فلان سے روانہ ہوئے حرام بولا تم دونوں میرے قریب رہنا جب تک کہ میں تمھارے پاس آؤں اگر کافروں نے مجھے امن دیدیا تو تم ٹہرے رہنا اور جو مجھے مار ڈالا تو تم اپنے یاروں کے پاس چلے جانا پھر حرام نے جاکر کافروں سے کہا کیا تم مجھے امن دیتے ہو تاکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بیان کردوں (یہ کہکر) حرام حدیث بیان کرنے لگے ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا اُس نے پیچھے سے آکر حرام کے نیزہ مار دیا۔ ہمام (راوی حدیث شاگرد اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) کہتے ہیں میں اسحٰق بن عبداللہ کو گمان کرتا ہوں اُس سے کہا یہاں تک کہ نیزہ اسکے پار کردیا حرام نے کہا اللہ اکبر۔ رب کعبہ کی قسم میں تو مراد کو پہنچ گیا۔ اور وہ (یعنی قاتل حرام یا ہمراہی حرام) اپنی جماعت سے آکر ملگیا۔ کفار نے تمام مسلمانوں کو سوائے ایک لنگڑے کے جو چوٹی پہاڑ پر تھا مار ڈالا۔ اللہ نے ہمپر یہ آیت اُتاری جو پیچھے منسوخ التلاوت ہوگئی۔ "انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا"۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم رعل و ذکوان اور بنی لحیان و عصیہ پر جنھوں نے اللہ اور رسول اللہ کی نافرمانی کی تھی تیس ۳۰ (دن تک) صبح کو بددعا کرتے تھے۔

انس رض بن مالک کہتے ہیں جب حرام بن ملحان جو میرے ماموں تھے بیر معونہ کے دن نیزہ سے مارےگئے تو انھوں نے اپنا خون لیکر اپنے موںہ اور سر پر مل لیا اور کہا رب کعبہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہونچ گیا۔

عامر بن فہیرہ بیر معونہ کے دن شہید کیا گیا۔ ابی اُسامہ روایت کرتے ہشام بن عروہ سے کہا میرے باپ نے

غزوہ بنی النضیر

ماہ ربیع الاول ۴ھ ہجری مطابق جون ۶۲۵ء عیسوی

دو مقتولین کی جن کا ذکر اوپر آیا ہے خون بہا دینے سے پہلے حضور انور بنی النضیر کے پاس گئے تاکہ معاہدہ کے مطابق وہ خون بہا میں کچھہ مدد کریں آپکے ساتھ اسوقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ سعد بن معاذ۔ سعید بن حضیر اور سعد بن عبادہ تھے

مجھے خبر دی جبکہ بیر معونہ والے مارے گئے اور عمرو بن امیۃ الضمری قید کئے گئے عامر بن طفیل نے ایک مردے کیطرف اشارہ کرکے عمرو بن امیۃ الضمری سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ عامر بن فہیرہ ہے عامر بن طفیل نے کہا میں نے اُسے دیکھا وہ مارے جانیکے بعد آسمان کیطرف اُٹھا لیا گیا۔ اور میں عامر بن فہیرہ کو آسمان وزمین کے درمیان دیکھتا تھا پھر وہ زمین پر رکھہ دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن کی خبر آئی آپنے (یاروں سے) اُنکے شہید ہونیکی خبر بیان کردی۔ اور فرمایا تمہارے یار مصیبت میں ڈالے گئے پھر اُنہوں نے اپنے رب سے بطور سوال کہا۔ اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو ہماری اور اپنی باہم رضامندی کی خبر پہنچادے۔ اللہ تعالٰے نے اُنکا حال یاروں کو بتادیا۔ اسی دن عروہ بن اسماء بن الصلت شہید ہوئے اسی واسطے عروہ بن زبیر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا اور نیز منذر بن عمرو شہید ہوئے اسی وجہ سے منذر (زبیر کے بیٹے کا) نام رکھا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑہی آپ رعل اور ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی بد دعا کرتے تھے انس بن مالک کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں پر جنہوں نے آپ کے اصحاب کو بیر معونہ پر شہید کیا تھا تیس دن تک صبح کو بد دعا کی (یعنی) رعل وذکوان وبنی لحیان وعصیہ پر جنھوں نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی بد دعا فرماتے تھے ابی مجلز (شاگرد انس) نے کہا انس کہتے تھے کہ مقتولین بیر معونہ کے شان میں اللہ نے اپنے رسول پر آیت قرآن بھیجی جسے ہم پڑہتے تھے۔ پھر وہ منسوخ التلاوت ہوگئی (اور وہ یہ ہے) بلغوا عنا قومنا فقد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔

ہفتہ کے دن آپ مدینہ سے باہر تشریف لائے اور پہلے مسجد قبا مین نماز پڑھی پھر آپ بنی النضیر کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ وہ سب ایکجگہ جمع ہین آپ آگے اُسی کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ تم دیت کا ایک حصہ دو بنو النضیر نے کہا اے ابو القاسم ہم آپکو دیت کا ایک حصہ دینے کے لئے تیار ہین ہم آپ پر فدا ہون کہ آپ ہم سے ملنے کے لئے تشریف لائے حضور انور بہت خوش ہوئے یہودیون نے اپنے مہمانون کا جوشیلا خیر مقدم کیا آپ انکے کمرہ مین اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے چند منٹ کے بعد یہودیون مین سرگوشی ہونے لگی اور اُنکی نگاہین کچھ پھری ہوئی معلوم ہوئین اخطب کے بیٹے نے سب سے پہلے حضور انور کیطرف اشارے کرنے شروع کئے جنکا مطلب یہ تھا کہ اگر اسوقت آنحضرت پر چھت گرادی جائے تو بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے باہم اشارون ہی اشارون مین سب باتونکا فیصلہ ہو گیا ۔ اس کام کے لئے عمرو بن مجاش مقرر ہوا کہ وہ چند آدمیون کو لیکر چھت پر جائے اور اسکو گرادے ۔ ان لوگون مین سلام بن مشکم ایک نہایت ہی سنجیدہ شخص تھا اس نے الگ لیجاکے ان سب آدمیون کو سمجھایا کہ جو دغابازی اسوقت تم کرنا چاہتے ہو یہ مناسب نہین ہے اگر تم اپنے ارادے مین کامیاب نہ ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ کیلئے برباد کردیئے جاؤگے ۔ اور تمہین لوگ عہد شکن کہین گے اُنھون نے نہ مانا اور چھت سے پتھر گرانے کا پورا انتظام کر لیا ۔ حضور انور نے یہ ساری باتین تاڑلین اور آپ سمجھ گئے کہ کوئی حادثہ پیش آنیوالا ہے آپ فوراً وہان سے اُٹھ بیٹھے اور بغیر کچھ کہے سنے باہر تشریف لے آئے اور سیدھے مدینہ کیطرف روانہ ہو گئے اسپر سر ولیم میور متوفی نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور انور کا صرف ایک بہانہ تھا کہ یکایک آپ اُٹھ بیٹھے اور آپ کا یہ بیان کرنا کہ مجھے جبرئیل کے ذریعہ سے معلوم ہوا محض بنی النضیر کے برباد کرنے کے لئے تھا میور صاحب کا یہ صرف قیاس ہی قیاس ہے جبکہ اس واقعہ کے بیان مین بیسیون روایتین موجود ہین تو محض اپنے قیاس سے ان روایتون کو قلم انداز کر دینا یہ ایک مورخ کی شان سے بعید ہے ۔ تاریخی واقعات کے جانچنے مین قیاس کو بالکل دخل نہین ہے ۔ اور جو لوگ بیوقوفی سے قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہین ۔ تاریخ

مین ان کا پایہ گر جاتا ہے۔
غرض حضور انور زیادہ عرصہ تک تشریف نہ لائے تو صحابہ بھی اُٹھکر مدینہ کی طرف چلے آئے حضرت ابوبکر کی رائے سے صحابہ یعنی حضرت علی وغیرہ حضور انور کے بعد بغیر کھانا کھائے واپس چلے آئے جب یہ سب صحابہ چلنے لگے تو حیّی بن اخطب نے صدیق اکبر سے کہا کہ ابو القاسم نے بہت جلدی کی ہم ان کے لئے کھانا تیار کر رہے تھے اور وہ اتنے جلدی چلے گئے اس کا جواب صحابہ نے کچھ نہیں دیا ان کے چلا آنے کے بعد کنانہ بن صُوریہ نے یہودیون سے کہا کہ تم نے بہت ہی بُرا کیا تمہارا فریب آنحضرت پر کھل گیا اور تمہین ایک مہمان کے ساتھ ایسی بدسلوکی نہین کرنی چاہیے تھی۔ بخاری نے اسکے متعلق جہان تک دیکھا گیا ہے کوئی روایت نہین لکھی۔ مسلمان مورخون نے جس طرز سے اس واقعہ کا بیان لکھا ہے وہ اس قسم کا نامعقول طرز ہے جس نے نفس واقعہ کو بہت کمزور کر دیا ہے اور اسی طرز عبارت اور طرز تحریر سے مخالفون کو اعتراض کرنیکا موقع ملا ہے۔ مورخون نے بڑے بڑے طولانی قصے لکھے ہین کہ یہودیون مین یہ گفتگو ہوئی فلان یہودی نے توریت کی قسم کھا کے کہا کہ فی الحقیقت محمد خاتم النبیین ہین اور انھین خدا کیطرف سے تمہاری سازش کی اطلاع ہو گئی ایسی باتون کا یہودیون مین ذکر آجانا قرین قیاس تو ہے مگر اسکا کوئی یقینی ثبوت تاریخ مین نہین ملتا پھر بعض مورخون نے یہودیون کے خواب بیان کئے ہین اسکے بعد توریت کی پیشین گوئیونکا تذکرہ ہے حالانکہ نفس واقعہ سے ایسی باتونکا کچھ تعلق نہین ہے اسکے بعد یہ لکھا گیا ہے کہ کنانہ نے یہودیون کو یہ سمجھایا کہ اس طرح محمد تمہین ایک پیغام بھیجین گے کہ تم یہان سے نکلجاؤ بغیر جدال و قتال کے تم اس پیغام کو قبول کر لینا اور یہ کرنا اور وہ نہ کرنا۔ یہ ساری باتین گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ بنی النضیر سے کئی بار مسلمانون کو صدمہ پہنچ چکا تھا اور اب اخیر دور مین جب اُن کی یہ سازش عیان ہو گئی تو ایسے لوگون کا مدینہ کے قرب وجوار مین رکھنا کسی طرح بھی مصلحت نہین تھا۔
صحابہ جب یہودیون کے مکان سے گھبرا کے اُٹھے اور مدینہ کیطرف آئے تو راستہ مین انھون نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ادھر جاتے ہوئے

دیکھا ہے خیر یہ سب صحابہ حضور انور کی خدمت مین پہنچ گئے۔ صورت دیکھتے ہی حضرت
صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بنو النضیر کے ہان ہمین چھوڑ گئے کیون اتنے
جلدی چلے آئے حضور انورؐ نے ساری کیفیت بیان کردی حضور انور نے محمد بن مسلمہ کو
طلب کیا جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تم ابھی بنو النضیر کے پاس جاؤ اور اون کو
میرا یہ پیغام دو کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ سر ولیم میور متوفی تحریر فرماتے ہین کہ یہ
کیسا بیرحمانہ حکم تھا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو النضیر کو دیا جس حکم کے سنتے ہی
یہودیون نے غل مچا کے قاصد سے یہ کہا ہمین یہ خیال نہین تھا کہ تو یا نبی اوسکے قبیلہ کا
کوئی شخص ہمارے پاس ایسا حکم لائے گا اس کا جواب محمد بن مسلمہ نے یہ دیا کہ لوگون کے
دل اب متغیر ہو گئے ہین پھر آگے چل کے میور صاحب یہ تحریر فرماتے ہین کہ یہودیون کے لئے
تو یہ ایک غمناک منظر تھا کہ وہ اپنے وطن زرخیز زمینون اور اپنے لدے پھندے
کھجورون کے درختون سے ہمیشہ کے لئے جدا کئے جاتے ہین حقیقت مین ہو تو بہت غمناک
مگر حضور انور اور مسلمانون کے مقابلہ مین میور صاحب اسوقت زندہ تھے جب گورنمنٹ
روسیہ نے لاکھون یہودیون کو اپنے ملک سے نکالدیا تھا اور انکا بڑا حصہ برفستانی
پہاڑون مین ٹھٹر کے رہ گیا تھا تو ایک مضمون بھی یا کم سے کم ایک فقرہ بھی میور صاحب نے
یہودیون کی تائید مین اپنی رحمدلی سے نہین فرمایا اور اسکے علاوہ مثل اپنی نصرانی قوم کے
یہودیون کے دشمن ہین مگر مسلمانون کے مقابلہ مین یہی اول درجہ کے دوست اور شفیق ہین اگر
کوئی شخص اسکے مقابلہ مین یہ کہے کہ یسوع مسیح کی زیادتی اور گالی گلوج اسقدر بڑھ گئی تھی
کہ یہودی انھین سولی دینے پر مجبور ہوئے حالانکہ اس مین یہودیون کا بالکل قصور نہین
تھا تو میور صاحب اور انکے ہمخیال نصرانیون کے تن بدن مین مرچین لگ جائین اور
وہ بیچارے یہودیون کے سر سارے الزامات تھوپ دین اور کبھی یسوع مسیح کو قصوروار
نہ گردانین مذہبی تعصب کا برا ہو کہ اس نے بڑے بڑے محققون کی تحقیق پر پانی پھیر دیا
ہے اور اچھے روشن دماغ مورخون کو نیچا دکھایا ہے اگر سر ولیم عقل اور انصاف سے
کام لیتے تو انھین بنی النضیر کے جلاوطن ہونے پر کبھی خیال نہ آتا۔

جب حضور انور کا یہ حکم یہودیوں کے پاس پہنچ گیا تو وہ شہر بدر ہونے کی تیاری کرنے لگے مگر عبداللہ بن اُبی اور اُس کے گروہ کو حضور انور کا یہ حکم سخت ناگوار گزرا پہلے عبداللہ بن اُبی نے چاہا کہ مین حضور انور اور بنو النضیر مین تصفیہ کرادون مگر اس مین اسے کامیابی نہین ہوئی۔ کیونکہ یہ شخص ایک بہت بڑا منافق تھا اور حضور انور کے ساتھ اس سے پہلے چالبازیان اور فریب کر چکا تھا اس لئے اسکی کوئی بات پذیرا نہین ہوئی۔ جب یہان سے اسے کامیابی ہو گئی تو اس نے بنو النضیر سے کہا کہ تم ہرگز یہان سے نہ نکلو مین تمہین معہ اپنے کل قبیلہ کے مدد دونگا اور ہمارے دوست عرب قبائل بھی تمہارے ساتھ ہو جائینگے بنو النضیر یہ سُنکے خوش ہو گئے اور وہ مسلمانون سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے جب ان کی ساری جنگی تیاریان کامل ہو گئین تو انھون نے حضور انور کی خدمت مین یہ کہلا کے بھیجا "ہم کبھی اپنے مقام سے بے دخل نہین ہونگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تمہارا جی چاہے کرو"

جب حضور انور نے یہ پیغام سُنا تو آپ نے بلند آواز سے یہ فرمایا یہودیون کی نیت ہم سے جنگ کرنے کی ہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور آپ کے ساتھ کل صحابہ نے تکبیر کہی کہ تمام مسجد اللہ کی صداؤن سے گونج اُٹھی یک لخت کل مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

اس چھوٹی سی مہم کے حضرت علیؓ جھنڈا بردار بنائے گئے اور آپ نے نہایت شان سے مسلمانون کو ساتھ لیکے بنو النضیر کی گڑھی کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کرانے والے پتھر یا ایک تیر کی دوری پر مقیم تھے یہودی راستہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ یا کسی اور سمت سے انکو مدد آئے مگر ان کی اس امید پر پانی پھر گیا۔ اُنھین نجد کے قبائل سے پوری مدد ملنے کی اُمید تھی۔ اخیر ان یہودیون نے بنی قریظہ کو لکھ کے بھیجا کہ تم ہماری مدد کرو بنی قریظہ سے کچھ تو ان کی قدیمی کشش چلی آتی تھی اور کچھ وہ حضور انور سے عہد و پیمان کر چکے تھے اس بنا پر اُنھون نے صاف انکار کر دیا کہ ہم تمہین مدد نہین دے سکتے تم جانو تمھارا کام جانے۔

اسپر بنی النضیر نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور جہان تک ان سے ممکن ہوا انھون
دشمن کو زک دینے کے لئے کوئی تدبیر اٹھا نہین رکھی کئی بار بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی
ہر مورچہ پر وہ قدم جما جما کے لڑتے تھے اور جب کوئی مورچہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہتا تھا
تو اس ترکیب سے وہ پیچھے ہٹتے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ اُس مورچہ پر قبضہ کر لیتے تھے
آخر مسلمانون نے یہ ترکیب کی کہ جہان کوئی مورچہ فتح کیا اسی وقت اُسکو ڈہا دیا بیس روز تک
لڑائی رہی مسلمان آگے بڑہتے تھے مگر پھر اُنھین پیچھے ہٹنا پڑتا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ
بنی النضیر نہایت ہی محفوظ مقام مین تھے جہان اُنھون نے باہر نکل کے حملہ کیا اور
مسلمان مقابل مین آ نکے انکو دبانے لگے تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی گڑہی مین چلے جاتے تھے
مسلمان یہ چاہتے تھے کہ یہ باہر نکل کے اچھی طرح جنگ کرین اور وہ باہر نہین نکلتے تھے
آخر ایک اسلامی دستہ نے اُن کے چند خرمہ کے درخت کاٹ ڈالے کہ یہ غصہ مین باہر
نکل آئین اسپر اُنھون نے اعتراض کیا اور آنحضرت کیخدمت مین کہلا کے بھیجا کہ تمنے قانونِ
جنگ کے خلاف عملدرآمد کیا حالانکہ اسوقت کوئی قانون جنگ منضبط نہین ہوا تھا اسپر
سر ولیم میور صاحب متوفی نے بہت ہی زور باندہا ہے وہ لکھتے ہین کہ اس سے زیادہ
بیرحمانہ کام اور کوئی نہین ہو سکتا تھا کہ یہودیون کے خرمو نکے درخت کاٹ ڈالے۔ یہ
درحقیقت ایک عجیب منطق ہے دو مخالف گروہون مین لڑائی ہو رہی ہے اور ہر گروہ اپنے
دشمن کو زک دینا چاہتا ہے ایسی حالتمین چند خرمون کے درختون کا کٹ جانا کس طرح ایک بیرحمی
کا فعل ہوا جبکہ آدمیون کی گردنین کٹ رہی تھین۔ اور کسی صورت سے بھی دنیا مین کوئی
شخص یہ نہین کہنے کا کہ خرمہ کا درخت انسان کی جان سے زیادہ قیمتی تھا اس تہذیب او
متمدن زمانہ مین جسوقت ایک سلطنت کسی دوسری سلطنت پر حملہ کرتی ہے تو اس سے ہزار
درجہ بیرحمی کے افعال طرفین سے سرزد ہو جاتے ہین مکانات اور شہرون کو بیخ و بنیاد
سے اُکھیڑ کے پھینکدیا جاتا ہے قلعے منہدم کر دیے جاتے ہین اثاث البیت برباد کر دیا
جاتا ہے اور انسانی خون ایسا مباح ہوتا ہے کہ گنہگار اور بیگناہ سب قتل کر دیے جاتے
ہین میور صاحب کے وہ یہودی جنھون نے ان کے خداوند مسیح کو سولی پر چڑہا دیا تھا

ایسے پیارے تھے کہ ان کے چند کھجورون کے درخت کٹنے پر انھین ایسا غصہ آیا کہ وہ
دنیا کے ایک تہائی حصہ مخلوق کے پیشوا کو سخت توہین آمیز جملون سے یاد کرنے لگا اور
ایسے درشت اور ناپاک الفاظ انھون نے اپنی کتاب لائف آف محمد جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ مین
لکھے ہین کہ ان کی عیسائیت پر سخت تعجب آتا ہے اگر وہ اپنے خداوند مسیح کے پاک کرتوت
پیش نظر رکھتے تو انھین ایسے بدتہذیب کلمے مونہ سے نکالنے کی جرات نہ ہوتی۔

اخیر بیس روز کی جنگ کے بعد یہودیون کیطرف سے پیغام صلح آیا حالانکہ وہ بالکل مغلوب
ہوچکے تھے لیکن اسپر بھی حضور انور نے صلح منظور کر لی مگر شرط یہ قرار پائی کہ تین آدمیون کے
پیچھے ایک اونٹ وہ لے لین اور جتنا سامان ان سے ان اونٹون پر لادا جائے وہ لاد لین
باقی جو کچھ بچے وہ مسلمانون کا حق ہے اس سے زیادہ رحم ایک دشمن کے ساتھ اور کیا
ہو سکتا ہے کہ غلبہ پا کے اسکو کچھ نہ کہا اور حفاظت سے معہ سامان کے نکل جانے دیا اس
صلحنامہ ہونیکے بعد حضور انور مدینہ تشریف لے آئے اور یہودیون نے اپنا کل سامان اونٹون
پر بار کر لیا یہانتک کہ گھر کے کواڑ اور پانی پینے کے برتن بھی انھون نے نہین چھوڑے اور
وہ سیدھے شام کی سڑک کیطرف ہو لئے مگر انہین سے بعض یہودی حیی بن اخطب، سلام
اور کنعانہ اپنے تینون سردارون کے ساتھ خیبر کیطرف چلے گئے اور باقی ماندہ جنوبی شام
کیطرف مگر صرف دو یہودیون نے اسلام قبول کیا مسلمان ہوتے ہی انھین انکی جائداد
منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ دیدیا گیا ان دو یہودیون کا نام یامین اور ابو سعید تھا (ہشامی
صفحہ ۲۶۲) یامین عمرو بن جحش کا چچازاد بھائی تھا اور یہ وہ شخص تھا جو حضور انور پر چھت سے
پتھر پھینکنے پر مقرر ہوا تھا حضور انور نے اسے علیحدہ بلا کے کہا کہ سن یامین کیا تو نہین دیکھتا کہ
مین نے تیرے چچازاد بھائی عمرو کے ہاتھ سے کیسی پریشانی اٹھائی ہے اور اس نے میرے قتل کرنیکی
کیسی بڑی سازش کی تھی (ہشامی صفحہ ۲۶۲) اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ بیشک سازش ہوئی
تھی اور حضور انور کی سچائی ایسی اسکے دل پر غالب ہوئی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

بنی النضیر کی کل زمینین حضور انور کیطرف منتقل ہو گئین اگرچہ قانون عرب کے مطابق ایسا
مال جو بغیر جنگ یا بغیر پورا قبضہ حاصل کئے ہاتھ لگے وہ خالص حضور انور کا ہوتا تھا اسپر بھی حضور انور نے

یہودیوں کی ساری ملکوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ مال لینے والوں میں وہ وہ انصار تھے جنہوں نے حملہ میں بڑی شجاعت دکھائی تھی باقی مہاجرین تھے مثلاً ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت زبیرؓ۔ اور رسولؐ خدا کے دوسرے صحابہ جنھیں یہودیوں کے مال کی تقسیم کی گئی اسی مال کا ایک عجیب قصہ ہے جو قطعہ زمین حضور انور کے حصہ میں آیا تھا اس کا متولی حضرت فاروق اعظم نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کو کر دیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ جو عملدرآمد حضور انور کی زندگی میں تھا تم بھی قائم رکھنا مگر حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ اس میں سے حصہ لے لیا یا حضرت عباس کے حق کو غصب کر لیا اسپر حضرت عباس اور حضرت علی کی خوب لڑائی ہوئی اور دونوں لڑتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے یہانتک کہ اس معاملہ میں دونوں کی گالی گلوج ہوگئی۔ بخاری نے اپنی کتاب مغازی میں ایک طوفانی حصہ میں اس سارے قصہ کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ اسی حدیث میں لفظ تسابا حضرت علی اور حضرت عباس کی گفتگو کے متعلق بیان کیا ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ آپس میں گالی گلوج کر رہے تھے اخیر حضرت عمر نے ان دونوں کو قائل کر کے ان کا فیصلہ کیا اگر حضرت عمر فیصلہ نہ کرتے تو چچا بھتیجوں کی خوب مار کٹائی ہوجاتی کیونکہ گالی گلوج تک تو نوبت پہنچ ہی چکی تھی۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے۔ حضرت زہری کہتے ہیں مجھے مالک بن اوس بن حدثان النصری نے خبر دی اُسے عمر بن الخطاب نے بلایا تھا اسی اثنا میں اُن کے پاس دربان جسکا نام یرفا تھا آکر کہا کیا آپ کو عثمان اور عبدالرحمان بن عوف اور زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم کی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا انھیں میرے پاس آنے دے پھر تھوڑی دیر ٹھیر کر آیا اور کہنے لگا کیا آپ کو علی اور عباس کے آنیکی ضرورت ہے وہ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ہاں۔ جب وہ دونوں اندر آگئے عباس بولے یا امیر المومنین میرا اور اسکا فیصلہ کیجے۔ وہ دونوں اس مال میں جھگڑتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنی النضیر کے مال غنیمت میں سے دیا تھا۔ (اور حضرت عمر نے اسکا اہتمام ان دونوں کے سپرد کر دیا تھا) حضرت علی اور حضرت عباس کے درمیان گالی گلوج ہوئی جماعت (حاضرین) نے کہا اے امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجے اور ایک کو

دوسرے سے آرام دیجے۔ حضرت عمر نے فرمایا ذرا ٹھہرو مین تمھین اُس خدا کی قسم دلاتا ہون جس کے حکم سے آسمان اور زمین قایم ہے کیا تم نہین جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہی جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہو گیا تاکہ نہین۔ اُس سے خاص اپنی ذات مرادلی ہے۔ سب نے کہا بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور عباس کیطرف موخہ کرکے کہا مین تمھین بھی خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کیا تم بھی جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اُنھون کہا ہان فرمایا تھا ...... حضرت عمر بولے مین تم لوگون سے اس امر کی حقیقت بیان کرتا ہون۔ اللہ عزوجل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت مین خاص کیا تھا یعنی آپکے سوا اور کسی نبی کو نہین دیا چنانچہ اللہ جلشانہ فرماتا ہی وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الی قولہ قدیر۔ (یعنی جو مال اللہ نے اپنے رسول کے واسطے بنی النضیر کا فی (یعنی غنیمت) مین دیا تھا اُس پر تم نے اپنے گھوڑے اور سواریان نہین دوڑائی تھین (یعنی بے مشقت اللہ نے دیدیا لفظ قدیر تک۔ پس یہ آنحضرت کی خصوصیت تھی پھر بخدا وہ تمھارے لئے جمع نہین ہی (بلکہ عامہ مسلمین کا حق ہی) اور نہ تم کو اُسپر مختار بنایا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے درمیان تقسیم کردیا تھا یہ تھوڑا مال جو باقی رہا اُسمین سے اپنی بیویونکا سال بھر کا خرچ کرگے جو کچھ بچتا تھا اُسے اللہ کی راہ مین خرچ کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مین بھی عملدرآمد کرتے رہی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر نے کہا مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہون اسپر قبضہ کرلیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح عملدرآمد کرتے رہی اور تم اے حضرت علی اور عباس کیطرف موخہ کرکے کہا اسوقت حضرت ابوبکر شکوے کرتے تھے۔ اور اللہ جانتا ہی کہ ابوبکر اسمین سچے نکوکار نیکبخت متبع امر حق تھے۔ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تب مین نے کہا مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کا ولی ہون مین نے اپنے زمانہ خلافت مین دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا اور اللہ جانتا ہی مین اسمین سچا نکوکار نیکبخت متبع امر حق تھا پھر تم دونون آئے اور تم مین اچھا اتفاق تھا ایک بات ایک کام پر تھے۔

اے عباس کیا تم میرے پاس نہیں آئے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہمارا مال میراث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہو۔ پھر میرے دل میں آیا کہ اُس مال کا اہتمام تم دونوں کے سپرد کر دوں۔ تب میں نے (بطور شرط) تم سے یہ کہا اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو وہ مال اُس اقرار پر دیدوں کہ تم اللہ کا عہد و ذمہ ہی یہ کہ تم دونوں اُسپر عمل کرو جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر نے کیا اور جیسا کہ میں نے اپنی ابتدائے خلافت سے کیا۔ ورنہ تم مجھسے کلام نہ کرنا۔ تم دونوں نے کہا اسی شرط پر ہمیں وہ مال دیدو تب میں نے وہ مال تمہیں دیدیا قسم ہو میں قیامت تک اس معاملہ پر دوسرا حکم نہ دوں گا۔ اب اگر تم دونوں اس سے عاجز ہو گئے تو وہ مجھے دیدو میں ہی اُسکا تمہارا کام کرونگا۔ قرآن مجید کی سورۃ الحشر میں بنی النضیر کے معاملہ کا مفصل ذکر آیا ہی جسے ہم یہاں درج کر دیتے ہیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

سبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض وہو العزیز الحکیم۔ ہو الذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتب من دیارہم لاول الحشر وما ظننتم ان یخرجوا وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبہم الرعب یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء لعذبہم فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب النار۔

ترجمہ

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے اُن اہل کتاب کو جو کافر ہو گئے تھے اُنکے گھروں سے پہلی ہی لشکر کشی میں نکال دیا تم یہ خیال (بھی دلمیں) نہ لاتے تھے کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اُنکے قلعے خدا (کے عذاب) سے اُنکے محافظ ہیں۔ پس اللہ (کا عذاب) اُنپر اس طرح آیا کہ اُنکو معلوم نہ ہوا۔ اور اللہ نے اُنکے دلوں میں رعب ڈالدیا کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اور (نیز) مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کرنے لگے پس اے آنکھوں والو ان عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے انکے اوپر جلا وطنی کا مقدمہ نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً (دنیا ہی) میں انھیں عذاب کرتا اور آخرت میں (تو) ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار ہی) ہی۔

ذٰلک بانہم شاقوا اللہ و رسولہ و من یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب
ما قطعتم من لینۃ او ترکتموہا قائمۃ علیٰ اصولہا فباذن اللہ و لیخزی
الفٰسقین ۔ و ما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل
و لا رکاب و لٰکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء و اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر ۔
ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ و للرسول و لذی القربیٰ
و الیتٰمیٰ و المسٰکین و ابن السبیل لا کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء
منکم ط و ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ و ما نہٰکم عنہ فانتہوا ط و اتقوا اللہ ط
ان اللہ شدید العقاب ۔ للفقراء المہٰجرین الذین اخرجوا من دیارہم
و اموالہم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ ط
اولٰئک ہم الصٰدقون ۔

ترجمہ

یہ اس سبب سے کہ اُنہوں نے اللہ کی اور اُسکے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرتا ہی تو بیشک (اسپر عذاب ہوتا ہے کیونکہ) اللہ سخت عذاب والا ہی (اے مسلمانون) تمنے جو (کافرونکے) کجوار کے درخت کاٹ ڈالے یا انکو انکی جڑون پر باقی رکہا تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے (تمنے کیا) اور اس لئے کہ اللہ بدکارونکو رسوا کرے اور جو (مال کہ بنی النضیر کے) کافرون سے اللہ نے اپنے رسول پر فائض کیا ہی نہ تو اسپر تم نے (اپنی) گہوڑے اڑائے ہین اور نہ اونٹ و لیکن اللہ اپنے پیغمبرون کو جسپر چاہتا ہی مسلط کر دیتا ہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو کچہ اللہ نے بستیون والون (کے مال) سے اپنے رسول پر قابض کیا ہی تو وہ اللہ کے لئے ہی اور رسول کے لئے اور (رسول کے) قرابت والون کے لئے اور یتیمون کے لئے اور مسافرون کے لئے (یہ حکم اللہ نے دیا) تاکہ (وہ مال) تمہارے مالدارون کے درمیان دست گردان نہو اور جو تمکو رسول دیدین تو تم اسکو لے لو اور جس سے تم کو منع کر دین تو اُس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہی (وہ مال) اُن مہاجر فقیرون کے لئے ہے جو اپنے گہرون سے اور اپنے مالون سے (اللہ کے لئے) نکال لئے گئے ۔ وہ اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی کے طلبگار ہین اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہین ۔ یہی لوگ سچے (ایماندار) ہین ۔

والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ہاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون۔ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔ الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا ولا وان قوتلتم لننصرنکم ط واللہ یشھد انھم لکذبون لئن اخرجوا لا یخرجون معھم ج ولئن قوتلوا لا ینصرونھم ج ولئن نصروھم لیولن الادبار ثم لا ینصرون۔ لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ط ذلک بانھم قوم لا یفقھون۔

ترجمہ

اور (نیز وہ مال) ان لوگوں کیلئے ہے جنھوں نے دار الاسلام میں اور ایمان میں مہاجرین سے پہلے (اپنا) گھر بنالیا ہے جو کوئی انکی طرف ہجرت کر (کے) آتا ہے اسکو دوست رکھتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ مال غنیمت کبھی ان سے زیادہ دیا جاتا ہے تو اسکی طرف اپنے دلوں میں کچھ حسد نہیں پاتے اور مہاجرین (کم خدمت) کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں گو انہیں خود (کتنی ہی سخت) احتیاج (کیوں نہ) ہو اور جو کوئی اپنے دل کے لالچ سے بچیگا تو وہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں اور (نیز وہ مال) اُن لوگوں کیلئے ہے جو بعد مہاجرین و انصار کے (دائرہ اسلام میں) آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ بخشدے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا حسد نہ ڈال۔ اسے ہمارے پروردگار بیشک تو شفقت کرنیوالا مہربان ہے۔ (اے نبی) کیا تم نے ان لوگوں کیطرف نظر نہیں کی جو منافق ہو گئے وہ اپنے اُن بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہتے ہیں کہ بیشک اگر تم (مدینہ سے) نکالدیئے جاؤ گے تو یقیناً بلاشبہ ہم (بھی) تمہارے ہمراہ نکل چلینگے اور تمہارے بارہ میں کبھی کسیکا کہا نہ مانینگے اور اگر تم سے جنگ کیجائیگی تو بیشک یقیناً ہم تمہاری مدد کرینگے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں بیشک اگر وہ (کافر) نکالدیئے جائیں گے تو یہ انکے ہمراہ نہ نکلینگے اور اگر ان سے جنگ کیجائیگی تو یہ ہرگز انکی مدد نہ کرینگے اور اگر یہ انکی مدد (بھی) کریں تو بیشک یقیناً یہ (بھی) انکی طرح پیٹھ پھیر (کر بھاگ) جائینگے پھر انہیں مدد نہ دیجائیگی بیشک (اے مسلمانو) تمہارا خوف ان (منافقوں) کے دلوں میں اللہ سے (بھی) زیادہ ہے۔ اس سبب سے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں

لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر باسھم بینھم شدید تحسبھم جمیعا و قلوبھم شتی ذالک بانھم قوم لا یعقلون ۔ کمثل الذین من قبلھم قریبا ذاقوا وبال امرھم ولھم عذاب الیم ۔ کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین ۔ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا ط وذلک جزاؤ الظالمین ۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ج واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیر بما تعملون ۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسھم انفسھم اولئک ھم الفسقون لا یستوی اصحب النار واصحب الجنۃ ط اصحب الجنۃ ھم الفائزون لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ط وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۔

ترجمہ

یہ (یہودی) تم سے سب ملکر (بھی) نہیں لڑ سکتے مگر محفوظ مقامات میں (بیٹھکر) یا کسی دیوار کے پیچھے (چھپکر) لڑ سکتے ہیں) انکی لڑائی (خواہ) آپس میں (بھی) بہت سخت ہے تم انھیں (بظاہر) دیکھتے ہو حالانکہ اُنکے دل جدا ہوئے ہیں یہ اس سبب سے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں ۔ ان لوگوں کی حالت مثل اُن کے جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے عمل (بد) کا وبال (دنیا میں بھی) چکھ لیا اور انکے لئے (آخرت میں بھی) درد دینے والا ہے (منافقوں کا معاملہ کافروں کے ساتھ) شیطان کی حالت کے مثل ہے جبکہ اُس نے انسان سے کہا کہ کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو گیا تو شیطان نے کہا کہ بیشک میں تجھسے بیزار ہوں بیشک میں اللہ رب العالمین سے خوف کرتا ہوں پس انجام اُن دونوں کا (یعنی شیطان اور اس انسان کا) یہ ہے کہ وہ دونوں دوزخ میں جائینگے اسمیں ہمیشہ رہینگے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ۔ اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو چاہیئے غور کرے کہ اسنے کل کے لئے کیا کر کے بھیجا ہے اور تم سب لوگ اللہ سے ڈرو بیشک جو تم کرتے ہو اللہ اُس سے خبردار ہے اور تم اُن لوگوں کی مثل نہ جاؤ جنھوں نے اللہ کو فراموش کر دیا پس اللہ نے انھیں (بھی) اُن کی جانوں سے غافل کر دیا یہی لوگ فاسق ہیں ۔ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں جنت والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں ۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو بیشک تم اُسے اللہ کے خوف سے عاجزی کر کے پاش پاش دیکھتے اور یہ مثالیں ہم تو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں ۔

ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ ج ہو الرحمٰن الرحیم ہو اللہ الذی

لا الٰہ الا ہو ج الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر ط

سبحان اللہ عما یشرکون ۔ ہو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ

ما فی السمٰوٰت والارض ج وہو العزیز الحکیم

ترجمہ

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہاں و آشکارا جاننے والا۔ وہی بخشنے والا مہربان ہے وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے نہایت پاک (سب عیبوں سے) امان دینے والا نگہبان غالب خود مختار بڑائی والا۔ پاک ہے اور اُن چیزوں سے جنکو یہ اُسکا شریک بتاتے ہیں وہی اللہ ہے پیدا کرنیوالا نیا بنانے والا صورت بنانے والا اس کے (بہت اچھے) اچھے نام ہیں اُسکی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

جو کچھ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے وہ بہت ہی کامل اور ٹھیک ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

معتمدی کا عہدہ

اسوقت تک کوئی مسلمان عبرانی یا شامی زبان نہیں جانتا تھا جتنی دستاویزات یا معاہدہ یا فرمان عبرانی یا شامی زبان میں لکھے گئے تھے وہ سب یہودیوں کے ہاتھ کے تھے جو حضور انور کو اپنی قوم کا دشمن سمجھتے تھے اور جو بجائے خود رسول اور خدا کے یقینی دشمن تھے اپر اعتبار نہ ہو سکتا تھا اپنے مطلب کے مطابق معاہدوں میں تغیر و تبدل کر دینا ممکن تھا حضور انور ﷺ نے اس سخت ضرورت کو محسوس کیا اور آپنے زید جیسے ذہین لڑکے کو جو ثابت کا بیٹا اور مدینہ کا رہنے والا تھا یہ حکم دیا کہ وہ عبرانی اور شامی زبانیں سیکھے چنانچہ اس ذہین لڑکے نے بہت جلد عبرانی اور شامی زبانیں سیکھ لیں اور عربی اس بچہ کو پہلے ہی سے سکھا دی گئی تھی۔ اب حضور انور نے اس بچہ کو اپنا معتمد بنا لیا تمام فرامین تمام خطوط کے جواب تمام معاہدے سب زید کے ہاتھ لکھے جاتے تھے اور زید کو حضور انور کا پرائیویٹ سکرٹری یا معتمد خاص سمجھنا چاہئے۔ ان ہی زید نے حضرت

صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور منجملہ اور کاتبوں کے یہ بھی ایک کاتب قرآن ہیں۔

حضور انور نے مدینہ میں نزول اجلال فرمایا ہے تو زید کی عمر گیارہ برس کی تھی اور اب جبکہ وہ منشی خاص بنائے گئے تو ان کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی تھی کہتے ہیں انہوں نے عبرانی پندرہ دن میں سیکھ لی اور وہ اپنے کان میں قلم رکھ لیا کرتے تھے محض اس لئے کہ بھولی ہوئی چیز جلدی سے یاد آجائے۔

(کاتب الواقدی صفحہ ۱۷۲-طبری صفحہ ۱۴۳۱)

دسوان باب

سنہ ۴ ہجری۔ مطابق سنہ ۶۲۵-۶۲۶ ع

بنی النضیر سے اخراج کے بعد ڈیڑہ سال تک مدینہ مین کسی قسم کی پریشانی اور کسی قسم کی امن مین خلل اندازی نہین ہوئی نہایت سکون اور آرام سے اہل مدینہ نے یہ ڈیڑھ برس گزارا اور سنہ ۴ ہجری کا موسم گرما اور موسم خزان نہایت امن سے بسر ہوا مگر اس کے بعد پھر وہ موسم سامنے آیا جس مین مدینہ اور مکہ کی فوجین بدر مین مقابل ہوئین اور ابوسفیان چونکہ وعدہ کر چکا تھا کہ مین دوسرے سال مدینہ پر حملہ کرکے اُحد کی فتح کی تکمیل کرونگا اس لئے اُسنے یہ موقعہ غنیمت جانکر مدینہ پر فوج کشی کی مکہ مین بہت سخت قحط پڑ رہا تھا اور اسکی یہ خواہش تھی کہ ایک تو اپنا وعدہ پورا کرون دوسرے ایسے شہر پر تخت و تاراج کرون جو اُسوقت بہت ہی بار آور ہے۔

مورخون نے اس کا نام غزوہ بدر موعد یا بدر صغرےٰ رکھا ہے اسکی مفصل کیفیت یہ ہی کہ جب نعیم بن مسعود اشجعی مکہ مین عمرہ گزارنے کے لئے آیا تو ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اُحد کے دن ہمنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم نے دوبارہ حملہ کرنیکا عہد کر لیا ہے اب تو ایک کام کر کہ سیدھا مدینہ مین چلا جا اور وہان جاکے یہ خبر اُڑا دے کہ اہل مکہ نے بہت بڑی تیاری مدینہ پر کرنیکی کی ہے تاکہ ان کے دلون مین دہشت بیٹھ جائے اور وہ مدینہ سے باہر لڑنے کے لئے نہ نکلین ہم اس صورت سے اطراف مدینہ کو خوب لوٹ لین اور جو نقصانات قحط کیوجہ سے ہوئے ہین انکا بدلہ کرلین۔ نعیم کو کئی اُونٹ اس کے صلہ مین دینے قرار پائے اور اسکی ضمانت سہل بن عمرو نے دی چنانچہ نعیم سیدھا مدینہ مین آیا اور اس نے بہت کچھ مبالغہ آمیز روایتین اہل مکہ کی تیاری کی بیان کین یہ خبرین سُنکے مدینہ مین سنسناہٹ سی پیدا ہو گئی اور ایک سخت پریشانی چھاگئی جب حضور انورنے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے سخت غصہ ہوگئے اور قسم کھا کے یہ فرمایا کہ مین ضرور بدر پر جاکے مشرکون کا مقابلہ کرونگا یہان تک کہ مین تنہا جاؤن اور مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہون

حضور انور کے اس جوش نے ایک نئی روح اہل مدینہ کے جسمون مین پھونک دی اور وہ لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ ۱۵۰۰ جانباز جو اتنی تعداد کے آج تک حضور انور کی سرکردگی میں میدان جنگ میں نہیں آئے تھے شمشیر بکف ہو کے میدان مین جانے کے لئے راضی ہو گئے اور بہت سے آدمی اپنے ساتھ لاکھون روپیہ کی تجارت کی چیزین بھی سالانہ میلہ میں فروخت کرنے کے لئے لیگئے اس فوج نے بدر مین جا کے اپنا کمپ نصب کیا اور آٹھ روز تک قریشون کے انتظار مین شمشیر بکف رہے اور اس اثنا مین اپنا تجارتی مال نہایت کامیابی اور نفع سے فروخت کیا۔ ابوسفیان کی چونکہ گیدڑ بھپکی تھی اور اس مین لڑنے کا دم درود نہین تھا وہ قوم کو دکھانے کے لئے دو ہزار پیدل اور پچاس سوار لیکے مکہ سے چلا تھا مگر جب اس نے مسلمانون کا یہ جوش و خروش دیکھا اور انھین جنگ کے لئے آمادہ پا یا وہ دُم دبا کے اُلٹا مکہ کیطرف بھاگ گیا اور مسلمانون کو خداوند تعالےٰ نے یہ نمایان کامیابی اور فتح عنایت فرمائی۔

غزوہ ذات الرقاع

قریشون کو اس وقت بہت سخت زک ملی کہ سوائے دھوم دھام اور ظاہری نمائش کے اور کچھ بھی نہ ثابت ہوا اسلئے قریشون نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے دوسرے سال بہت بڑا حملہ کرنے کی تیاری کا ارادہ کیا۔

۵ سنہ ہجری کے آغاز مین اور ماہ محرم مطابق مئی سنہ ۶۲۶ء مین جب حضور انور کو یہ خبر لگی کہ بنی غطفان کے چند قبیلے یعنی بنی انمار و ثعلبہ فلان مقام پر جمع ہو کے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین تو حضور انور چھوٹی سی فوج کو ساتھ لیکے جسمین چارسو مسلمان تھے ذات الرقاع کی طرف روانہ ہوئے جب یہودیون نے یہ دیکھا کہ حضور انور اس تیاری سے تشریف لا رہے ہین مقابلہ کرنا مشکل ہے تو وہ پہاڑون کی طرف بھاگ گئے اور اپنی عورتون اور بچون کو اپنے مکانون مین چھوڑ گئے جب حضور انور معہ اپنی فوج کے یہان پہونچے تو آپنے دیکھا کہ مردون مین سے ایک بھی نہین ہے کل عورتین اور بچے بطور اسیران جنگ کے مدینہ آگئے پندرہ روز تک حضور انور

مدینہ سے باہر رہے۔

نماز خوف

اسی غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف سب سے پہلے پڑھی گئی وجہ صرف یہ تھی کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ مرد سب چلے گئے ہیں تو انھیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ چھپ نہ گئے ہوں اور بے خبری میں ہم پر نہ آ پڑیں اس لئے یہاں نماز خوف پڑھی گئی مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ شمشیر بند خاص مقام پر نصب کر دیا گیا کہ اگر وہ شب خون کرنا چاہیں تو مسلمانوں کو پناہ ملے۔

نماز خوف کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور (اے مسلمانو) جب تم زمین میں سفر کیا کرو تو (اس میں) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز سے کچھ کم کر دیا کرو اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے یہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں اور (اے نبی) جب تم اُن میں موجود ہو (اور لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو) اور تم ان کے لئے نماز قائم (کرنے کا ارادہ) کرو تو (یہ) چاہئے کہ (مسلمانوں کے دو گروہ کر دو ایک گروہ کو دشمن کے مقابلہ پر بھیجدو اور) اُن میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ رہے اور (انھیں) چاہئے کہ (نماز کی حالت میں) اپنے ہتیار لئے رہیں پھر جب (یہ لوگ) سجدہ کر چکیں تو (انھیں) چاہئے کہ وہ تمہارے پیچھے (یعنی دشمن کے مقابلہ پر) ہو جائیں اور چاہئے کہ (وہ) دوسرا گروہ (جو دشمن کے مقابلہ میں تھا اور (ابھی) جس نے نماز نہیں پڑھی پس وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور انھیں (بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کی چیزیں اور اپنے ہتیار (نماز کی حالت میں) لئے رہیں کافر یہ

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکٰفرین کانوا لکم عدوا مبینا و اذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من وراۓکم ولتات طائفۃ اخرٰی لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ود الذین کفروا۔

چاہتے ہیں کہ کاش (کسی طرح) تم اپنے ہتیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہوجاؤ تو یکبارگی تم پر جھک پڑیں (لہٰذا تم ہوشیار رہو) اور اگر تمھیں بارش (کے سبب) سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر (اس میں) کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ہتیار (اُتار کر) رکھدو اور اپنی حفاظت کی چیزیں لئے رہو (اور خوب یاد رکھو کہ) بے شک اللہ نے کافروں کے لئے (سخت) ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز ختم کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو۔ پھر جب (جنگ موقوف ہوجائے اور) تم مطمئن ہوجاؤ تو (اپنے معمول کے موافق نماز) پڑھو بے شک نماز ایمان والوں پر (ایسا) فرض ہے (جس کا) وقت (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا ہوا ہے اور (اے مسلمانو) کافروں کے تعاقب میں سستی نہ کرو اگر تم تھک گئے ہو تو بیشک جیسے تم تھکے ہو وہ (بھی) تھک چکے ہیں اور (تم کو اتنی قوت بھی ہے کہ) تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

لو تغفلوا عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضیٰ ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکٰفرین عذابا مھینا فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا۔ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما۔

غزوہ دومۃ الجندل

غرہ ربیع الاول ۵ھ ہجری مطابق جولائی ۶۲۶ء

دوسری مہم دومۃ الجندل کی طرف روانہ کی گئی یہ مقام حدود شام میں واقع ہے اور بحر احمر اور خلیج فارس کے بیچ میں پڑتا ہے یہاں رہزنوں کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو گیا تھا

اور شب و روز مسافروں کو لوٹا کرتا تھا روز بروز اس کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات کا پورا خوف ہو گیا تھا کہ یہ قطاع الطریق کہیں مدینہ پر حملہ نہ کر بیٹھیں اس خوف کو محسوس کرنے کے بعد حضور انور نے امن اور جان و مال کی حفاظت کے لئے ان پر چڑھائی کی تکلیف گوارہ فرمائی اور آپ ایک ہزار جانباز مسلمانوں کو ساتھ لیکے حملہ کی غرض سے اس موضع کی طرف روانہ ہوئے راہ میں آپ کو یہ خبر لگی کہ ان لوگوں کے مویشی فلاں مقام پر موجود ہیں آپ نے فوراً چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے مویشی گرفتار کر لئے جائیں چنانچہ ایک بہت بڑی تعداد مویشیوں کی گرفتار کر لی گئی۔

مسلمان مورخوں نے اس غزوہ کا بہت ہی مختصر سا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تین چار سطروں میں اس کا بیان ختم کر دیا موضع مذکورہ پر پہنچنے کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بعض میں تو یہ ذکر ہے کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے تھے۔ بعض میں یہ بیان ہے کہ آپ گلہ کو گرفتار کر کے راستہ میں ہی سے واپس چلے آئے تھے مگر روایتوں کی کثرت اسطرف ہے کہ آپ کی آمد آمد کی خبریں سنکر کل رہزن بھاگ گئے اور آپ نے موضع میں پہنچ کے انکے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمد بن سلمہ نے ان میں سے ایک شخص کو گرفتار کر کے حضور انور کی خدمت میں بھی پیش کیا وہ شخص حضور انور کے ہمرکاب مدینہ میں چلا آیا اور مسلمان ہو گیا مہینہ بھر تک حضور انور سے مدینہ خالی رہا آپ ربیع الاول کے اختتام سے پہلے یعنی ۲۵ تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور ربیع الثانی کی ۲۰ تاریخ کو مدینہ میں تشریف لے آئے بیان کیا جاتا ہے کہ دومہ مدینہ سے پندرہ منزل ہے اگر یہ فاصلہ تسلیم کر لیا جائے تو ۲۵ دن حضور انور کے سفر کو لگتے ہیں۔ سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں کہ یہ مہم تمام حدود شام میں ایک بڑا تہلکہ ڈالنے والی تھی۔ حضور انور اور آپ کے صحابہ کا رعب تمام شام میں پیدا ہو گیا تھا اور بہت سے قوی قبیلے حضور سے عہد و پیمان کرنے کے لئے دوڑے چلے آتے تھے چنانچہ ایک بہت بڑے قبیلہ سے عہد و پیمان ہوا اور حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرقی مدینہ کی چراگاہوں میں انھیں گلّے چرانے کی اجازت دیدی۔

زینب بنت خزیمہ سے نکاح

اسی سنہ ہجری میں حضور انور نے زینب بنتِ خزیمہ بن حرث سے نکاح کیا یہ گویا حضور انور کا چوتھا نکاح تھا یہ بی بی اس قدر مخیر طبیعت کی تھی کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین ہو گیا تھا آپ قبیلہ بنو ہلال میں سے تھیں آپ بیوہ تھیں آپ کے پہلے شوہر کا نام عبداللہ بن حجش تھا ان کے انتقال کے بعد ۴ سنہ ہجری کے نویں مہینہ میں حضور انور سے نکاح کر لیا نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۹ سال کی تھی اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۷ سال کی۔ صرف آٹھ مہینے آپ حضور انور کے گھر میں رہیں یہ دوسری بی بی ہیں جن کی وفات خود حضور انور کے سامنے ہوئی۔

امِ سلمہ سے نکاح

(پانچویں بی بی)

بماہ شوال ۴ سنہ ہجری۔ مطابق جنوری ۶۲۶ سنہ عیسوی

آپ کی ولادت ۲۲ سنہ قبل ہجری میں ہوئی تھی۔ آپ کا اصلی نام ہند تھا اور آپکی والدہ کا نام عاتکہ تھا آپ قبیلہ بنو کنانہ میں سے تھیں یہ وہ عاتکہ نہیں ہیں جو عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں آپ کے والد کا نام ابو اُمیہ تھا اور انھیں خدیقہ بھی کہا کرتے تھے آپ عرب کے مشہور سواروں میں مشہور تھے۔

حضرت اُمِ سلمہ کے پہلے شوہر کا نام ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی تھا آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کے حبشہ ہجرت کر گئی تھیں وہاں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام زینب رکھا اسکے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام درہ رکھا۔ ان کے علاوہ دو لڑکے سلمہ اور عمر بھی پیدا ہوئے۔ ابو سلمہ نے جب ۴ سنہ ہجری میں وفات پائی تو حضرت اُمِ سلمہ کا نکاح حضرت رسول خدا سے ہو گیا۔ آپکی عمر ۲۶ سال کی اور آنحضرت اکی عمر ۵۷ سال کی تھی آپ نے ۸۴ سال کی عمر میں ۶۳ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ پر بہت نکتہ چینیاں کی گئی ہیں وہ اگرچہ سب بیہودہ اور ہیچ کارہ ہیں پھر بھی ہم اُن میں سے ایک بڑی نکتہ چینی نقل کرتے ہیں جس پر معترض بہت ہی اُچھلتے کودتے ہیں اور وہ نکتہ

چلپنی یہ ہے کہ جب حضرت ام سلمہ کے خاوند کا انتقال ہو گیا تو آپ رسول خدا کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا مجھے کوئی چیز ایسی بتایئے کہ میں شب و روز پڑھا کروں آپ نے انھیں یہ دعا بتائی اللھم اغفرلی ولہ واعطینی منہ عقبا حسنۃ یعنی اے رب مجھے اور میرے شوہر کو بخشدے اور اس کے بعد مجھے اچھا خاوند ملا۔ جب عدت کے دن پورے ہو گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے باری باری سے درخواست کی مگر ام سلمہ نے منظور نہ کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی تو آپ نے کہا واہ رسول خدا آپنے خوب درخواست کی میں بڑی عمر کی ہوں اور میرے یتیم بچے ہیں اور مجھے نکاح کرنے سے بھی شرم آتی ہے اس کے سوا تیرے پاس تو بہت سی عورتیں موجود ہیں نہ میرے رشتہ داروں میں سے کوئی موجود ہے جو میرا نکاح تیرے ساتھ کرے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میری عمر تجھ سے زیادہ ہے تو یتیموں کا کیوں فکر کرتی ہے خدا اور رسول ان کی پرورش کریں گے اور شرم کی بات جو تو نے کہی سو میں دعا کروں گا اور خدا تیری شرم کو کھودیگا اور جو اپنے کسی رشتہ دار ہونے کی بابت کہتی ہے تو یہ سمجھ لے کہ اگر کوئی تیرا رشتہ دار بھی ہوگا جب بھی میرے ساتھ نکاح ہونے پر ناراض نہ ہوگا" یہ ہے روایت جسے عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس سے آنحضرت کی نفس پرستی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہی سرتا پا غلط ہے۔ حضرت بی ام سلمہ کا قول خود اس کے غلط ہونے کی شہادت دے رہا ہے پہلے جملوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکو نکاح کی درخواست سخت ناگوار معلوم ہوئی پھر آپنے نامنظوری ظاہر کی اور بعد ازاں راضی ہو گئیں۔ عجب متضاد بیان ہے جو مطلب حق سمجھ میں نہیں آتا دوسری یہ روایت کہ وہ رسول مقبول کے پاس گئیں کہ مجھے کچھ پڑھنے کی تعلیم کریں تو آپنے قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں بتائی حالانکہ آپ کا شیوہ یہی تھا کہ آپ ہر شخص کو قرآن مجید کی تعلیم کیا کرتے تھے کبھی آپنے غیر قرآن مجید کسی وظیفہ کے پڑھنے کے لئے نہیں فرمایا وہاں جھاڑ پھونک کی نہ تھی بلکہ توحید کی تعلیم تھی اور بس اور اگر فرض کر لیں کہ حضرت بی بی ام سلمہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی دریافت کرنے چلی گئیں اور آنحضرت نے یہ دعا بتا دی بھی ہو تو خبر نہیں کیا قباحت لازم

آتی ہے لڑکیوں اور جوان عورتوں کو ہمیشہ نیک خاوند ملنے کی دعا مانگنی چاہیئے عورت کے لئے اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ خاوند نیک ہو۔ خاوند اگر نیک ہے تو اُسے جنت ہی نہیں بلکہ سلطنت ہے اور اگر بد ہے تو اُس کے لیے دنیا ہی میں دوزخ ہے فی الحقیقت جس چیز پر عورت کی زندگی کا دارومدار ہو اُس کے نیک ہونے کی ضرور دعا مانگے۔ رہا اپنی شرم اور رشتہ داروں کی غیر موجودگی کی بابت کہنا تقاضائے فطرت اور تمدن ہے ہر جگہ دستور ہے کہ جب تک دولہا دولہن کے رشتہ دار یا والدین نہیں ہوتے نکاح نہیں ہوتا اسی بنا پر بی بی ام سلمہ نے اپنے رشتہ داروں کا ذکر کیا تھا۔ غرض اسی قسم کے لچر اور پوچ اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتے اسلیئے ہم ان پر زیادہ بحث بھی کرنا نہیں چاہتے

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ کی ولادت ۳۳ھ قبل از ہجری میں ہوئی آپ کے والد کا نام جحش تھا اور آپکی والدہ کا نام امیمہ تھا اور امیمہ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں پہلی دفعہ ان کا نکاح ۳ھ ہجری کے شروع میں زید بن حارث سے ہوا ۵ھ ہجری میں زید نے اُنھیں طلاق دیدی اور پھر عدت کے ختم ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کر لیا اس وقت بی بی زینب کی عمر ۳۵ سال کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۸ سال کی تھی چھ سال یعنی وصال کے وقت تک آپ پیغمبر خدا کی زوجیت میں رہیں اور حضور انور کے وصال کے بعد انتقال کیا۔

بی بی زینب کے خسر کا نام شراحیل اور ساس کا نام سعدیٰ بنت تعلبہ تھا جو قبیلہ بنی طے میں سے تھیں ایام جاہلیت میں جب سعدیٰ اپنے بیٹے زید کو لیکے جسکی عمر ۸ سال کی تھی کہیں سفر کر رہی تھیں تو رستہ میں بنو قین نے ان پر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کے عکاظ کے بازار میں بیچنے کو گیا حکیم بن حزام نے چار سو درہم کو خرید کے اپنی پھوپی خدیجہ بنت خویلد کو دیدیا حضرت بی بی خدیجہ نے زید کو حضور انور کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فوراً لیکے آزاد کر دیا اتفاقاً زید کے چچا اور باپ مکّہ میں آئے اور زید کو پہچان لیا اور چاہا کہ فدیہ دیکے زید کو اپنے ساتھ لیچلیں مگر زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور حضور انور ہی کی خدمت میں رہنا پسند کیا اس وقت

رسول خدا نے عرب کی رسم کے مطابق زید کو متبنٰی بنالیا۔
حضور انور نے پہلے زید کا نکاح ام ایمن سے کر دیا جس سے زید کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اُس کا نام اسامہ رکھا گیا پھر ام ایمن کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت نے بڑے اصرار سے زید کا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا۔ زینب ایک عالی خاندان کی بی بی تھیں اور آپ اپنی قدیم رسم و رواج اور خاندانی تکبر و نخوت کی بنا پر ہرگز ایک غلام سے خواہ وہ حضور انور کا متبنّٰی ہی کیوں نہ ہو نکاح کرنا نہیں چاہتی تھیں مگر آنحضرت کو اس پر اصرار تھا اور اصرار کی یہ حکمت تھی کہ عرب میں سے وہ مغائرت اُٹھ جائے جو آزاد اور غلام میں پائی جاتی ہی کیونکہ غلام ہونا درحقیقت کوئی قدرتی عیب نہیں ہے بڑے بڑے آزاد و شاہ اور ایک وسیع سلطنت کے مطلق العنان حکمراں چرخ نیلوفری کی ایک ہی گردش سے غلام بنا لئے گئے ہیں اور سوائے اس کے انھیں چارہ نہیں ہوا ہے۔ کسی شخص کو جو حسب اور نسب میں نجیب ہے زبردستی پکڑ کے دوسری جگہ فروخت کر دینے کا نام غلامی ہے۔ عرب ہی پر موقوف نہیں ہی بلکہ رومتہ الکبریٰ اور سلطنت مشرقی میں بھی غلاموں کی بہت بُری کیفیت تھی۔ ہندوستان میں اُس سے زیادہ خوفناک مظالم غلاموں کی بے گناہ جان پر توڑے جاتے تھے اُن سے شادی بیاہ کرنا تو کجا مثل جانوروں کے برتاؤ کرتے تھے اُن کی جانیں ایک جانور کی جان سے زیادہ قیمتی نہ تھیں۔ غرض انسان کی اس شرمناک حالت کو کھونے کے لئے آپ نے پہلے تو اسے اپنا متبنّٰی بنایا اور پھر ایک اعلیٰ درجہ کی شریف زادی سے اسکا نکاح کر دیا اگرچہ زینب اپنی عالی خاندانی کیوجہ سے اور قدیمی نخوت کی حیثیت سے جو اس کے خاندان میں ملی ہوئی تھی زید سے نکاح نکرنا چاہتی تھیں مگر جبکہ قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا تھا کہ رسول کے فیصلہ سے جو دل تنگ ہو وہ مسلمان نہیں ہے اور بی بی زینب چونکہ بطیب خاطر مسلمان ہو گئی تھیں اس لئے مجبوراً اُنھوں نے رضامندی ظاہر کی اور زید سے ان کا نکاح ہو گیا تعمیل حکم کے بعد پھر اُسی قدیمی خون کے اثر نے اپنا رنگ دکھا دیا اور آپ اپنے خاوند کو بُری نظروں سے دیکھنے لگیں خاوند بی بی کی نا اتفاقی طرفین کے لئے دنیا ہی میں دوزخ بنجاتی ہے زید اپنی مغرور بی بی کی اُکھیڑ پچھاڑ سے تنگ ہو ہو کے حضور انور سے شکایتیں کیا

اکثر تا تھا کہ میری جان ضیق میں ہے میں تنگ آگیا ہوں اور دم ناک میں ہے آپ یہی ارشاد کرتے تھے کہ تو آشتی اختیار کرلے اور کبھی طلاق دینے کا نام نہ لیجو ساتھ ہی آپ زینب کو بھی ملکے رہنے کو فرماتے اور دونوں کو صلح کی طرف مائل کرتے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ آپ زینب کے اس اثر کو کھو سکتے جو بطور ورثہ پشت ہا پشت سے اُسے پہنچا تھا اور ایسا اثر بغیر کئی پشتیں گزر جانے کے کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب پانی سر سے گزر گیا اور زید کی زندگی محال ہوگئی تو ناچار زید نے طلاق دیدی اور عدت کے دن ختم ہونیکے بعد رسول کریم نے اُس سے نکاح کرلیا۔ سچی کیفیت تو زینب کے نکاح کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ قرآن شریف سے اس کا ثبوت ہی حدیثیں اس کی شاہد ہیں اور تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے مگر بعض مفسروں کی غلط فہمی سے حضور انور کی اطہر و اقدس ذات پر جو کچھ نکتہ چینیاں ہوئیں وہ واقعات ہی سے خلاف نہیں ہیں بلکہ سخت شرمناک ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ معترض کیوں ایسا اندھا ہوکے اعتراض کرتا ہے اور نکتہ چینی کرتے وقت کیوں تہذیب اور شائستگی کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے ہم اس نکاح کی فطرت پر ایک بسیط بحث کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ نکاح جو محض قانون قدرت اور اعلیٰ درجہ کے تمدن کی بنیاد پر ہوا کسی طرح بھی نکتہ چینی کرنے کے قابل نہیں ہے۔

پہلا اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ حضور انور نے اپنی بہو یعنی اپنی متبنّٰے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیا اور ایسا فعل ایک نبی کی شان سے کس قدر بعید ہے۔ معمولی توجہ کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ بہو کی حالت یا بیٹے کی بی بی ہونے کی حالت اُسی وقت تک قایم رہ سکتی ہے جب تک بیٹے کا تعلق ہو اور جب تعلق منقطع ہو چکا ہو اور طلاق کی قینچی نے مناکحت کے رشتہ کو کاٹ دیا ہو تو پھر اس عورت پر بہو کا اطلاق کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔ اب وہ بالکل آزاد عورت ہے اور ہر شخص سے باستثنائے بعض رشتہ داروں کے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح اسکا ہر طرح جائز ہوگا۔ عرب میں اگرچہ یہ دستور تھا کہ مونہ بولے بیٹے اور مونہ بولی بہن صلبی بیٹوں اور سگی بہنوں کے برابر خیال کیجاتی تھیں مگر یہ ان کی سخت حماقت اور غلطی تھی کوئی غیر عورت کبھی زبانی بہن بننے سے کسی قانون میں بھی اس وقت تک بہن نہیں ہو سکتی یا کوئی متبنّٰی بیٹا یا مدت تک صلبی بیٹے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے متبنّٰی بیٹے کو زیادہ وقعت نہیں دی ہے اور کچھ

اسلام ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اور قوموں میں بھی صلبی بیٹوں کے مقابلہ میں متبنّٰی کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہنود کے قانون میں اگر کسی شخص کے ہاں متبنّٰے کرنے کے بعد بیٹا پیدا ہو تو وہ بھی ضرور باپ کی جائداد کا حصہ دار بنے گا مگر اسلام نے ان رشتوں کو زیادہ وقعت سے کبھی نہیں دیکھا سمجھ میں آسکتا ہی جب زینب سے زید کا تعلق قطع ہوچکا ہو پھر وہ حضور انور کی بہو کیونکر رہی۔ یہ ایک عجیب بے معنی اعتراض ہے جو کسی طرح بھی پذیرا نہیں ہو سکتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ رسول خدا کی خواہش یہ تھی کہ زید کسیطرح طلاق دیدے تو میں اُس سے نکاح کرلوں اسکا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ اور بعض مفسروں نے اسکو خوب زنگامیزی کرکے اور فرضی روایتوں کی بنا پر اپنی تفسیروں میں درج کیا ہی اور اسی لئے عیسائیوں کو نبی معصوم کی ذات پر حملہ کرنیکا موقع ملا ہے حالانکہ جو فرضی روایتیں کہ بعض مفسروں نے تراشی ہیں اُن کو کلام مجید کے سیاق کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے آنحضرت کا آسمان پر جبرئیل فرشتے کی گواہی پر نکاح ہونا اور آپ کا زینب کو برہنہ دیکھ لینا اور اُس پر عاشق ہوجانا یہ سب چڑھے چڑھائی کہانیاں ہیں جنھیں واقعات سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے کوئی نادان سے نادان شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ عورت خواہ کیسی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کبھی برہنگی کی حالت میں وہ خوشنما ہو سکتی ہے؟ عورت کی خوبصورتی لباس پر منحصر ہے اور لباس ہی اس میں صدہا خوبیاں پیدا کرکے اسکے اصلی عیبوں کو بھی ایک حد تک چھپا دیتا ہے پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ زینب میں برہنگی کی حالت پر کیونکر اتنا حُسن پیدا ہوگیا اور نبی معصوم جنہوں نے اُسے پرورش کیا تھا اور آپ ہی کی آنکھوں کے سامنے وہ سن بلوغت کو پہنچی تھی فریفتہ ہوگئے ناممکن نہیں تو محال عقل ضرور ہی۔ قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے اور قرآن مجید کی بعض آیت کے الفاظ سے مفسروں نے عجیب عجیب معنی تراشے ہیں جو کسیطرح بھی موزوں نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی پوری آیت یہ ہے:" واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ فلما قضٰے زید منہا وطرا زوجنٰکہا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرا وکان امر اللہ

مفعولا ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا" یعنی اے پیغمبر تم اس بات کو یاد کرو کہ تم اُس شخص کو (یعنی زید بن حارثہ کو) جسپر اللہ نے اپنا احسان کیا کہ اسکو اسلام کی توفیق دی اور تم بھی اُسپر احسان کرتے رہے یہ کہتے تھے کہ اپنی بی بی (زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر (اور اسکو چھوڑنے کا نام نہ لے) اور تم اس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جسکو اخیر اللہ ظاہر کرنیوالا تھا اور تم اس معاملہ میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور خدا اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو پھر جب زید اُس عورت سے تعلق قطع کر چکا (یعنی طلاق دیدی اور عدّت کی مدّت پوری ہوگئی) ہم نے تمہارے ساتھ اُس عورت کا نکاح کر دیا کہ اب مسلمانوں کے جب لے پالک اپنی بی بیوں سے بےتعلق ہو جائیں تو اُن عورتوں سے نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو ہی کر رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لئے جو بات ٹھہرادی ہے اس کے کرنے کے لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں اُن میں بھی یہی عادت الٰہی رہی ہے کہ اُنپر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی اور خدا کے جتنے کام ہیں ایک امر تقدیری ہیں جو روز ازل سے ٹھیرے ہوئے ہیں۔

یہ آیت ہی قرآن مجید کی، نہ جس سے برہنہ دیکھنے اور عاشق ہونے کا واقعہ ثابت ہوتا ہے اور نہ عشق زینب کو دل میں چھپانے کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کے ایسے سادے بیان سے فرضی روایات کی بناپر بعض دور از کار نتائج پیدا کرنا صریح نادانی اور جہالت ہے ایک مفسر نہیں اگر لاکھ مفسر کچھ ہی کیوں نہ لکھیں وہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ اور اُن کی اُس ذاتی رائے سے رسول مقبول کی ذات اقدس پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہوسکتی نہ کوئی الزام آسکتا ہے۔ اس آیت میں صرف دو جملے ہیں جنپر بعض مفسرین کو بہت کچھ فرضی باتوں کے بنانے کا موقع ملا ہے اول تو "تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ" یعنی جس بات کو دل میں چھپاتا تھا خدا اُس کو ظاہر کرنے والا تھا اور پھر فرمایا تھا کہ "تخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ" یعنی تو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے دوسرا جملہ یہ ہے "فلما قضی زید منہا وطرا الی وکان امر اللہ مفعولا" یعنی جب زید نے اُس سے

اپنی حاجت پوری کرلی یا جب زید اُسے طلاق دے چکا اور عدّت کے دن پورے ہوگئے تو ہم نے اسکو تیری زوجیت میں دیا یا تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں کو اپنے لے پالک بیٹوں کی جورؤوں کے ساتھ نکاح کرنے میں تردّد نہ ہو جبکہ وہ بی بیاں عدّت کے دن پورے کرلیں خدا کا حکم تو شدنی ہے دل میں کیا بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہوگئی یعنی متبنّے بیٹے کی بی بی سے آنحضرتؐ نے نکاح کرلیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آپکو بحیثیت انسان اور مصلح ہونیکے ضرور اس بات کا اندیشہ تھا کہ عرب میں جبکہ مضبوطی سے یہ رسم جاری ہے کہ لے پالک کی بی بی کو بمنزلہ لڑکی کے سمجھا جاتا ہو تو ضرور لوگ اعتراض کرینگے اور کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو یہ فعل کرتا ہے جسے وہ اپنی دانست میں سخت معیوب خیال کرتے تھے ایسی بدگمانیوں کا آپنے ہمیشہ خیال رکھا ہے اور آپنے اپنا پہلو اس قسم کی بے بنیاد باتوں سے ہمیشہ بچایا ہے مثلاً صحیح حدیث ہے کہ کعبہ کی عمارت کو دوسری صورت میں کرنا چاہتے تھے اور آپنے حضرت بی بی عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ کعبہ اس صورت سے تعمیر ہو مگر مجھے مسلمانوں کا خیال ہے مبادا وہ خیال کرنے لگیں کہ نبی ہو کر کعبہ کو ڈہاتا ہے اس وجہ سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کعبہ کی تعمیر شروع کروں۔ اسی طرح سے زینب کے معاملہ میں آپکو خیال تھا کہ لوگ کیا کہیں گے اور انھیں اپنی صدہا سال کی رسم کے خلاف یہ بات کیسی کھٹکے گی۔ آپ دل میں یہ خیال کرتے تھے اور خوف کھاتے تھے جسطرح ایک مصلح مخلوق میں کوئی نئی بات ظاہر کرنے سے خوف زدہ ہوا کرتا ہے مگر خداوند تعالیٰ نے صاف الفاظ میں نبوت۔ اولوالعزمی اور سچے مصلح ہونیکی شان بتادی کہ لوگوں سے خوف کھانا ہیچ ہے، خدا ہی سے ڈرنا چاہئے۔ جس چیز کا ہمارا ظہور ہونیوالا تھا وہ ہوگیا یعنی آپ کا نکاح ہوگیا۔

اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کیوں اس قدر محسوس ہوا اسکی کیا وجہ تھی ظاہر ہے کہ آپنے نکاح کرنے کا ارادہ پہلے ہی سے کرلیا تھا جب ہی تو خوف بھی محسوس ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے حالانکہ یہ بات نہیں ہے آپ اصل میں اس زبون ترین رسم کو توڑنا چاہتے جو عرب میں خون کیطرح رچی ہوئی تھی اور جب تک کوئی عملی کارروائی کر کے نہ دکھاتے

ہرگز اس کا اثر نہ پڑتا۔ اور لوگ ایسی قدیم رسم کو جسکو وہ انتہا درجہ اعلےٰ درجہ کی تہذیب سمجھے
ہوئے تھے کبھی نہ چھوڑتے خیال تو آپکے دل میں یہ تھا کہ اگر کوئی موقع ہو تو ضرور کرنا چاہیئے
یہ خیال روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا آخر وہ موقع خوش قسمتی سے آگیا اب آپ کو ایسا کرنے میں
تردد ہوا اور آپنے اس ارادہ کو اپنے دل میں صرف اسی بنا پر چھپا لیا کہ مبادا لوگ چونکیں
اور بجائے اصلاح کے اُن میں پریشانی پیدا ہو جائے بس اس بات کو چھپا رہے تھے کہ خداوند
تعالیٰ نے روح القدس کے ذریعہ سے جتا دیا کہ کچھ خوف اور اندیشہ کی بات نہیں تجھے لوگوں سے
نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہیئے تھا پھر فرمایا کہ ہم نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا۔
اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم ہی کو منظور رہے کہ لے پالک بیٹوں کی بیبیوں سے نکاح جائز ہے ہم مسئلہ
تقدیر میں بصراحت ثابت کر آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہر شے کے ہونے یا نہونیکی نسبت اپنے
ساتھ کیا کرتا ہے اور اُسے یہ شایاں بھی ہے۔ اس نسبت سے یہ پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہر افعال کا
حقیقی فاعل ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اُسکا تصرف ہر جگہ ہے اب
یہاں یہ فرمانا کہ ہمنے اس عورت کو تمھارے نکاح میں دیدیا اسکے یہ معنی ہیں کہ تم نے بالکل ہماری
مرضی کے مطابق کیا ہے اس لئے لوگوں سے خوف کھانیکی کوئی وجہ نہیں ہے جس کام میں ہماری مرضی
شامل نہیں ہے اس میں ہر شخص سے خوف کھانا چاہیئے اور جب ہماری مرضی شامل ہو گئی پھر
خوف کھانیکی کیا بات ہے۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں جسپر بعض مفسروں اور مخالفوں نے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے
اور وہ حاشیے چڑھائے گئے کہ الحفیظ۔ پھر بعض مفسروں نے تو یہانتک لکھدیا کہ خداوند تعالیٰ
خود بیٹھا جبرئیل اور میکائیل گواہ بنے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی زبان مبارک سے دولہا دلہن سے
ایجاب و قبول کی رسم ادا کرائی۔ یہ ساری باتیں مضحکہ خیز ہیں نہ قرآن سے نہ حدیث سے ثابت
بہرحال اسکی شاہد اسی زینب کے معاملہ کو جسکی حقیقت کچھ بھی نہیں اس قدر طول دیا گیا ہے
اور مخالفین اسلام نے وہ وہ کتابیں شائع کی ہیں کہ خدا یاد آتا ہے۔ معاملہ کچھ بھی نہیں ہے صرف
منشاء باری یہ تھا کہ یہ شنیع رسم عرب ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اُکھڑ کے پھینک جائے اس
کام کے لئے اپنے معصوم نبی کو چن لیا اور عملی صورت میں کر کے دکھا دیا تاکہ پھر چون و چرا کی

گنجایش ہی نہ ہے بہتیرا سوچا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ زینب کے نکاح پر جس کا اس قدر
شور و غوغا مچا ہوا ہے کیا اعتراض پیدا ہوتا ہے مخالفین اسلام نے غیر معتبر کتابوں کے
حوالے سے بڑی ہی بازاری اور خلاف تہذیب اعتراض اس پہلو سے کیے ہیں اور اپنے
خیالات میں گویا انھوں نے کامیابی حاصل کی ہے کوئی معترض کسی تفسیر کا حوالہ دیتا ہے
اور کوئی کسی غیر معتبر فارسی کی کتاب کا مثلاً ایک عیسائی نے روضۃ الاحباب میں سے یہ
عبارت نقل کی ہے "چوں از خدائے تعالیٰ معلوم کردہ بود کہ زینب داخل ازواج وے
خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید وے را طلاق دہد ولیکن شرم میداشت کہ اورا
امر کند بطلاق زینب و نیز ازاں می اندیشید کہ مردم گویند کہ زن پسر خواندۂ خود را میخواہد
وحال آنکہ در جاہلیت زن کسے منسوب بہ پسرے میکردند حرام می دانستند ہمچوں زن
پسرے صلبی خود" اسی قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جو سب ہی بکواس ہیں اور
جنھیں صدق سے ذرہ بھی تعلق نہیں ہے۔ روضۃ الاحباب ہو یا روضۃ الصفا، ابو الفداء ہو
یا ابن خلدون، طبری ہو یا واقدی۔ ابن ہشام ہو یا ابن اسحٰق غرض کسی مورخ کی
رائے یا اُسکی روایت کسی پر حجت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ نبی کریم پر اس سے کوئی الزام
قائم ہو سکے۔

بعض معترضوں نے نئی نئی باتیں گھڑی ہیں۔ اور وہ اور بھی مضحکہ خیز ہیں چنانچہ لکھا جاتا ہے
کہ بچپن ہی سے زینب حضور انور پر عاشق تھی مگر آگے اس کا ثبوت نہیں دیا کہ یہ روایت
کیونکر معلوم ہوئی۔ اور اگر کسی کتاب میں ایسی روایت موجود بھی ہے تو یہ تاریخ کیونکر
معلوم ہوئی کہ زینب سے یہ افعال سرزد ہوئے تھے اس لئے اسے عشق تھا۔ عاشق کی
یہ وجہ بتاتا کہ زینب زید کے ساتھ نکاح کرنے میں راضی نہ تھی ایک زبردستی کا استدلال
ہے اور اگر یہ فرض کر لیں کہ زینب عاشق تھی تو پھر عشق کا الزام رسول اللہ پر غلط ہوتا ہے
یہ دونوں ایسی متضاد باتیں ہیں جن کا سر پیر ایک عیسائی نے [illegible] لکھا ہے کہ طرفین سے
محبت کی سلسلہ جنبانی تھی اور وہ اخیر میں یوں پوری [illegible] باتیں اور انہیں کو
کل خیالات لایعنی ہیں [illegible] کے لئے یہ الزام [illegible] قائم کرتے [illegible]

انسانیت اور شرافت سے بعید ہیں ہم ایکبار اور زینب کے نکاح پر دقیق نظر ڈالتے ہیں اور
دیکھتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا سمجھا ہے مسلمانوں نے خاص زینب کے
معاملہ میں مخالفین اسلام کو خوب دنداں شکن جواب دیئے ہیں مگر خدا کے فضل و کرم سے
چونکہ میں بھی مسلمان ہونیکا فخر رکھتا ہوں اس لئے مجھے بھی جواب دینا لازمی ہے خواہ وہ
جواب اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کیسے ہی پایہ کا کیوں نہ ہو۔
جب حضور انور نے ملاحظہ کیا کہ ماں بہن یا بیٹے بیٹی کے خالی الفاظ کا بہت ہی خیال
کیا جاتا ہے۔ اور اس سے تمدن اسلامی میں اگر یہ بات قائم رہی تو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے
آپنے اس قبیح رسم کو نیست و نابود کرنیکے لئے یہ کارروائی کی اگر یہ نہ ہوتا تو سخت تباہی آتی
اور شدید آفت نازل ہوتی۔ رسم یہ تھی کہ اگر کسی شخص نے بھولے یا غصہ یا مذاق میں
اپنی بی بی کو یہ کہہ دیا کہ تو تو میری ماں یا بیٹی کے برابر ہے تو فوراً بی بی نکاح کے باہر ہو جاتی
اور پھر کبھی مناکحت نہ ہو سکتی تھی۔ انصاف سے خود ہی دل میں فیصلہ کرلو کہ جس خاندان
یا قوم میں یہ کیفیت ہو وہ سلامت ہی کب رہ سکتی ہے اسمیں شب و روز فتنہ و فساد کا
اندیشہ ہو اور بلاشبہ اسکی زندگی میں خطرہ ہی خطرہ ہے حضور انور نے اس پر خطر حالت کو
بخوبی محسوس کر لیا تھا اور جو بڑی ناانفاقیاں پڑ رہی تھیں وہ ملاحظہ فرمالیں تو آپ بنی
ناواقف قوم پر رحم فرما کے اس امر کے درپے ہوئے کہ کسیطرح اس رسم کو دنیا سے مٹا دیا جائے
یہ کام فی الحقیقت آسان نہ تھا اور یہ اسی قدر مشکل تھا جتنا کعبہ میں سے بتوں کا نکالنا ظاہر
یہ رسم بہت ہی خوشنما اور مہذب معلوم ہوتی تھی کہ ایک شخص کو جب زبان سے بیٹا کہہ لیا
تو وہ بیٹا ہو گیا یا بیٹی کہا تو وہ بیٹی ہو گئی مگر جو خرابیاں اس میں چھپی ہوئی تھیں انکو سوائے اس
آنکھ کے جس میں روح القدس کی روشنی ہو اور انوار الٰہی کی چمک ہو اور کون دیکھ سکتا ہے
آپنے اس خرابی کو غرض پوری طور سے محسوس کر لیا اور اسکی بیخ کنی کے درپے ہوئے۔ آپ
اس امر کی تلاش میں تھے کہ کوئی موقع عملی کارروائی کرنیکا ملے کیونکہ عملی کارروائی کے بغیر
ممکن نہ تھا کہ دوسروں پر اسکا اثر پڑتا۔ چونکہ روح القدس روز پیدائش سے آپکی ہمقرین
رہتی چلی آئی تھی وہ بار بار آپ کو امید دلاتی تھی کہ یہ موقع ہوگا۔ اتفاق سے زید نے

زینب کو طلاق دی اور اس وقت آپ کو اپنے قدیم خیال میں کامیاب ہونیکا موقع ملا اور آپنے فوراً نکاح کر کے بتا دیا کہ موہ بولے بیٹے کی بی بی جب اُسے طلاق مل جائے نکاح میں آسکتی ہے اب یہ اعتراض کہ نکاح کے وقت کوئی وکیل نہ تھا محض لچر اور پوچ ہے بلکہ اس وکیل نہ ہونے میں بھی بڑی حکمت بالغہ مضمر ہے۔ آپنے اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی ہے اگر کہیں ایسا اتفاق ہو کہ گواہ یا وکیل میسر نہ آسکتے ہوں تو ایجاب وقبول کافی ہے اور خداوند تعالیٰ کی گواہی بس ہے اسلام کو دنیا کے اور ادیان پر اسی لئے شرف حاصل ہے کہ اسمیں ہر متنفس آزاد کیا گیا ہے کسی ماتمی یا شادی کی تقریب ادا کرنے کے لئے نہ کسی پیشوا کی ضرورت ہے نہ قاضی کی محض رسم کے طور پر کسی قاضی کو نکاح کیلئے بلا لینا دوسری بات ہے مگر مذہباً کوئی مسلمان اسکا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ قاضی ہو تو نکاح ہو ورنہ ہو ہی نہ سکے اگر بد قسمتی سے یہ حکمتیں کوئی نہ دیکھ سکے تو اسکی بینائی کا قصور ہے ورنہ حکمت میں سر مو تفاوت نہیں ہے۔

نکاح کے بعد آپنے بہت بڑا ولیمہ کیا اور مسلمانوں کی دعوت کو اس دعوت پر عجیب عجیب الزام رسول کریم کی اقدس واطہر ذات پر قائم کیئے گئے ہیں جن کا سر نہ پیر اور یہ الزام ایسے بے بنیاد اور ہوائی ہیں کہ ادنٰی توجہ کے بعد انکا بے معنی ہونا سمجھ میں آسکتا ہے بعض نا مہذب اور اخلاق انسانی سے بے بہرہ کر شتانوں نے یہ لکھا ہے کہ ولیمہ کے دن مسلمان کھانا کھا کے جم گئے اور اُنھوں نے باتیں کرنی شروع کر دیں رسول اللہ بیتاب ہوئے جاتے تھے کہ کیسیطرح سے اُٹھ کے جائیں مگر وہ جنبش نہیں کھاتے۔ رسول اللہ بار بار اپنی ازواج کے پاس جاتے ہیں اور انکا آ کے سلام کہتے ہیں مگر وہ ایک نہیں سنتے اور جمے بیٹھے ہیں اخیر خدا خدا کر کے اُٹھے اور رسول اللہ زینب کے حجرہ میں داخل ہوئے اور جلدی سے کواڑ بند کر لئے پیچھے سے ابو ہریرہ اور طلحہ دوڑتے ہوئے آئے اور اُنھوں نے رسول اللہ کو مشغول پا کے افسوس کیا اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے واپس پھر کے چلدیئے اُس پر فوراً بعد ازاں آیت نازل ہوئی جسکا مطلب یہ ہے" اے مسلمانو نبی کے گھر میں نہ آیا کرو جبتک تمھیں حکم نہ ملا کرے کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھے رہا کرو جبتک تمھیں نہ بلایا جائے

نہ آیا کرو اور جب کھانا کھا چکو تو اِدھر اُدھر چلے جایا کرو باتوں میں دل لگا کے نہ بیٹھا کرو
ان باتوں سے نبی کو ایذا ہوتی ہے اور اُسے شرم آتی ہے مگر خدا سچ بات سے شرم
نہیں کرتا اور جب نبی کی بی بیوں سے کوئی بات کرنی ہو یا کچھ چیز مانگنی ہو تو پردہ کے
باہر کھڑے ہو کے مانگ لیا کرو" اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ولیمہ کی
تقریب ہرگز اسکی شان نزول نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں اول ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ
بغیر اجازت نبی کے گھر نہ آیا کرو حالانکہ ولیمہ کے سب کو دعوت کے لئے مدعو کیا گیا تھا
نہ بلانا سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر فرمایا گیا کہ کھانا پکنے کی انتظاری میں نہ بیٹھا کرو حالانکہ خاص
مسلمانوں کی دعوت کے لئے کھانا پکایا گیا تھا پھر اُس کی انتظاری میں بیٹھنا کیسا یہ ساری
باتیں محض تعصّب اور حسد سے بنائی گئی ہیں ورنہ اعتراض کی ان میں کوئی وجہ نہیں
معلوم ہوتی۔

آپکا گھر چونکہ بے گھروں کے لئے کھلا ہوا تھا اور اکثر ننگھرے اور بھوکے آپکے ہاں مہمان
ہوتے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ جنگلی اور وحشی ہوتے تھے انھیں نبی کریم کے گھر میں بیٹھ جانا
اور کھانا کھانے کے بعد باتیں کرنا کوئی نازیبا بات نہ معلوم ہوتی تھی اسلئے ازراہ
نصیحت اُنھیں تہذیب سکھانے کے لئے یہ باتیں کی گئی ہیں تاکہ نبی اور امہات المومنین کا
ادب اور آداب ملحوظ رکھیں اور دنیا میں ایک شائستہ قوم بنجائیں اور اُنھیں معلوم
ہوجاوے کہ اپنے سچے پیشوا کی کیونکر تحریم اور عزت کیا کرتے ہیں آپ کی تعلیم اور قوم کیحالت کا
پورا نقشہ قرآن مجید میں کھینچا گیا ہے، جہاں فرمایا ہے کہ ہم سنے بے پڑھے لکھوں
یا جاہلوں میں ایک رسول بھیجا جو اُن کا تزکیہ کرتا ہے جو اُنھیں شائستگی اور تہذیب کے
قواعد سکھاتا ہے جب وہ لوگ محض امّی تھے جن کے امّی ہونے کی شہادت خداوند تعالیٰ
بھی دیتا ہے تو اُن سے خلاف تہذیب امور سرزد ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہ تھی بغیر اجازت
کسیکے گھر میں چلے آنا اور کھانے کی انتظاری میں بیٹھے رہنا اور جانیکا نام نہ لینا یہ ایسے
افعال ہیں جو دنیا کی کسی قوم میں بھی مستحسن نہیں گنے جاتے اگر رسول خدا نے ان قبیح
امور کے ترک کرنیکی تنبیہ فرمائی تو اسمیں اعتراض کرنیکے قابل کونسی بات ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ زینب سے نکاح کرنے میں جو حکمتیں تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔(اول) یہ ثابت کردینا کہ اسلام غلام کو ہرگز حقارت سے نہیں دیکھتا (دوم) لے پالک بیٹے کی بی بی سے طلاق اور عدت ختم ہونیکے بعد مثل معمولی عورتوں کے نکاح ہوسکتا ہے (سوم) صرف زبان سے کسیکو بیٹا کہہ لینا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔(چہارم) بغیر قاضی اور گواہونکے بھی نکاح ہوسکتا ہے (پنجم) اعلےٰ درجہ کی بات کرنے میں اگر قوم بھی مخالف ہو جب بھی جوانمردی سے اُسپر عمل پیرا ہونا چاہئے (ششم) حق بات کہنے میں کسی سے خوف نکرنا چاہئے (ہفتم) نکاح کرنے میں کوئی امتیاز قومی نہیں ہے۔ غرض اسی طرح سے صدہا حکمت کی باتیں مضمر ہیں اور سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ سخت سے سخت نا ملائم الفاظ ہرگز حق پر پردہ نہیں ڈال سکتے کسی زبان پر قفل نہیں لگا ہوا ہے نہ مُہر ہو رہی ہے۔ ہر شخص بہت آزادی سے چاہے جو کچھ کہہ سکتا ہے مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اپنی اس خدا داد آزادی سے کہاں تک کام لیسکتا ہے اور اُسے کس حد تک تہذیب کے دائرہ میں پابند رہنا چاہئے اور اس کا قول کس حد تک قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ فرض کرو کہ اونے درجہ کے تیلی تنبولی نے ایک شہنشاہ اسلام کی شان میں جسکا کلمہ کروڑوں مخلوق خدا پڑھتی ہے نا ملائم الفاظ کہدیئے کیا اس سے اس کی اقدس واطہر ذات پر کچھ الزام آسکتا ہے؟ استغفر اللہ ہرگز نہیں بلکہ ایسی گندی باتوں سے لکھنے والے اور کہنے والے کی تہذیب اور شائستگی کا نمونہ معلوم ہو جاتا ہے اور کھلجاتا ہے کہ قابل انسانی اور ادنیٰ رذالت کا ایک اعلےٰ ترین نمونہ ہے بلکہ عین انسانیت کے دامن پر ایسا داغ ہے کہ کبھی نہیں مٹ سکتا اور جسکی سیاہی روز بروز عیاں ہوتی جائیگی۔ زینب کے نکاح میں کوئی بھی معمولی بات نہیں ہے جسے عیسائیوں نے محض اپنی کور باطنی سے ہوا بنا رکھا ہے صرف اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے لے پالک بیٹے کی بیبی سے نکاح کر لیا مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ جب طلاق مل چکی ہو اور عدت کے دن گزر چکے ہوں پھر وہ لے پالک کی بی بی رہی کہاں وہ بالکل آزاد عورت ہے اور سوائے باپ بھائی چچا وغیرہ اسی سے ہر شخص نکاح کر سکتا

زینب کا قصہ بس اسی قدر لکھنا تھا جو ہم لکھ چکے۔ ہمارے خیال میں خصم کے لئے یہی کافی ہوگا زیادہ طول دینا غیر ضروری سمجھکر ہم اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ حارث کی بیٹی تھیں آپکے پہلے خاوند کا نام ذوالشفر بن تھا۔ یہ شخص غزوہ بنی المصطلق میں مسلمانوں کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ آپنے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہوگئیں آپ بڑی عبادت گزار اور خاموش بی بی تھیں ہمیشہ روزے رکھتیں اور نماز و قرآن پڑہتی تھیں آپکا نکاح بہت بڑی سیاسی بنا پر مبنی تھا اور اس نکاح سے عجیب و غریب نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ بنی المصطلق کے سردار حارث ابن ضرار نے جب بلاوجہ مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کی اور تاخت و تاراج شروع کی تو ناچار رسول کریم نے بھی آمادگی ظاہر فرمائی خوب لڑائی ہوئی اخیر میں بنی المصطلق مغلوب ہوئے اور قانون جنگ کے موافق عورت و مرد سب گرفتار کر لئے گئے اور اُن کی باہم مسلمانوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور بہت سے سرکش ایسے بھی تھے جنھیں سزائے موت دیجاتی۔ آپ چاہتے تھے جسطرح ہو باہمی اتحاد قایم ہوا اور غیر قومیں شیر و شکر ہو جائیں آپ اسی فکر میں تھے کہ حضرت جویریہ بنت حارث آئیں اور اپنی شکستہ حالی عرض کی اور بیان کیا کہ میرا خاوند اس جنگ میں مارا گیا میں حارث قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہوں میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں حضور سے فریاد کرتی ہوں کہ مجھے ثابت کے پاس سے علیحدہ کر کے اپنی سرپرستی میں لیا جائے اور میری رہائی کے عوض ثابت کو میرے ضرمے کے چند درخت جو مدینہ میں ہیں دیدیئے جائیں آپنے اُسکی غریبی پر رحم کھا کے اُس کے معروضہ پر توجہ فرمائی اور ثابت کو بلا کے کہا کہ یہ عورت اپنی آزادی تجھ سے اُن خرموں کے بدلے خریدتی ہے کیا تو قبول کرتا ہے اس نے بخوشی منظور کر لیا اور جویریہ کو آزاد کر دیا حضور انور نے رحم فرما کے اُس سے نکاح کر لیا اس نکاح کرنیکا قوم پر یہ اثر ہوا کہ جتنے قیدی بنی مصطلق تھے سب رہا کر دیئے گئے اور کل مال غنیمت واپس دیدیا گیا اور دونوں قومیں انتہا درجہ

اتحاد پیدا ہو گیا۔ اس نکاح میں یہ بہت بڑی حکمت تھی خیال ہو سکتا ہے کہ وہ نکاح کیسا مبارک نکاح ہے جسکے باعث دو قوموں میں بھائی چارہ قایم ہوا اور صدہا آدمیوں کی جان بچ جائے۔ آپ کے نکاح کی نسبت بھی بہت سی فضول اور لایعنی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور بہت سی اُلٹی سیدھی روایتیں مشہور ہیں لیکن وہ سب بیہودہ اور غلط ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ روایت مشہور ہے کہ بنی مصطلق پر فتح پانے کے بعد آنحضرت بی بی عائشہ کیساتھ ایک چشمہ آب پر بیٹھے تھے کہ سامنے سے جویریہ آئیں چونکہ یہ ایک خوبصورت بی بی تھیں حضرت عائشہ نے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت ضرور اسے اپنے نکاح میں لائینگے چنانچہ آنحضرت نے فوراً نکاح کی غرض ظاہر کر دی۔ یہ بھی عجیب تاریخ ہے کہ جس کا سر نہ پیر۔ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بنی مصطلق میں رسول کریم کے ہمراہ گئی ہوں۔ کوئی شخص اسے ثابت نہیں کر سکتا کہ فتح مکہ کے بعد آپ رسول کریم کے ساتھ ایک چشمہ پر بیٹھی ہوں اور جویریہ کی صورت دیکھتے ہی آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ رسول کریم اس سے ضرور نکاح کر لینگے یہ بہت بڑا بہتان ہے جو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اُٹھایا گیا ہے اس قسم کا خیال کبھی کسی بی بی کے دل میں نہیں گزرتا تھا۔ ہر بی بی نکاح کو بخوبی سمجھتی تھی اور جانتی تھی ہر نکاح میں کتنی بڑی حکمت مضمر ہے۔ صحیح حدیث ہے جب کسی شخص نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپنے فرمایا کیا تو قرآن مجید نہیں پڑھتا یعنی قرآن مجید میں آخر الزماں نبی کے اخلاق موجود ہیں کسی سے دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے جب یہ پاکیزہ خیالات تھے اور یہ صاف باتیں تھیں پھر اُنکی نسبت رکیک باتوں کا خیال کرنا اور زبردستی کے الزام ان کے سر چپکنا خلاف انسانیت ہے اور ایک حملہ بی بی جویریہ کے معاملہ میں رسول مقبول پر کیا گیا ہے اور وہ نامہذب اور بازاری ہے کہ دیکھکر شرم آتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آنحضرت بی بی جویریہ کے پاس آئے اور اُن سے مقاربت کرنی چاہی آپ روزہ سے تھیں آپ نے

روزہ توڑدیا یہ عجیب نالایق حملہ ہے جس کا سر نہ پیر نہ کسی روایت میں موجود نہ کسی صحیح اور معتبر تاریخ میں اس کا پتہ۔ ساری باتیں جو مخالفوں نے ایجاد کی ہیں اُن کا کہیں بھی پتہ نہیں لگتا سوائے اس کے کہ اُن باتوں کو معترضین کے خیالات کا ایک پرتو کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی بیوہ تھیں جب حضور انور سے نکاح ہوا ہے آپ کے خاوند کا نام عبد اللہ بن جحش تھا آپ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ آغاز اسلام میں ام حبیبہ مع اپنے شوہر کے مسلمان ہو گئی تھیں جب مکیوں کے جور و ظلم سے مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی ہے تو بھی اُن مہاجرین میں تھیں اور اسلام کے سچے نقوش اُن کے دل پر ہو گئے تھے ایک تو آفت رسیدہ ہو کے حبشہ گئی تھیں دوسری آفت اُن پر یہ آئی کہ پردیس میں پہنچکر اُن کا شوہر عبد اللہ بن جحش تزلزل ہو گیا اور اس نے مذہب اسلام سے نفرت ظاہر کی اگرچہ بی بی ام حبیبہ کو اپنے خاوند سے بہت ہی محبت تھی اور سوائے شوہر کے پردیس میں اُن کا کوئی سرپرست بھی نہ تھا پھر بھی انھوں نے بڑی دلیری سے روکا اور کہا کیا غضب کرتا ہے نصرانی نہ ہو اور ایسے حق دین سے پہلو تہی نہ کر مگر وقت یہ تھی کہ اسلام شراب خواری وغیرہ کو ناجائز قرار دیتا تھا اور حرام حلال میں امتیاز پیدا کر دیا تھا اور ایسی پاک زندگی میں رہنا خاص ایسے شخص کے لئے محال تھا جس کے خون میں بدکاری اور افعال قبیحہ کا زہر ملا ہوا ہو وہ مسلمان رہ کے کبھی ایسے افعال نہیں کر سکتا تھا۔ بی بی ام حبیبہ کے کہنے کی اُسنے مطلق پروانہ کی اور اپنی سابق نصرانیت کیطرف بالآخر رجوع کی۔ پھر اُس نے ام حبیبہ کو سمجھایا کہ اس پردیس میں اور کوئی تیرا سرپرست نہیں ہے تو بھی نصرانی ہو جا۔ یہ صحیح تھا کہ بی بی ام حبیبہ پر مصیبت کا پہاڑ آپڑا تھا اور جہان آپ کی آنکھوں میں تاریک ہو گیا تھا اور اب آپ ایک اجنبی سرزمین میں بالکل بے یار و مددگار تھیں پھر بھی آپ نے

بڑی دلیری سے اپنی ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور صاف کہدیا کہ اگر تو نہیں مانتا اور نصرانی ہوتا ہے تو میں تیری زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ عبداللہ بن جحش نے نہ مانا اور اخیر نصرانی ہو گیا۔ نصرانی ہوتے ہی تمام معائب جن سے وہ تائب ہو گیا تھا پھر اسمیں عود کر آئے اور وہ خرابات میں پڑ گیا۔ اسکی موت سخت ذلت سے ہوئی شراب میں سرمست ہو کے اخیر سخت رسوائی کے ساتھ اسکی جان نکل گئی۔

خیال ہو سکتا ہو کہ حضرت ام حبیبہ کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی، مکہ معظمہ میں ان پر کم مظالم نہیں ہوئے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھیں جلاوطن ہونا پڑا تھا پھر حبشہ میں وہ اپنے بدکار شوہر کی شومی طالع سے بے پناہ رہ گئیں پھر بھی یہ اسلام کی دلدادہ بی بی بہت مضبوطی سے اسلام پر قایم رہیں اور ان کے ایمان و یقین میں کسی قسم کا بھی تزلزل نہیں آیا۔ مٹ جانا اور برباد ہو کے مرنا بہتر سمجھا۔ لیکن دین خدا سے منہ نہ پھیرا آپ اپنے بدنصیب شوہر سے علحدہ ہونے کے بعد کچھ روز سخت مصیبت میں گزارے پھر آپ قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئیں اور اپنی تمام دردناک کہانی رسول مقبول کی خدمت میں عرض کی اور کہا کہ میں بالکل بے پناہ ہوں اور صرف دین اسلام کے لئے مجھپر یہ آفتیں ٹوٹی ہیں آپ میری ڈھارس بندھوا لیئے اور میری سرپرستی کیجے۔ یہ حال سن کے آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فوراً ام حبیبہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ اسوقت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ۳۶ برس کی عمر تھی۔ آپ کی وفات ۴۴ھ ہجری میں ہوئی ۶۰ یا ۶۵ حدیثیں بھی آپ کی روایت سے منقول ہیں۔

غزوہ بنی مصطلق

شعبان المکرم ۵ھ ہجری۔ مطابق ۶۲۶ء عیسوی

دومۃ الجندل سے واپس ہونیکے تین مہینے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بیوہ تھیں آپکے پہلے شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا مگر اس نے طلاق دیدی تھی پھر کنانہ

یہ خبر لگی ہے کہ مکہ کے اطراف میں مسلمانوں کے خلاف ایک گروہ کثیر جمع ہو رہا ہے۔ بنی مصطلق جو پہلے معاہدہ کی رو سے حضور انور کے دوست تھے اب انھوں نے عہد شکنی کر کے مکّہ کے قریشوں کے ساتھ شرکت کر لی اور اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ قریشوں کی ہمراہ ہو کے مدینہ پر حملہ کریں اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کا

بن ربیع سے نکاح ہوا یہ شخص غزوہ خیبر میں مارا گیا۔ جب قانون جنگ کے مطابق سب لوگ گرفتار ہوئے تو آپنے صفیہ کو دیکھکر فرمایا تو آزاد کی گئی خواہ یہاں رہ خواہ اپنے رشتہ داروں میں چلی جا اُنہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گئی پھر یہودیوں میں جاکر کیا کروں گی وہاں میری گزر کیونکر ہو سکتی ہے خواہ میرے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب اختلاف مذہب ہو تو مجھے اُنسے سخت نفرت ہے۔ میں تو حضور کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپنے اُسے زوجیت میں قبول کر لیا اور مدینہ لے آئے۔ ان بی بی کی نسبت بھی بہت سی جھوٹی روایتیں بنائی گئی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ وہ روایتیں ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں اور اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہو سکتی یہ الزام ہے کہ نکاح کے بعد کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تجھے محمد پسند آئے تو اُس نے کہا کہ میں نے اُنہیں بہت خوب پایا۔ پھر پہلی منزل میں بی بی صفیہ کا انکار پھر دوسری منزل میں ام سلیم والدہ حضرت انس کو بھیجنا کہ تو جا کے صفیہ کو سنگھار کرا اور پھر اسکا صفیہ کو سمجھانا کہ دیکھیو تو انکار نہ کیجیو پھر وقت مقاربت ابو ایوب انصاری کا پہرہ پر برہنہ شمشیر لئے کھڑا ہونا۔ پھر بعد فراغت آنحضرتؐ کا دریافت کرنا کہ تو یہاں کیوں کھڑا تھا اُن کا جواب دینا کہ یہ عورت یہودن تھی اور اس کے باپ بھائی جنگ میں مقتول ہوئے تھے مبادا یہ دست درازی کر بیٹھے تو میں فوراً مدد کو پہونچوں پھر آنحضرت کا اُسے دعا دینا کہ جس طرح تو نے نبی کی حفاظت کی ہے اسیطرح خدا بھی تیری حفاظت کرے گا پھر صفیہ کا مدینہ آنا اور تمام مدینہ میں غل مچنا اور حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا بھیس بدل بدل کر صفیہ کو دیکھنے آنا اور آنحضرت کا گھونگھٹ میں حضرت بی بی عائشہ کو پہچان لینا پھر بی بی صفیہ کا شکایت کرنا کہ مجھے عائشہ اور حفصہ

محفوظ رکھنا فرض ہوا۔ آپ نے نہایت دلیری اور بے جگری سے اُن کو دفع کرنے کے لئے تیاری کرنی شروع کی۔ مدینہ کے تمام جنگجو مرد حضور انور کی خدمت میں آکے جمع ہو گئے اور عبداللہ بن اُبی بھی اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لیکے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکھڑا ہوا تاکہ وہ بھی مسلمانوں کیطرف سے جنگ کرے

ستاتی ہیں اور یہ طعنہ دیتی ہیں کہ تو یہودن ہے تیری حقیقت ہی کیا ہے پھر آنحضرت کا بی بی صفیہ کو یہ جواب بتانا کہ جسوقت وہ تجھے یہودن کہا کریں تو یہ کہدیا کر کہ ہارون میرا باپ موسیٰ میرا چچا اور محمد میرا خاوند ہے۔ پھر آنحضرت کا بی بی عائشہ کو سمجھانا کہ تم اُسے تکلیف نہ دیا کرو وغیرہ وغیرہ بے بنیاد روایتیں اور نالایق الزام ہیں جو حضور انور اور آپ کی ازواج پر لگائے گئے ہیں اگر ہم فرض کرلیں کہ کسی اسلامی تواریخ میں بھی اسکا کھوج لگتا ہے پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ کا لکھنا یا کسی مفسر کا اپنی تفسیر میں درج کرنا یا کسی راوی کا روایت کرنا ایک خفیف سا الزام بھی رسول مقبول اور ازواج پاک پر نہیں قایم کرسکتا۔ یہ سب چڑے چڑیا کی کہانیاں ہیں اور صدق سے انھیں کچھ بھی سروکار نہیں ہے اور اگر خود ان روایتوں کو ٹٹولا جائے گا تو ان میں شمہ برابر بھی صدق کا پتہ نہ لگیگا۔ خیال نہیں ہوسکتا کہ جب پہلی منزل میں رسول کریم بی بی صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے اس بنا پر انکار کردیا کہ یہودیوں کا خوف تھا کہیں آنہ پڑیں اور رسول اللہ کو صدمہ پہنچائیں یہ بھید دوسری منزل میں کھولا گیا یہودیوں کا تو اُسوقت حملہ آور ہونا تھا کہ جب بی بی صفیہ اونٹ پر بیٹھ کے آنحضرت کے ساتھ خیبر سے چلی آتی تھیں جب ساتھ آنے پر کسی نے نہیں روکا تو دوسری منزل پر مقاربت کرنے میں کون مانع آسکتا تھا۔ پھر یہ روایت کہ دوسری منزل میں حضرت انس کی والدہ کو صفیہ کے بناؤ سنگھار کا حکم ہوا تھا کیسی بیہودہ بات ہے بناؤ سنگھار کی اگر ضرورت تھی تو پہلی دفعہ ہونی چاہیے تھی نہ کہ دوسری بار آنحضرت کو اسکا خیال آیا پھر ابو ایوب انصاری کا پہرہ دینا عجیب مہمل حکایت ہے جسکا سر نہ پیر رسول خدا ایسے کمزور بچہ تھے کہ ایک ننھی عورت آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکتی اور اسی لئے ابو ایوب کو

حضور انور کی فوج میں سواروں کی تعداد صرف ۳۰ تھی۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد آپنے چند کوہل پر اپنے خیمے نصب کئے جو کنارہ بحر کے قریب تھے اور مکہ سے انکا بہت قریب فاصلہ تھا یہاں آپنے خاص ایک خیمہ نصب کیا جسمیں آپ حضرت بی بی عائشہ اور ام سلمہ تھیں جسوقت بنی مصطلق کے لوگوں نے سُنا کہ حضوری فوج تو قریب ہی

خوف ہوا تھا پھر اور ازواج پاک کا دیکھنے کو بھیس بدل کے آنا کیسا الغو استدلال ہے جبکہ وہ آزادی سے بھی آسکتی تھیں اور دیکھنے آنا کیا معنی وہ سب ایک مختصر جگہ علیحدہ علیحدہ حجروں میں ملکے رہتی تھیں کوئی بڑا محل تو تھا نہیں کہ انھیں ایک دوسرے کے پاس وقت سے آنا پڑے۔

شرم نہیں آتی کہ ایسی بے معنی باتیں بیان کی جاتیں ہیں جنکا سفسطہ ہونا بدیہی ہے ہم ایسے مفسروں یا موروخوں یا راویوں کو کیا کہیں جائیں جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آیا رسول مقبول کے زمانہ میں ایسے واقعات ہو بھی سکتے ہیں اور اگر فرض کرو ہوئے تو تین صدی کے بعد ایک ایک منٹ کا حال اور بلفظ گفتگو کی کیفیت انھیں کون کہنے آیا الہام اور وحی کا کوئی دعوے نہیں کرتا پھر نہیں خیال ہوسکتا کہ مذاق وشوہی کے رازدارانہ تعلقات اور باہم گفت وشنید کا انھیں پوری تین صدی کے بعد پتہ لگ گیا ہو سمجھ میں نہیں آتا کہ نکتہ چینیو نے ان روایتوں کو اگرچہ وہ اسلامی کتب ہی میں ہیں کس دلیل اور حجت سے صحیح تسلیم کرکے اسلام اور بانئے اسلام پر اپنے جلے پھپولے پھوڑے ہیں اس قسم کی باتیں چھٹ بھئیے عیسائیوں کی کتابوں میں دیکھی ہیں مگر جو یورپ کے اعلے درجہ کے محقق ہیں وہ کبھی ان چڑے چڑیا کی کہانیوں پر خیال ہی نہیں کرتے اور نہ ایسی باتیں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ حرث کی صاحبزادی تھیں آپکا نکاح پہلے ابن عمر سے ہوا تھا مگر اُنھوں نے طلاق دیدی پھر آپ کی شادی ابو رہم سے ہوئی اسکے بعد ۷ ہجری میں آنحضرت سے نکاح ہوا پھر معترض کا یہ اعتراض کہ نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ مقام سرف پر بی بی میمونہ نے اپنا نفس آنحضرت کو

خیمہ زن ہے تو اُن کے حواس درست نہ رہے اور اُن میں پریشانی پیدا ہو گئی اور جگہہ سے قدم اُکھڑ گئے۔ مسلمان فوج آگے بڑہی اور اُنھیں تیروں پر رکھہ لیا اور اخیر اتنے قریب دشمنوں کے پہونچ گئے کہ اُنھیں مجبوراً اطاعۃ کرنی پڑی۔ مسلمانوں نے اُنھیں قید کر لیا۔ اُن کے بال بچے اُن کے مویشی اور کُل جانور پکڑے گئے۔

ہبہ کر دیا تھا۔ ہبہ کرنا یا نکاح کرنے میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ نکاح میں گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہبہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی حالانکہ نکاح میں بھی عورت اپنا نفس دو گواہوں کے آگے ایک شخص کو ہبہ کرتی ہے۔ یہ کوئی بڑے اعتراض کی بات نہیں ہے جس پر دریدہ دہنوں نے بہت کچھہ ہرزہ گوئی سے کام لیا ہے اور پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بی بی میمونہ اُونٹ کے جا رہی تھیں رسول اللہ نے دیکھکر فرمایا کہ اُونٹ اور جو اُونٹ پر ہے وہ میرا ہے۔ یہ روایت محض لغو اور مہمل ہے اور اس کا کسی معتبر کتاب میں کہیں پتہ نہیں لگتا۔ یہ صحیح ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر نکاح کے کسی عورت کو اپنے قبضہ میں لائے یعنی بغیر گواہوں کی موجودگی کے کسی عورت سے دائمی تعلق پیدا کرے کیونکہ گواہ ہر مقام پر بکثرت مل سکتے ہیں مگر نبی کے لئے یہ کوئی قید نہیں ہے اگر عام طور پر ہبہ کی رسم مسلمانوں میں بھی جاری ہو جاتی تو انتظام عالم اور تمدن اسلام میں سخت تزلزل واقع ہوتا اس لئے منع کر دیا گیا ہے کہ خاص رسول کریم کے ساتھہ یہ مخصوصیت ہے اور کوئی مسلمان ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ رہا مجبوری کی حالت میں اور ایسی حالت میں کہ وہاں گواہ ملنا ناممکن ہو تو فقہا نے اس کے لئے بہت کچھہ احکام بیان فرمائے ہیں جنھیں ہم تفسیر میں بالتفصیل بتائیں گے۔

اس کے بعد میمونہ کے غسل کا تذکرہ ہے اور ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ میمونہ کے بچے ہوئے پانی سے نہاتے یہ سب واہی تباہی باتیں جنھیں نفس مطلب سے کوئی بھی سروکار نہیں ہے۔ نہاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے یہ باتیں کی تھیں تین صدی کے بعد قیامت تک نہیں معلوم ہو سکتیں۔ یہ ساری گھڑت ہے جسے واقعات سے بھی ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔

ان کی تعداد یہ ہے۔ دو سو خاندان۔ دو ہزار اُونٹ۔ پانچ ہزار بھیڑیں اور بکرے
اور بہت سا اثاث البیت بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور حسب دستور
باہم تقسیم کر لیا گیا۔
اس غزوہ کے دو مشہور واقعے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک انصاری نے

آنحضرتؐ کی لونڈیاں یا حرمین

بعض ضعیف روایتوں میں آنحضرت کی حرموں کا بھی بیان ہے مگر سب غلط اور مہمل ایک روایت بھی
کوئی صحیح نہیں ثابت کر سکتا۔ نام گنانے کو تو ہزار کے نام گنا دیئے جائیں مگر صدق سے اُنکا کوئی تعلق
نہیں ہے۔ بعض مستند کتب احادیث میں بھی دو ایک حرموں کا تذکرہ ہے۔ مگر اتفاق نہیں ہے
اور اس قسم کی کوئی روایت متفق علیہ آجتک نہیں ثابت ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کی ران پر برص کا داغ تھا آپنے اُس سے علیحدگی اختیار کی اگرچہ
اصول طب اور تمدن سے اس روایت کو مغائرت تو نہیں ہے مگر ایسی باتیں رسول کریم کے زمانہ میں
مشہور نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ دو صدیوں کے بعد تراشی گئی ہیں۔ اور چونکہ ہر روایت عربی جامہ
میں ہے اس لئے اُس کے پڑھنے والے کو دھوکا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس کوئی معیار ایسی نہیں
ہے جس سے جھوٹی سچی روایت پرکھی جائے اور معیار اسماء الرجال پیش کی جاتی ہے وہ بہت ہی
نامکمل ہے بہرحال ہم درایت سے جانچتے ہیں اور جب تک کوئی روایت درایت کی معیار پر کھری
نہ اُترے گی ہمیں تو اس کے ماننے میں تامل ہوگا۔ مثلاً بیان کیا گیا ہے کہ فاطمہ بنت ضحاک آپ کی
حرم تھیں اُنھیں خرچ کی تنگی ہوئی تو اُنھوں نے طلاق مانگی آپ نے طلاق دیدی اور پھر بیچاری
فاطمہ فاقہ کشی کر کر کے مر گئیں۔

پھر اسماء بنت صلت کا بیان ہوا ہے کہ جب آنحضرت نے اُس سے ہم بستر ہونے کی درخواست کی
تو وہ شادی مرگ ہو گئی۔ پھر قبیلہ بنی سلیم کی ایک عورت کا بیان ہوا ہے کہ اس کے باپ نے
آنحضرت کے آگے اپنی بیٹی کے حسن و جمال کی تعریف کی آپ نکاح کرنے پر راضی ہو گئے مگر جب
اس نے منجملہ اور صفتوں کے ایک یہ بھی صفت بیان کی کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی تو آپ

ہشام کو جو لیث بن بکر کی اولاد سے تھا اور مسلمان ہوگیا تھا کافر جانکر بھولے سے
قتل کرڈالا جب اسکے بھائی مقیس نے جو مکہ میں رہتا تھا اپنے بھائی کے قتل کی
خبر سُنی تو وہ فوراً انتقام کی غرض سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض
کیا کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے بھائی کا خونبہا لینے آیا ہوں حضور انور نے

متنفر ہوگئے اور فرمایا ایسی عورت بہت ہی منحوس ہوتی ہے۔ پھر ملیکہ بنت کعب ہے جسکی ران پر
برص کا دھبہ بیان کیا گیا اور جو دیکھتے ہی رسول کریم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر اسماء بنت نعمان ہے
جس کا ساڑھے بارہ اوقیہ کا مہر چاندی کا تجویز کیا گیا تھا۔ جب آنحضرت نے ابو سعید ساعدی سے
اس عورت کو بلوایا تو حضرت بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ نے اُسے یہ سکھا دیا کہ جس وقت رسول اللہ
تیرے پاس سونے لگیں تو اُس وقت یہ پڑھ دیجیو اعوذ باللہ منک یعنی تجھسے خدا کی پناہ۔
جب ایسا موقع ہوا اُس نے یہ کہدیا آپ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا تو نے
بڑی ذات کی پناہ ڈھونڈی ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کی
یہ چالاکی تھی پھر دوبارہ اُسے بلایا اور اپنے پاس رکھا۔ پھر لیلیٰ بنت عظیم کا بیان ہے کہ
کہ اس نے آپ کی پیٹھ پر دوہتڑ مارا اور اسوقت آپ دھوپ کی طرف سے پیٹھ کئے بیٹھے تھے
یہ دوہتڑ گویا محض دل لگی کے طور پر تھا پھر اُس نے کہا کہ میں اپنا نفس آپ کو سونپتی ہوں آپ
راضی ہوگئے وہ یہ قول و قرار کرکے جب گھر واپس آئی اور اپنے رشتہ داروں سے بیان کیا۔
اُنھوں نے کہا اُس کے پاس بہت سی عورتیں ہیں تو اُس سے ہرگز نکاح نہ کیجیو تجھے اور عورتیں
دیکھکے رشک ہوگا وہ تیرے حق میں بددعا کرے گا تو برباد ہوجائے گی جا اور اپنا عہد توڑ ڈال
چنانچہ وہ دوبارہ حاضر ہوئی اور اپنا عہد توڑ کے چلتی بنی اور کسی دوسرے شخص سے شادی کرلی۔
پھر ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب ہے جو بیوہ بن کے رسول کریم کے گھر میں آئی پھر خولہ
بنت حکیم ہے اُس سے نکاح نہیں ہوا مگر اُس کے گھر میں سوئے ضرور۔ پھر جمرہ ہے جسے
اس کے باپ سے طلب کیا تھا مگر اسنے دینے سے انکار کردیا اور مرض کا بہانہ کرکے اپنے انکار میں
کامیاب ہوا۔ پھر ام رافع۔ رضوی۔ رقیہ۔ ام ضمیرہ۔ ماریہ۔ شیریں۔ ام ایمن ہیں جن میں

اسے خون کی قیمت دلوادی مگر اس چالاک شخص نے روپیہ لیکر اس پر قناعت نہ کی اور وہ تاک میں لگا رہا۔ آخر ایک دن انصاری کو قتل کرکے وہ مکہ کیطرف بھاگ گیا صرف اسی شخص کا خون مکہ کے فتح کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کردیا تھا۔

بعض سے مقاربت بھی کی اور بعض سے نہیں۔

روایتوں کا یہ طوفان بے تمیزی ہے جنہوں نے اتنے نام عورتوں کے ایجاد کر لیئے ان ہی روایتوں میں بہت سی باتیں وہ بیان کی گئی ہیں کہ ایک ناسمجھ بھی تسلیم کرنے سے سر ہلادے گا بھلا صرف اس خوشی میں کہ رسول خدا اُس سے مقاربت کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی جان نکل گئی کتنی لغو اور مہمل بات ہے یا ایک عورت کا پیٹھ پر دو ہتڑ مارنا اور دل لگی کرنا اور نکاح کا وعدہ کرکے پھر اپنا وعدہ واپس پھیر لینا کتنا مہمل ایجاد ہے۔ ایسی روایتیں اگر غلطی سے کسی مسلمان مورخ نے درج کردیں تو کیسطرح بھی لازم نہیں ہے کہ ہم اسپر تکیہ کرکے ہو بیٹھیں بلکہ ہر روایت رسول کریم کے رعب جلال۔ اخلاق اور ادب کے مقابلہ میں رکھنی چاہئے اور پھر دیکھنا چاہیئے کہ مذکورۂ بالا صفات سے اس یا اس جیسی روایات کا تطابق ہوتا ہے یا نہیں۔ جس آخرالزماں نبی کے حضور میں کوئی ہُوں تک نہ کرسکتا ہو۔ جس سے ۲۳ برس میں سوائے تیرہ مسائل کے اور سوال نہ کیا گیا ہو اُس کے سامنے کس کا زہرہ تھا کہ وہ باتیں دریافت کرتا جو گھر اور بی بیوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ وضو۔ نماز اور حج کے مسائل تو کسی نے پوچھے نہیں جیسا کرتے دیکھتے تھے ویسا ہی کرنے لگتے تھے۔ کیا مجال تھی جو کوئی ایک لفظ بھی زبان پر لاتا۔

بی بی کے ساتھ ننگے ہوئے پانی میں نہانا اور پھر اُس کا ذکر باہر صحابہ میں کردینا اور پھر انہیں سے بعض صحابہ کا بطور وصیت کے خاص انہی باتوں کو اپنی اولاد سے وصیت کرجانا اس طرح جب نسلاً بعد نسل چلی آئیں پھر تو کہیں تیسری صدی کے آغاز میں اُن کا آغاز ہوا اگر یہ بات نہ ہوتی تو کاہے کو وہ کتابوں میں درج ہوتیں اور لوگوں کے کانوں میں پڑتیں۔

بڑے تماشہ کی بات ہے کہ صحابۂ راشدین میں سے ایک نے بھی یہ روایتیں بیان نہیں کیں

دوسرا مشہور واقعہ اسی جنگ کا یہ ہے کہ سنان الجہنی ایک انصاری کے جہجاہ غفاری نامی حضرت عمر فاروق کے خلوم نے ایک گھونسا مارا اہل مدینہ اپنے ہم وطن کا انتقام لینے کے لئے اسپر دوڑ پڑے جہجاہ نے پکار کے کہا اے مہاجرین میری مدد کو دوڑو اس طرح جُہنی نے انصار یعنی اہل مدینہ کو اپنی طرف بلایا جب دونوں جماعتیں جمع ہو گئیں تو نہایت

فرض کرو اگر اس قسم کے زن وشوئی کے تعلقات کا بیان کرنا کچھ ضروری ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ راشدین ان روایتوں کو بیان فرماتے حضرت ابو بکر صدیق رضہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضہ غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ مگر واہ رے تیسری صدی ہجری تجھ میں ایسے ایسے راوی پیدا ہو گئے کہ کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی اور وہ وہ باتیں نئے نئے رنگ میں بیان کیں گویا کوئی لمحہ رسول کریم سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے حدیثوں کی مستند کتابوں اور معتبر تواریخوں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ چار خلفا کے وقت میں تو ایسی روایتوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ کسی کے کان میں ایسی بھنک نہ پڑی تھی۔ پہلی صدی میں ازواج پاک کے اندرونی تعلقات کا ذکر نہیں آیا دوسری صدی بھی خاموش گزر گئی مگر تیسری صدی اپنے ساتھ حدیثوں کا انبار لائی اور اُس نے آتے ہی حدیثوں کے صد ہا دفتر مرتب کر دیئے۔
سُنی شیعہ دونوں کی روایتوں اور حدیثوں کا اسی صدی میں زور ہوا۔ اور اس قسم کے قصے کہانیوں نے اسی زمانہ میں آکے جنم لیا۔ حضرت فاروق اعظم نہایت دور اندیش خلیفہ تھے جنہوں نے اپنی خلافت میں سختی کے ساتھ حدیثوں کی روایت کرنے کی ممانعت کر دی تھی فی الحقیقت یہ بہت بڑی حکمت بالغہ تھی اگر مسلمانوں میں باہمی فساد اور خونریزی نہ ہوتی تو ہرگز حدیثوں کی اشاعت اس کثرت سے کبھی نہ ہوتی خواہ تمدن کا دائرہ کیسا ہی وسیع ہوتا اور فتوحات کتنی ہی ترقی پذیر ہوتیں۔ چاروں خلفار کی بھی یہی کیفیت تھی۔ حضرت عثمان غنی نے تو اعلان جاری کر دیا تھا کہ جو حدیثیں ابو بکر صدیق رضہ او عمر رضہ فاروق نے روایت کی ہیں اگر اُن کے سوا ایک حدیث بھی کسی نے روایت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لشکر گاہ میں سے ایک شخص کو پٹوا کے نکلوا دیا تھا صرف اس جرم میں کہ وہ اپنی طرف سے بنا بنا کے

درشت اور تلخ تر لفظ طرفین سے استعمال ہونے لگے یہاں تک کہ تلواریں کھچ گئیں سخت خونریزی ہونے میں کوئی شبہہ نہ رہا تھا کہ اتنے میں سنان نے جہجاہ کو معاف دیدی اور صاف کہدیا مجھے اس سے انتقام لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر عبداللہ ابن سلول جو بڑا زبردست منافق تھا ایسے موقع کی تاک میں لگا ہوا تھا اسنے اہل مدینہ کو

حدیث بیان کیا کرتا تھا۔ کاش یہی انتظام رہتا تو آج کو اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسلمان یوں برباد نہ ہوتے۔

صحابہ راشدین کی روایت سے جتنی روایتیں ہیں اُن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے مگر تیسری صدی کے مسلمانوں کی روایت سے حدیثوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی ہے اور یہ امر بڑا ہی عجیب ترین ہے سب سے زیادہ بعض متاخرین مورخوں نے ستم توڑدیا ہے وہ ناپاک باتیں بیان کر گئے ہیں جن کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مثلاً کسی بی بی نے رسول اللہ کا پیشاب بھولے سے پی لیا اور اُس کی بیماری فوراً جاتی رہی یا کسی نے فضلہ کھالیہ اور اُس کا جسم تمام امراض سے پاک ہوگیا۔ آپ کا فضلہ زمین کھا جاتی تھی۔ ان حضرت سے دریافت کیا جائے کہ ایسی رکیک اور غیر ضروری باتوں کے بیان کرنے کا منشار کیا ہے۔ اور کونسی دینی بات اس سے پیدا ہوتی ہے اور شریعت کے کون سے اصول کی تعلیم ہوتی ہے خواہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہو یا روضۃ الاحباب میں خواہ الواقدی میں لکھا ہو یا ابوالفدا میں کسی کتاب میں کیوں نہ لکھا ہو۔ کہلائے گا غیر ضروری۔ جن حدیثوں میں اس قسم کی لغویات نہیں ہیں وہی حدیثیں صحیح ہیں یا جو حدیثیں بشرطیکہ یہ ثابت بھی ہو سکے کہ یہ صحابہ راشدین کی ہیں تو سب سے زیادہ وہی معتبر ہیں اور ان کے علاوہ جتنی حدیثیں اور روایتیں ہیں اُن میں برابر شک کو گنجایش ہو سکتی ہے۔

ہمیں خاص ازواج پاک کی نسبت جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکے شاید ہماری یہ تحریر پسند آئے اور ایک حد تک کافی ہو۔ ہم اس سے بھی کہیں زیادہ بحث کر سکتے تھے مگر ہم نے عمداً طول نہیں دیا ہمارے خیال میں بس اسیقدر کافی ہے اگرچہ اسمیں بہت کچھ بھی لکھنے کی گنجایش باقی ہے لیکن ہماری بساط کے قابل ابھی قدر بس ہے۔

ور غلانا شروع کیا کہ تم نے اس ہمدردی کا نتیجہ دیکھا جو مہاجرین کے ساتھ تم نے کی کہ انھیں اپنے گھر میں اُتارا اپنے مال میں اُنھیں شریک کر لیا اور ان سے خوب ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے اگر تم انھیں منہ نہ لگاتے تو آج یہ موقع ہی کب ہوتا کہ تمھارا ہم وطن اس طرح ذلیل کیا جاتا۔ اسوقت زید ابن ارقم موجود تھے عبد اللہ کی یہ گفتگو سُن کے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ گزرا تھا سب عرض کر دیا۔ حضرت عمر فاروق بھی دربار نبوی میں حاضر تھے آپ کو سخت جوش آیا آپ نے حضور میں عرض کیا کہ عبد اللہ بن بشیر کو حکم کیا جائے کہ وہ عبد اللہ ابن سلول منافق کی گردن اُڑا دے حضور نے یہ منظور نہیں کیا اور آپنے فوراً کوچ کا حکم دیدیا۔ بنی مصطلق کے قیدی کل مدینہ لائے گئے۔ اور اُن کے ساتھ کل مال غنیمت بھی آیا حضور انور نے کمال رحم فرما کے بنی مصطلق کے خاندان کی ایک خاتون سے نکاح کر لیا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی مصطلق اور مسلمانوں میں دوستی ہو گئی اور کل قیدی رہا کر دیئے گئے اور ان سے کچھ زرِ فدیہ نہ لیا گیا۔

حضرت عائشہؓ پر اتہام

اس غزوہ کا ایک مشہور واقعہ حضرت عائشہؓ پر اتہام ہے اور یہ سب سے زیادہ ایک سنگین امر ہے جسپر ہم بالتفصیل بحث کرنا چاہتے ہیں۔ مخالف نہایت ذلیل پن سے جس کی کوئی انتہا نہیں اسکا ذکر کرتے ہیں۔ صرف حضرت عائشہؓ کا پیچھے رہ جانا اور چند آدمیوں کا غلطی سے آپ پر بہتان اُٹھانا یہ ایسی باتیں ہیں کہ روزمرہ دنیا میں گزرتی رہتی ہیں مگر آپ کے ساتھ ایک خصوصیت تھی اور یہ خداوند تعالےٰ کا ایک خاص راز تھا جو معمولی دماغ کے آدمیوں کے سمجھ میں نہیں آتا تھا خدا کی مرضی یہ تھی کہ صدیق کی بیٹی تمام دنیا کی خواتین سے افضل قرار دیجائے اور محشر کی ملکہ بنے۔ اس راز کے ظاہر کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صدیقہ کا بیان جو آپنے اس واقعہ کی نسبت اپنی زبان مبارک سے خود فرمایا ہے اور جو بخاری نے قلمبند کیا ہے یہاں نقل کریں۔

(بخاری پارہ سولہواں کتاب المغازی صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ مطبوعہ کرزن اسٹیم پریس دہلی) بخاری نے ایک باب لکھ کے اسکی یہ سُرخی قائم کی ہے اور پھر اسکے آگے حدیث کا سلسلہ شروع ہوا ہے

باب تہمت حضرت عائشہ کا ذکر۔

ابن شہاب کہتے ہیں ہم سے عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی یہ چاروں حضرت عائشہؓ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ بہتان کی حدیث روایت کرتے ہیں ہر ایک نے اُنھیں سے مجھ سے حدیث عائشہ کا ٹکڑہ ٹکڑہ بیان کیا اور بعض کو اُن میں سے عائشہ کی حدیث بعض سے زیادہ یاد تھی اور وہ اُس کے بیان کرنے میں بہت درست تھے میں نے ہر ایک کی حدیث جو اُنھوں نے مجھسے حضرت عائشہ سے روایت کی یاد رکھی۔ ان چاروں نے کہا حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے اپنی بی بیوں میں قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام (قرعہ میں) نکلتا اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک لڑائی میں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ ڈالا اُس میں میرا نام نکل آیا۔ میں آپ کے ساتھ نکلی اور یہ موقع آیت پردہ اُترنے کے بعد کا ہے مجھے ہودج میں بٹھا کر اتارتے چڑہاتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب تھے رات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا حکم دیا جب چلنے کی خبر ہوئی میں پاخانہ میں پیشاب کے واسطے روانہ ہوئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں فارغ ہو گئی تو اپنی سواری کے پاس آئی میں نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو خزف یمنی کا تھا ٹوٹ گیا (اور گر پڑا) میں اُلٹی گئی اور اپنا ہار ڈھونڈہنے لگی اُس کے ڈھونڈہنے میں مجھے دیر ہو گئی۔ جو لوگ مجھے سوار کرتے تھے اُنہوں نے ہودج اُٹھا کر اُونٹ پر رکھدیا اور اُنکا یہ خیال تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوں۔ اُسوقت کی عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں اور اُنپر گوشت بہت کم ہوتا تھا کیونکہ کھانا بہت کم کھاتی تھیں اسی واسطے اُنہوں نے ہودج اُٹھاتے وقت ہلکا نہ جانا۔ اور اُسے اُونٹ پر رکھدیا اُسوقت میں کمسن تھی۔ وہ سب اُونٹ کو لیکر چلدیئے میں نے اپنا ہار لشکر روانہ ہو جانے کے بعد پایا میں لشکر کی جگہہ پر آئی تو وہاں کوئی جواب و سوال کرنے والا نہ تھا میں اپنی جگہہ پر اس خیال سے بیٹھ گئی جب انکو میرا گم ہو جانا

معلوم ہوگا تو مجھے ضرور ڈھونڈنے آویں گے۔ اسی طرح میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی مجھے نیند آنے لگی اور میں سو گئی صفوان بن معطل سلمی جو بعد کو ذکوانی مشہور ہو گیا تھا لشکر کے پیچھے رہتا تھا (تاکہ گری پڑی چیز کو اُٹھا لاوے) وہ صبح کو میرے قریب پہونچا اور سوتے آدمی کا سایہ دیکھا مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اُس نے پردہ سے پہلے مجھے دیکھا تھا (اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) میں اُس کے انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنے سے بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے میں نے منہ چھپا لیا بخدا ہم نے کوئی بات نہ کی اور نہ میں نے اُس سے بجز استرجاع کے کوئی اور بات سُنی۔ صفوان نے اُتر کر اپنی سواری کو بٹھا کر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے میں اُٹھکر اُسپر سوار ہو گئی۔ صفوان اُونٹ کو کھینچتا چلا اور ہم شدّت گرمی میں بوقت دوپہر لشکر میں پہونچے وہ سب ٹھیرے ہوئے تھے اُنمیں سے جسے ہلاک ہونا تھا (تہمت لگاکر) ہلاک ہوا اور جو شخص بڑا مرتکب اس بُھتان کا ہے وہ عبد اللہ بن ابیّ بن سلول ہے۔

عروہ کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی عبد اللہ بن ابیّ بن سلول کے پاس قصۂ افک کا ذکر ہوتا تھا وہ اُس کا اقرار کرتا تھا اور اُسے سنتا اور بیان کرتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں بُہتان والوں میں سے کسی کا نام حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ نہیں ذکر کیا گیا۔ اوروں کا مجھے علم نہیں۔ بیشک وہ بموجب قول خدا کے ایک جماعت ہے۔ اور بڑا ان کا عبد اللہ بن ابیّ بن سلول ہے۔ عروہ کہتے ہیں عائشہ حسان کے بُرا کہنے والیکو بُرا جانتی تھیں اور فرماتی تھیں حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر کہا ہے۔

فان ابی و والدہ و عرضی + لعرض محمد منکم وقاء

یعنی میرا باپ دادا اور میری عزت محمد کی عزت کے واسطے (اے کفار) تم سے پناہ ہے

حضرت عائشہ نے فرمایا پھر ہم مدینہ میں آئے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی لوگ تہمت والوں کے قول میں غور و فکر کرتے تھے اور مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں اپنی بیماری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو میں (اس سے پہلے) اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آکر صرف یہ کہتے تھے کہ کیسی ہے پھر چلے جاتے تھے اِس سے مجھے شک ہوتا تھا اور بُرے بھلے کا کچھ مجھے شعور نہ تھا۔ جب مجھے بیماری سے

افاقہ ہوا تو میں (پاخانہ پھرنے کے واسطے) نکلی اور ام مسطح بھی میرے ساتھ ہمارے پاخانہ کی طرف نکلی۔ ہم ایک رات سے دوسری رات تک پاخانہ نہ جاتے تھے اور یہ ہمارے گھر و نکے پاس پاخانے بننے سے پہلے کا ذکر ہے۔ اور ہمارا طریقہ جنگل میں پاخانہ پھرنے جانے کی رسم عربوں کی طرح تھی اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس پاخانہ بنانے سے تکلیف ہوتی تھی حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں اور مسطح کی ماں نکلی جو ابی رہم بن عبد المطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہے اور ام مسطح کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی ہے جو ابو بکر کی خالہ تھی اس کا بیٹا مسطح اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب کا بیٹا ہے۔ جب ہم پاخانہ پھر چکے تو میں اور ام مسطح اپنے گھر کی طرف واپس آئے مسطح کی ماں کا پاؤں اپنی چادر سے پھسل گیا وہ کہنے لگی مسطح ہلاک ہو۔ میں نے اُسے جواب دیا تو بُرا کہتی ہے کیونکہ تو بدری کو بُرا کہہ رہی ہے۔ اُسنے جواب دیا اری دیوانی کیا تو نے نہیں سُنا جو کچھ مسطح نے کہا ہے۔ میں نے پوچھا اُسنے کیا کہا ہے۔ اُم مسطح نے مجھ سے اہل افک کا قول بیان کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میری بیماری اور بڑھنی شروع ہوئی جب میں گھر آئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر سلام کیا پھر پوچھا یہ کیسی ہے۔ میں نے آپ سے اپنے ماں باپ کے ہاں جانے کی اجازت مانگی تاکہ میں اپنے ماں باپ سے یہ خبر اچھی طرح معلوم کروں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا اے ماں لوگ کیا کہتے ہیں میری ماں بولی اے بیٹی گھبرا نہیں ایسی عورتیں بہت کم ہیں جو خوبصورت ہوں اور کسی محبت کرنے والے شوہر کے پاس ہوں اور اُسکی سوکنیں ہوں اور اُس پر تہمت نہ لگائی جائے۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا سبحان اللہ لوگ اسطرح کہتے ہیں میں اُس رات صبح تک روتی رہی نہ میں سوئی اور نہ میرا آنسو تھما۔ روتے روتے میں نے صبح کر دی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب وحی آنے میں دیر لگی آپنے علی بن ابی طالب اور اُسامہ بن زید کو بُلایا اور اپنی بی بی کی جُدائی میں اُن دونوں سے مشورہ لیا اُسامہ نے تو یہی کہا جو آپکی بی بی کا بَری ہونا جانتا تھا اور جو کچھ ازواج کے حال سے واقف تھا یعنی کہا یا رسول اللہ وہ آپکی بی بی ہے اُسے اپنے پاس رہنے دیجئے۔ ہم بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر اللہ نے تنگی نہیں کی عورتیں اُسکے علاوہ بہتیری ہیں آپ خادمہ سے پوچھیں وہ

سچ سچ بتا دے گی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلا کر پوچھا کیا تو نے عائشہ کی کوئی بیجا حرکت ایسی دیکھی ہے جس نے تجھے شک وشبہ میں ڈالا ہو۔ بریرہ نے کہا اُس کی قسم جس نے آپکو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس سے میں عائشہ کو تہمت لگا سکوں۔ ہاں اتنا ہی کہ وہ کم سن لڑکی ہیں خمیر سے غافل سو رہتی ہیں پلی ہوئی بکری آکر اُسے کھا جاتی ہے۔ اُسی دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بات کا لوگوں سے (اسطرح) عذر چاہا اے جماعت مسلمانان مجھے کون مدد دے گا اس شخص پر جس سے میری اہل میں مجھے ایذا پہنچی۔ بخدا میں اپنی بی بی پر بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتا اور اُن لوگوں نے ایسے مرد کا نام لیا ہی جسپر میں سوائے بھلائی کے گمان نہیں کر سکتا۔ وہ میرے گھر میں میرے پیچھے کبھی نہیں آتا تھا۔ عائشہ نے کہا کہ سعد بن معاذ بنی عبد اشہل کے بھائی کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص قوم اُوس سے ہوگا میں اُسکی گردن مار دونگا اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوگا تو آپ ہمیں جو حکم دیجیے گا ہم اُسکی تعمیل کریں گے۔ عائشہ فرماتی ہیں ایک شخص قوم خزرج سے کھڑا ہوا جس کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ اور حسان کی ماں اس کی قومی چچا کی بیٹی تھی اور قوم خزرج کا سردار تھا اور اس قصہ سے پہلے مرد نیک بخت تھا لیکن اُسے قوم کی حمیت اور غرور نے اُبھار دیا۔ سعد سے کہنے لگا تو جھوٹا ہے بخدا تو خزرجی کو نہ مار سکیگا۔ اور نہ اُس کے مارنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ تیری قوم کا ہوگا تو تو اُسکا مرنا اچھا نہ جانے گا پھر سعید بن حضیر نے جو سعد کے چچا کے بیٹے تھے کھڑے ہو کر سعد بن عبادہ سے کہا تو جھوٹا ہے بخدا ہم اُسے مار دینگے اور تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا اوس خزرج دونوں قبیلے اتنے بھڑکے کہ لڑنے پر آمادہ ہوگئے باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انھیں چپکا کرتے رہے (جب تک وہ چپ نہ ہوئے) اخیر وہ چپ ہوگئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس دن میں تمام دن روتی رہی نہ میرا آنسو تھمتا تھا اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ میرے ماں باپ میرے پاس صبح کو ہیں اور میں دو رات ایک دن روتی رہی

نہ میں سوتی تھی اور نہ میرا آنسو بند ہوتا تھا۔ اور میں خیال کرتی تھی کہ وہ رونا میرے جگر کو پھاڑ دے گا میری ماں میرے پاس بیٹھی تھی اور میں رو رہی تھی کہ مجھسے ایک انصاری عورت نے آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دیدی وہ آکر بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے عائشہ فرماتی ہیں اس سے پہلے میرے پاس آپ نہیں بیٹھتے تھے جب سے اس فکر کا چرچا تھا۔ آپ ایک ماہ تک انتظار کرتے رہے کیونکہ میرے بارے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہ آئی تھی عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت کلمہ شہادت پڑھا پھر کہا بعد حمد و تشہد کے اے عائشہ مجھے تیری ایسی اور ایسی خبریں پہنچی ہیں اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تیرا بری ہونا بیان کردیگا۔ اور اگر تجھ سے گناہ ہوا تو اللہ سے اپنی بخشش کی دعا کو اور اُسکی طرف رجوع کر کیونکہ بندہ جب (گناہ کا) اقرار کرکے توبہ کرتا ہے تو اللہ اُسپر رجوع کرتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بات کہہ چکے میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے اور ایک قطرہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے اُن کی بات کا جواب دیدو میرے باپ نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میں کیا جواب دوں پھر میں نے اپنی ماں سے کہا تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دو وہ بولی بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ باوجودیکہ میں نو عمر لڑکی تھی اور میں نے قرآن بہت نہ پڑھا تھا خود جواب دیا بخدا میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں جم گئی ہے اور تم نے اُسے مان لیا اب اگر میں تم سے کہوں کہ میں بری ہوں تو تم مجھے سچا نہ جانوگے اور اگر میں تم سے اُس امر کا اقرار کرلوں جسے خدا جانتا ہے کہ میں اُس سے بری ہوں تو تم مجھے سچا جانوگے بخدا میں اپنی اور تمہاری مثال یوسف کے باپ کی پاتی ہوں جبکہ اُس نے فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون کہا پھر میں منہ پھیر کر اپنے بچھونے پر لیٹ رہی اور خدا جانتا ہے کہ میں بری تھی (اور مجھے بھی یقین تھا)

کہ جب میں بری ہوں تو خدا میری بریت ضرور بیان کرے گا۔ لیکن بخدا میں یہ نہ جانتی تھی کہ اللہ میری شان میں ایسی وحی اُتارے گا جو (ہمیشہ) پڑھی جاوے گی۔ میں یہ اُمید کرتی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں کوئی خواب دیکھ لیں گے۔ جس سے اللہ مجھے بری کر دے گا۔ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہ اُٹھنے پائے اور نہ اور کوئی گھر سے باہر جانے پایا کہ اللہ نے اِن پر وحی اُتاری اور جو شدت آپ پر بوقت نزول وحی ہوتی تھی وہ شروع ہوئی اور وحی کے بوجہ سے پسینہ آپ کے اوپر سے موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سختی دور ہوئی۔ آپ ہنستے ہوئے اُٹھے اور چھوٹتے ہی یہ فرمایا اے عائشہ اللہ بزرگ و برتر نے تجھے بری کر دیا ہے۔ عائشہ کہتی ہیں مجھ سے میری ماں نے کہا تو رسول اللہ کیطرف اُٹھ (اور اونکا شکر کر) میں نے جواب دیا خدا کی قسم میں اونکی طرف نہ اُٹھوں گی اور نہ اللہ کے سوا کسی کا شکر کروں گی (اُسی نے مجھے بری کیا ہے)۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں اللہ نے یہ دس آیتیں الذین جاءوا بالافک عصبتہ منکم۔ (میری بریت میں) اُتاری ہیں ابوبکر صدیق نے مسطح بن اثاثہ کا خرچ اسکی مفلسی اور رشتہ داری کیوجہ سے اپنے ذمہ لے رکھا تھا جب اُس نے بھی عائشہ کی تہمت میں ہمراہی کی ابوبکر نے کہا بخدا میں مسطح کو ہرگز کچھ نہ دوں گا۔ اسوقت اللہ نے یہ آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ الی قولہ غفور الرحیم نازل کی۔ ابوبکر صدیق نے کہا بخدا مجھے اپنی بخشش بہت پسند ہے جو کچھ مسطح کو دیتے تھے پھر مقرر کر دیا۔ اور کہا بخدا میں اب یہ نفقہ بند نہ کروں گا۔ عائشہ کہتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے (جو میری سوکن تھی) میرا حال دریافت کیا اور زینب سے پوچھا تو کیا دیکھتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے (راوی کا شک ہے) وہ بولی یا رسول اللہ میں اپنی آنکھ اور کانوں کو غلط گوئی سے) بچاتی ہوں۔ اور سر بخدا میں بجز بھلائی کے کچھ نہیں جانتی۔ عائشہ فرماتی ہیں زینب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن بیویوں میں تھیں جو میری برابری کی مدعی تھیں۔ (لیکن) پرہیزگاری کی وجہ سے اللہ نے اُسے شر سے بچا لیا۔ عائشہ کہتی ہیں مگر زینب کی بہن حمنہ زینب سے لڑنے لگی اور ہلاک ہونے والی

جماعت میں حمنہ بھی ہلاک ہوئی۔ ابن شہاب زہری (راوی حدیث) کہتے ہیں یہ حدیث ہے جو مجھے ان (چاروں) سے پہونچی ہے۔
عروہ نے کہا کہ عائشہ کہتی تھیں بخدا وہ شخص جس کے حق میں جو کچھ (بطریق حیات) کہا گیا وہ کہتا تھا سبحان اللہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں کبھی عورت کے پاس ہی نہیں گیا (یعنی وہ شخص نامرد تھا) حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ اس قصہ کے بعد خدا کی راہ میں شہید ہوا۔
زہری کہتے ہیں مجھسے ولید بن عبد الملک نے پوچھا کیا تجھے بھی خبر ہے کہ علی بھی عائشہ کی تہمت لگانے والی جماعت میں شریک تھے میں نے کہا مجھے نہیں معلوم ہاں تیری قوم کے دو شخصوں نے جن کا نام ابو سلمہ بن عبد الرحمن (بن عوف) اور ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث ہے مجھے خبر دی ہے کہ عائشہ نے ان دونوں سے کہا علی میری شان میں خاموش تھے۔
مسروق بن الاجدع کہتے ہیں مجھسے ام رومان جو عائشہ کی ماں ہیں حدیث بیان کی وہ کہتی تھیں میں اور عائشہ بیٹھے تھے ایک انصاری عورت آئی اور کہنے لگی خدا فلاں کے ساتھ بُرائی کرے۔ ام رومان نے کہا یہ بات کیا تو نے کہی وہ بولی میرا بیٹا بھی تہمت لگانے والوں میں سے ہے۔ ام رومان نے پوچھا تہمت کا کیا قصہ ہے اُس نے تمام قصہ بیان کیا عائشہ نے پوچھا کیا رسول اللہ نے بھی یہ بات سُنی ہے وہ بولی ہاں۔ پھر عائشہ نے کہا اور ابو بکر نے بھی سُنی ہے وہ بولی ہاں (ام رومان کہتی ہیں) عائشہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور ہوشیار ہونے کیجگہ انہیں کپکپی کا بخار چڑھ آیا۔ میں نے عائشہ پر کپڑے ڈالدیئے اور اُسے ڈھانک دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پوچھا اسکا کیا حال ہے میں نے کہا یا رسول اللہ عائشہ کو سخت لرزہ کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ آپنے فرمایا شاید عائشہ کو اس ذکر کے سننے سے جو لوگ کہتے ہیں بخار آگیا میں نے کہا ہاں۔ عائشہ اُٹھ بیٹھی اور بولی بخدا اگر میں قسمیہ بھی کہوں تو تم میری تصدیق نہ کروگے اور اگر میں اپنا عذر بیان کرتی ہوں تو میرا عذر نہ سنوگے میری اور تمھاری مثال یعقوب اور اُس کے بیٹوں کی سی ہے۔ جبکہ یعقوب نے "واللہ المستعان علیٰ ما تصفون" کہا یعنی اللہ ہی سے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر مدد طلب کی گئی ہے۔ ام رومان کہتی ہیں رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اللہ نے عائشہ کا عذر اُتارا۔ تو عائشہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا میں خدا ہی کا شکر کروں گی نہ آپ کا اور نہ کسی اور کا مجھپر (اس بریت کا) شکر لازم ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ وہ اذ تلقونہ بالسنتکم تلقونہ (لام کے زیر سے) پڑھتی تھیں اور ولق کے معنی جھوٹ بتاتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ عائشہ اس لفظ کو خوب جانتی تھیں کیونکہ یہ آیت اُن ہی کی شان میں اُتری ہے۔

عروہ کہتے ہیں میں عائشہ کے پاس جاکر حسان کو بُرا کہنے لگا وہ بولیں حسان کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ کفار سے رسول اللہ کی طرف سے جھگڑتا تھا (ایک مرتبہ) حسان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی آپنے فرمایا تو میرے نسب کو کیونکر ہجو سے بچاوے گا حسان نے کہا میں آپ کو مشرکین میں سے اسطرح جدا کر دونگا جیسے خمیر میں سے بال صاف نکل آتا ہے۔ محمد بن عقبہ کہتے ہیں ہم سے عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی اُسنے کہا میں نے ہشام سے سُنا وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے تھے کہ عروہ نے کہا میں نے حسان کو بُرا کہا جو عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھا (عائشہ نے مجھے منع کیا)

مسروق کہتے ہیں ہم عائشہ کے ہاں گئے جبکہ حسان اُن کے پاس بیٹھے شعر سُنا رہے تھے۔ اپنے اشعار تشبیب کے پڑھ رہے تھے اور یہ کہتے تھے۔

شعر

حسان رزان ماتزن بریبتہ ✤ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

عائشہ نے حسان سے کہا (سچ ہے) لیکن تو ایسا نہیں ہی۔ مسروق کہتے ہیں میں نے عائشہ سے کہا پھر تم اُسے کیوں آنے دیتی ہو اور حالانکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم۔ عائشہ بولیں اندھے ہو جانے سے زیادہ اور کونسا عذاب ہوگا پھر کہا حسان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں سے جھگڑتا تھا یا اُنکی ہجو کرتا تھا۔

غرض جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت صدیقہ پر ظالموں نے مفت کا طوفان اٹھایا تھا تو اُنھیں سزا دینے کے لئے آسمان سے یہ حکم نازل ہوا جس میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہ غلط

روایت اپنی زبان سے نقل کی تھی بہت سخت تنبیہہ کی اور شک کرنے والوں کو سخت للکارا ہے (چنانچہ ملاحظہ ہو حمائل شریف مترجمہ میرزا حیرت پارہ ۱۰ صفحہ ۵۹۴ سورۃ النور مطبوعہ کرزن پریس) (یہ) ایک صورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس (کے احکام) کو فرض کر دیا ہے اور اس میں ہم نے واضح آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنے والے مرد (جو بے بیاہے ہوں) تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو درّے مارو اور اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو چاہئے کہ اللہ کے (اس) حکم (کے جاری کرنے) میں تمہیں ان دونوں پر شفقت نہ دامنگیر ہو اور چاہئے کہ ان دونوں کے عذاب کو مسلمانوں کا ایک گروہ دیکھے زانی مرد نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنیوالی عورت سے یا مشرکہ سے اور زنا کرنے والی عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر زنا کرنے والا مرد یا مشرک۔ اور یہ نکاح مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کریں تو انھیں اسّی درّے مارو اور اُنکی گواہی کبھی نہ قبول کرو۔ اور (یاد رکھو کہ) یہی لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور نیک کام کریں تو بیشک (اُنکا گناہ بخشدیا جائیگا) اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ اپنی بی بیونکو تہمت لگائیں اور اونکے (پاس) سوا انکی ذات کے (اس معاملہ میں اور) گواہ نہ ہوں تو ان لوگوں میں سے ایک ہی کی گواہی چار مرتبہ ہو (اس طور پر) کہ اللہ کی قسم بیشک یقیناً میں سچ بولنے والوں میں سے ہوں۔

سورۃ انزلنٰہا و فرضنٰہا و انزلنا فیہا ایٰت بینٰت لعلکم تذکرون۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک۔ وحرم ذالک علی المومنین والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمٰنین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفٰسقون۔ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ والذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہٰدٰت باللہ انہ لمن الصٰدقین۔ والخامسۃ ان لعنۃ اللہ

اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کی لعنت اسپر ہو جو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو اور اس عورت سے سزا کو ٹال دے گا اسکا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھاکر یہ گواہی دینا کہ بیشک یقیناً وہ (اس کا شوہر) جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اللہ کا غضب مجھپر ہو اگر وہ (یعنی میرا شوہر) سچ بولنے والوں میں سے ہو اور اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تمپر نہ ہوتی اور یہ کہ بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا (اور) حکمت والا ہے (تو تم دیکھتے کہ جھوٹ تہمت لگانیوالوں کا کیا حال ہوجاتا) بیشک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں کی ایک جماعت (کے لوگ) ہیں تم اپنے حق میں اس (تہمت) کو بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اُس نے حاصل کیا اور اُنمیں سے جس شخص نے اُس (تہمت) کے بڑے کام کو سرانجام دیا اسکے لئے ایک بڑا (سخت) عذاب ہوگا جب تم نے اس (تہمت) کو سنا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے (جن لوگوں نے یہ بہتان لگایا) وہ اسپر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ (دچار) گواہ نہ لاسکے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور (یاد رکھو) اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تمپر دنیا و آخرت میں نہ ہوتی تو یقیناً اس امر کی گفتگو کرنے میں تمہیں ایک بڑا (سخت) عذاب پہنچ جاتا جب تم اُسے اپنی زبان پر لاتے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالتے تھے جسکا تمہیں علم نہ تھا

علیہ ان کان من الکاذبین ○ ویدرؤ عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین ○ والخامسۃ ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین ○ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ تواب حکیم ○ ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم لاتحسبوہ شرا لکم بل ہو خیر لکم لکل امرئ منہم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منہم لہ عذاب عظیم ○ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا وقالوا ہذا افک مبین ○ لولا جاءو علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکاذبون ○ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والاخرۃ لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم ○ اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواہکم مالیس لکم بہ علم وتحسبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم ○ ولولا اذ سمعتموہ

اور تم اُسے آسان سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی (سخت گناہ کی) بات تھی۔ اور جب تم نے اُسے سُنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمکو سزاوار نہیں ہو کہ ہم اُسے زبان پر لائیں (اے اللہ) تو پاک ہو یہ تو بڑا بُہتان ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اب دوبارہ ایسا (کام) نہ کرنا اگر تم مسلمان ہو اور اللہ تمھارے لئے (اپنی) آیتیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔ بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیحیائی (کی تہمت) پھیل جائے ان کے لئے دنیا و آخرت میں ایک (سخت) درد دینے والا عذاب ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت تمپر نہ ہوتی اور یہ (نہوتا) کہ اللہ نرمی کرنیوالا مہربان ہو (تو تم دیکھتے کہ اسوقت کیا ہوتا) اے ایمان والو شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی پیروی کریگا تو (وہ بیحیائی اور برے کاموں میں مبتلا ہو جائیگا کیونکہ) بیشک شیطان بیحیائی اور بُرے کاموں کا حکم دیتا ہو اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سننے والا دانا ہے اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالونکو دینے سی قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیئے کہ (انکی خطا کو) معاف کردیں اور درگزریں (اے بزرگی والو) کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمھیں بخشدے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایماندار عورتوں کو

قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بهذا سبحنک هذا بهتان عظیم ○ یعظکم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان کنتم مؤمنین ○ و یبین الله لکم الآیت والله علیم حکیم ○ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون ○ ولولا فضل الله علیکم ورحمته وان الله رءوف رحیم ○ یایها الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطن ومن یتبع خطوات الشیطن فانه یامر بالفحشاء والمنکر ولولا فضل الله علیکم ورحمته ما زکی منکم من احد ابدا ولکن الله یزکی من یشاء والله سمیع علیم ○ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم ○ ان الذین یرمون المحصنت الغفلت

(زناکی) تہمت لگاتے ہیں اُنھیں دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی اور اُن کے لئے بڑا (سخت) عذاب ہے۔ جس دن کہ ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر اس کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ اُس دن اللہ اُنھیں اُنکی واجبی سزا پوری دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بیشک اللہ ہی ثابت اور ظاہر ہے۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ (پاک) لوگ بری ہیں اُس سے جو (اُنکی نسبت لوگ) کہتے ہیں اون کے لئے بخشش ہے اور اچھا رزق۔

المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم ۝ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۝ یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین ۝ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولائک مبرؤن مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم ۝

غرض جب اللہ کی طرف سے یہ شہادت مل گئی کہ حضرت عائشہ پاک و صاف اور عصمت کی خاتون ہیں تو حضور انور نے چار اشخاص کو ملزم گردانا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے طوفان بندی کی تھی اور ان ہی سے زیادہ تر اس بے بنیاد واقعہ کی شہرت بھی ہوئی تھی۔ ان چار ملزموں کے یہ نام ہیں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق۔ حسّان بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ اور ہمنہ زینب بنت جحش کی بہن۔ اُنھیں درّے پٹوائے گئے۔ درّوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔

سر ولیم میور صاحب اسے قبول کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ حقیقت میں بالکل بیگناہ تھیں آپ یہ فرماتے ہیں کہ خود محمدؐ کے پاس شبہہ کرنے کی وجوہات موجود تھیں، ہاں بعد ازاں آسمانی حکم سے وہ شبہہ رفع ہوگیا۔ میور کا یہ لکھنا کچھ وزن نہیں رکھتا یہ تو ظاہر ہے کہ بغیر وجوہات کے شبہہ کیونکر ہوسکتا تھا مگر وہ وجوہات محض انسانی خیالات پر مبنی تھیں۔ اور انسان فطرتًا ایسے خیالات کرسکتا ہے۔ مگر جب غلط فہمی رفع

۱۵-دسمبر کامل

ہو گئی تو دل بالکل صاف ہو گئے اور کسی قسم کی کوئی خلش نہ رہی مگر بی بی مریم پر جو بہتان اُٹھایا گیا تھا اور خود بچہ کا پیدا ہونا اُس بہتان کو قوی کر رہا تھا اُس کی تکذیب یا بی بی مریم کی بریت انجیل سے کہیں ثابت نہیں ہوتی۔ تعجب تو یہ ہے کہ شوہر موجود نہ ہو اور ایک جوان عورت کو حمل رہ جائے اور پھر بچہ بھی پیدا ہو اور اُس پر کوئی آسمانی بریت حضرت مریم کی نہ کی جائے یہ ساری باتیں عیسائیوں کی توجہ کی محتاج ہیں قاضی ابو بکر کی ایک حکایت بہت دلچسپ بیان ہوئی ہے کہ جب خلیفہ بغداد کی طرف سے قسطنطنیہ سفیر بنا کے بھیجے گئے تو دربار میں اُن سے بطور تمسخر دریافت کیا گیا کہ قصہ افک زوجہ پیغمبر اسلام تو بیان کرو۔ قاضی نے کہا بیشک دنیا میں دو عورتیں ہیں جن پر بہتان اٹھایا گیا ایک عائشہ ایک مریم۔ عائشہ کا تو شوہر بھی تھا اور وہ کوئی بچہ بھی نہیں جنی۔ لیکن مریم شوہر بھی نہ رکھتی تھی اور پھر بھی اُس نے بچہ جن دیا۔ دونوں خاتونوں کی عصمت یا الزاموں اور بہتانوں کے وزن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

یہ جواب سنتے ہی شاہ روم کے دربار کو سناٹا آ گیا اور کل نصرانی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اس واقعہ سے صدیقہ کی شان اس قدر بلند ہوئی کہ آج کوئی خاتون عزت میں ان کی برابری نہیں کر سکتی جل جلالہ وعم نوالہ۔

جو لوگ سلسلہ وحی کے قائل ہیں اور جنھیں یہ یقین ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے وہ یہ دیکھ کے ششدر و حیران رہ جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کس شد و مد سے خود صدیقہ کی عصمت کی شہادت دی اور چند شریروں نے جو آپ پر باتیں بنائی تھیں انکی نسبت یہ فرمایا۔ "ھذا بہتان عظیم" یہ کسے نصیب ہو سکتا ہے بڑے قدسی اس شرف سے محروم ہیں

گیارھواں باب

مدینہ کا محاصرہ اور بنی قریظہ کا قتل

جب مسلمانوں نے بنی النضیر کو مدینہ سے بھگا دیا تو وہ مکہ کے حوالی میں چلے گئے انمیں سے چند آدمی مثل حیی بن اخطب اور سلام بن الطھیق و کنانہ بن ربیع شب و روز اس فکر میں رہنے لگے کہ مسلمانوں سے کیونکر بدلا لیں آخر اُن میں سے بیس آدمی ابو عامر راہب کے ساتھ مکہ چلے گئے اور قریشیوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگے ابو سفیان نے ان سے دریافت کیا کہ تمہاری اصل غرض یہاں آنے سے کیا ہے اُن یہودیوں نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کے ساتھ دائمی اتحاد کا عہد و پیمان کر لیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کا قلع و قمع کرنیکے لئے تمہارے ساتھ ایک مضبوط عہد نامہ کریں۔ ابو سفیان یہ سُنکے بہت خوش ہوا اسکے بعد ابو سفیان نے پچاس قریشیوں کو ان کے ساتھ کعبہ میں بھیجا تاکہ اُسکی دیوار و نکو لپٹکر عہد کریں۔ اس زمانہ میں باہمی عہد اسی طرح ہوا کرتے تھے۔ پھر ابو سفیان نے یہودیوں سے کہا کہ ہم اس کعبہ کی عمارت کی نگہبانی کرتے ہیں اور مہمانوں کی خاطر اُونٹوں کی نکیلیں کھینچتے ہیں اور انھیں کھانا کھلاتے ہیں اور صلہ ارحام کی بجا آوری کرتے ہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ یہی یہاں کھڑے ہوتے ہیں مگر اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک نیا دین بنا کے کھڑا کر دیا ہے تم لوگ بھی تو آخر اہل کتاب میں سے ہو تم یہ بتاؤ کہ ہمارا طریقہ حق ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ یہودیوں نے ابو سفیان کے مذہب کی بہت تعریف کی اور خدا پرستی پر بُت پرستی کو ترجیح دی۔ اس کے بعد یہودی وہاں سے چلے گئے اور قریشیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی ادہر ان یہودیوں نے اور قبائل کو ورغلانا شروع کیا اور مختلف قبائل مثلاً غطفان وغیرہ کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا ابو سفیان کے پاس اسوقت قریب چار ہزار کے فوج تھی جس میں پندرہ سو اونٹ تھے اور تین سو گھوڑے اور دار الندوہ میں جھنڈا بنایا گیا اور وہ جھنڈا نعمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا گیا اور اسی طرح عتبہ بن حصیم و طلحہ بن خویلد فوج کے افسر مقرر کئے گئے

اس حملہ اور تیاری کی خبر حضور انور کو بھی پہونچی آپنے اپنے صحابہ سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اتفاق رائے اسپر ہوا کہ باہر نکل کے جنگ نہ کی جائے سلمان فارسی نے جو اس بات سے آگاہ تھا کہ لشکر گاہوں اور شہروں کی دشمن کے مقابلہ میں کیونکر حفاظت کی جاتی ہے اس بات کی رائے دی کہ شہر کے ان مقامات کے گرد جو محفوظ نہیں ہیں خندق کھودی جائے کہتے ہیں اس سے پہلے خندق کھودنے کا طریقہ عربوں میں رائج نہیں تھا۔ حضور انور نے سلمان فارسی کا یہ مشورہ بہت ہی پسند فرمایا اور آپنے اپنے صحابہ کو خندق کھودنے کا حکم دیدیا مگر آپنے شہر کے اندر مقید ہونا پسند نہ فرمایا لہذا ابن ام مکتوم کو مدینہ کا گورنر مقرر فرما کے آپ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مدینہ کے باہر نکلے اور آپنے شہر کے قریب دامن کوہ میں اپنا لشکر گاہ بنایا اسوقت آپکے پاس تین ہزار فوج کے قریب تھی مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ مدینہ کی اکثر عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور ان کا سلسلہ باہم اسقدر پیوست تھا کہ وہ بطور خود دشمن کے مقابلہ میں ایک حصار بن گئی تھیں لہذا اُنکے گرد خندقوں کے کھدوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خندق کھودنے وغیرہ کی مفصل کیفیت بخاریؒ نے کتاب المغازی میں تحریر کی ہے۔

سا ۵ جنگ خندق کا بیان اسی کا نام جنگ احزاب ہے موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ لڑائی شوال ۴ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ میں چودہ برس کا تھا آپ نے مجھے شرکت لڑائی کی اجازت نہیں دی پھر آپنے بروز جنگ خندق جبکہ میں پندرہ برس کا تھا مجھے ملاحظہ فرما کے شرکت لڑائی کی اجازت دیدی۔

سہل بن سعد کہتے ہیں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کاروبار تیاری خندق میں (مصروف) تھے اور لوگ خندق کو کھودتے تھے اور ہم اپنے مونڈھوں پر مٹی اُٹھارہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سوائے عیش آخرت کے کوئی عیش (بہتر) نہیں۔ تو مہاجرین اور

چھ روز کے بعد یہ خندق کھُد کھُدا کر کامل ہو گئی۔ شہر کے باہر جتنے مکانات تھے وہ خالی کر دیئے گئے اور عورتیں اور بچّے محض حفاظت کی غرض سے دو منزلہ مکانوں کے بالائی حصّہ میں جو خندق کے اس طرف تھے پہنچا دیئے گئے۔ یہ انتظامات اور یہ کُل کام ابھی پورے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ یہ خبر گرم ہوئی کہ دشمن اُحد کی طرف سے بڑھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی مدینہ کا

انصار کو بخشدے۔

انس بن مالک کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کیطرف نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مہاجر اور انصار صبح کے وقت سردی میں خندق کھود رہے ہیں اور اُن کے پاس غلام نہ تھے جو اُن کی بجائے یہ کام غلام کرتے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بھوک اور تکلیف کو دیکھا تو (اُن کے خوش کرنے کے واسطے) فرمایا ؎

اللّٰہم ان العیش عیش الاٰخرۃ ✤ فاغفر الانصار و المہاجرۃ

یا اللہ عیش تو آخرت ہی کی عیش ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخشدے۔

لوگوں نے بجواب آپ کے کہا۔ نحن الذی بایعوا محمدًا علی الجہاد ما بقینا ابدًا۔ ہم نے محمدؐ سے اپنی زندگی بھر جہاد کرنے پر بیعت کی ہے۔

انس بن مالک کہتے ہیں مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈھوتے تھے اور یہ کہتے تھے ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمدؐ سے اسلام پر عمر بھر کی بیعت کی ہے۔ انس کہتے ہیں پیغمبر خدا جواب اُن کے فرماتے تھے اے اللہ کوئی نیکی آخرت کی نیکی کے سوا نہیں ہے تو انصار اور مہاجرین میں برکت دے۔ لوگ ایک ایک مٹھی جو لاتے تھے اور وہ ایک بدبودار روغن میں پکاکر قوم کے سامنے شدت بھوک میں رکھے جاتے تھے وہ اُن کے حلق میں ناگوار اور بدبودار معلوم ہوتے تھے۔

ایمن (حبشی غلام ابن عمر المخزومی قرشی مکی کا) کہتا ہے میں جابرؓ کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے اتفاقًا ایک زمین سخت نکل آئی سب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر عرض کیا یا رسول اللہ زمین سخت خندق میں پیش آگئی ہے آپ نے فرمایا میں خود آکر اُسے دور کئے دیتا ہوں پھر آپ چلے اور آپ کے پیٹ سے پتھر بندھے ہوئے تھے تین روز تک ہم بھوکے پیاسے ہی رہے آپ نے (آکر) زمین پر

لشکر فوراً آگے بڑھا اور اس سڑک کے پار جا کے جو احد کو جاتی تھی اپنا قیام گاہ بنایا سامنے خندق کھُدی ہوئی تھی اور عقب میں مدینہ کا شمال مشرقی حصّہ تھا اور مغربی حصہ دیواروں اور خرمے کے درختوں سے چھپا ہوا تھا صرف ایک شمالی حصّہ رہ گیا تھا جدھر سے دشمن بڑھ سکتا تھا۔

کدال ماری (کدال مارتے ہی) وہ زمین نرم ہو گئی جابر کہتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ مجھے گھر جانیکی اجازت دیجئے (آپنے کہا جاؤ پھر میں نے آکر) اپنی بی بی سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا ہی کہ صبر نہیں ہو سکتا۔ تیرے پاس کچھ ہے وہ بولی میرے پاس جَو اور بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اُس بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور اُسنے اُن جَو کا آٹا پیسا میں گوشت ہنڈیا میں رکھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آٹا پسا ہوا خمیر کے واسطے اور ہنڈیا چولہ پر پکنے کے واسطے رکھی تھی میں نے کہا یارسول اللہ میرے پاس کچھ کھانا ہو آپ ایک دو مردوں کے ساتھ تشریف لے چلیے آپنے پوچھا وہ کتنا ہی میں نے آپکو بتا دیا۔ آپنے فرمایا یہ تو بہت ہے۔ تو اپنی بی بی سے کہدے کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہانڈی نہ اُتارے اور نہ تنور سے روٹی نکالے (پھر سب اصحاب سے کہا) تم سب چلو۔ مہاجر اور سارے انصار کھڑے ہو گئے جب جابر اپنی بی بی کے پاس آئے تو کہا وائے تجھپر رسول اللہ مہاجرین اور انصار کو جس قدر آپکے ہمراہ تھے سب کو لیکر آگئے وہ بولی کیا تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا میں نے کہا ہاں۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندر چلے آؤ اور ایک دوسرے سے مزاحمت نہ کرو آپ روٹی توڑ توڑ کر اسپر سالن رکھنے لگے جب آپ دیگ (سے سالن) اور تنور سے (روٹی) نکال لیتے تھے اُسے (فوراً) ڈھک دیتے تھے اور (روٹی سالن) اپنے یاروں کے پاس رکھ دیتے تھے پھر (اُن کے فارغ ہونے کے بعد) اُٹھا لیتے تھے اسیطرح روٹی اور سالن دیتے رہے اور وہ سب شکم پُر ہو گئے اور کچھ کھانا (پھر بھی) بچ رہا۔ آپنے فرمایا (اے جابر کی بی بی) تو کھا اور اپنے ہمسایوں کو تحفۃً بھیج کیونکہ وہ لوگ بھوکے ہیں

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں جبکہ خندق کھودی گئی میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت بھوک معلوم کی میں نے آکر اپنی بی بی سے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے کیونکہ میں نے رسول خدا

قریشیوں نے مثل سابق کے اُحد کی طرف اپنا لشکرگاہ بنایا اور بغیر کسی مزاحمت کے وہ سیدھے
مدینہ پر بڑھے چلے آئے دشمن نے مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں اپنے کئی کیمپ نصب
کئے اُن میں سے ایک کیمپ خندق کے قریب تھا خندق کی کیفیت دیکھ کے قریشیوں کو بڑا
ہی تعجب ہوا اور وہ سوائے ایک تیر کے فاصلہ کے آگے نہ بڑھ سکے۔

اسی اثناء میں ابوسفیان نے بنی قریظہ کے توڑنے کے لئے ایک بڑی بھاری ترکیب کی
کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بنی قریظہ کا مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان ہو گیا ہے
اور وہ اس عہد نامہ کی بموجب مسلمانوں کی طرف سے ہو کے ہم سے لڑینگے چنانچہ اسنے حیی ابن اخطب

کے

صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کی شدت دیکھی ہے وہ میرے پاس جراب نکال لائی اُس میں ایک صاع جَو تھے
اور ہمارے ہاں ایک بکری کا بچہ گھر کا پلا ہوا تھا اُسے میں نے ذبح کیا اور میرے ذبح کرنے سے پہلے وہ
آٹا پیسکر فارغ ہو گئی اور بکری کے بچہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہانڈی میں ڈال دیا پھر رسول اللہ کے
پاس (چلتے وقت) میری بی بی نے کہدیا تھا تو مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے یاروں کے
سامنے شرمندہ نہ کیجیو۔ بس میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ طور سے عرض کیا کہ ہم نے
ایک بکری کے بچہ کو ذبح کیا ہے اور میری بی بی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں آپ اپنے ہمراہ چند آدمی
لیکر چلئے آپنے ایک آواز دی اے خندق والو جلد چلو جابر نے کھانا پکایا ہے اور (مجھ سے) کہا میرے
آنے تک اپنی ہنڈیا نہ اُتارنا اور نہ اپنے خمیر کی روٹیاں پکانا میں چلا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئے میں اپنی بی بی کے پاس آیا وہ کہنے لگی خدا تجھے شرمندہ کرے (یہ
تونے کیا کیا) میں نے کہا تیری بات میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دی تھی۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹا عورت سے لیکر اُس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور دعائے برکت
فرمائی۔ پھر ہماری دیگچی لیکر اُس میں بھی لعاب دہن ڈالدیا اور دعائے برکت کی۔ پھر فرمایا اے جابر روٹی
پکانے والی عورت کو بلا وہ میرے سامنے روٹی پکا دے اور ہنڈیا سے سالن نکالے۔ اور اُسے
چولھے سے نہ اُتارے۔ (سبھوں نے اچھی طرح کھالیا) اور وہ سب ایکہزار آدمی تھے بخدا سب نے
کھالیا اور کھانا بچ رہا اور ہنڈیا ویسی طرح بھری ہوئی تھی۔ اور ہمارے آٹے کی روٹیاں اسیطرح پکی جا رہی تھیں

ایک یہودی سردار سے کہا کہ قوجا اور ان کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار اور خود اس سے عہد و پیمان کر لیا چنانچہ حیی سیدہا بنی قریظہ کے سردار کعب کے حصار میں گیا اور وہاں سے اطلاع کرائی کہ حیی آیا ہے کعب نے سنتے ہی کہا کہ میں حیی سے مل کے کیا کروں وہ ایک مکار شخص ہے میرے پاس محض اس لئے آیا ہے کہ میں مسلمانوں کیساتھ عہد شکنی کروں اور مسلمانوں کے ساتھ لڑاؤں ایسا کبھی نہیں کرنے کا حیی نے نہی کعب کا یہ بیان سنا تو اُس نے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے کعب حیی آیا ہے اپنے حصار کا دروازہ کھولدے کعب نے اندر سے جواب دیا کہ اے حیی

حضرت عائشہ آیت اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار کی تفسیر میں فرماتی ہیں یہ (حال) خندق کے دن تھا۔

براء کہتے ہیں آنحضرت خندق کے دن مٹی اُٹھا رہے تھے اور خاک نے آپکے شکم مبارک کو چھپا لیا تھا یا آپ کا شکم مبارک خون آلودہ ہو گیا تھا (راوی کا شک ہے) اور آپ یہ فرماتے تھے واللہ لولا

اللہ ما اہتدینا ٭ ولا تصدقنا ولا صلینا ٭ فانزلن سکینۃ علینا ٭ وثبت الاقدام ان لاقینا ٭ الاولی قد بغوا علینا ٭ اذا ارادوا فتنۃ ابینا ٭ اور ابینا کو پکار کے پڑھتے تھے

ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپنے فرمایا میں پُروا ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں اور قوم عاد پچھوا ہوا کے ساتھ ہلاک کی گئی ہے۔

ابی اسحق کہتے ہیں میں نے براء بن عازب سے سُنا وہ بیان کرتے تھے جب جنگ احزاب کا دن ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں مصروف تھے مٹی خندق کی اُٹھا رہے تھے اور خاک نے آپکے شکم مبارک کو چھپا رکھا تھا آپ کے سینہ پر بال بہت تھے۔ میں نے سُنا کہ آپ ابن رواحہ (شاعر) کے کلمات پڑھ رہے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا۔ تو ہم ہدایت پر نہ آتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ تو ہمپر تسکین اُتار اور اگر ہم دشمنوں سے بھڑیں تو ہمارے قدم جما دے کہ اُنہوں نے ہمپر زیادتی کی ہے اگر یہ فتنہ کا ارادہ کرینگے تو ہم نہ مانیں گے۔ براء کہتے ہیں اخیر کلمہ ابینا کو کھینچ کے پڑھتے تھے۔

تو ایک نامبارک شخص ہے اور تیری شامت اعمال سے بنی النضیر پریشان ہو چکے ہیں۔ اب تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارا بھی قلع قمع کر دے تو یہاں سے چلا جا کیونکہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد کر چکے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس راستبازی۔ محبت اور صفائی سے عہد ہونے کے بعد ہم سے برتاؤ کیا ہم اُنکی تعریف نہیں کر سکتے۔ حیی نے

ابن عمر کہتے ہیں اول روز جنگ جس میں میں حاضر ہوا وہ خندق کا دن تھا۔
سلیمان بن صُرد کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا اب ہم ہی کافروں پر چڑھائی کرینگے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے۔
سلیمان بن صُرد کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جبکہ جماعت کفار متفرق ہوگئی کہ اب ہم کفار پر چڑھائی کرینگے اور وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے اور ہم ہی اُنکی طرف چلیں گے۔
حضرت علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خندق کے دن فرمایا اے اللہ کفار کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے جیسے کہ انہوں نے ہمیں بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز سے روک دیا اور سورج چھپ گیا۔
جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب سورج چھپنے کے بعد کفار کو بُرا کہتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ میں نماز پڑھنے نہ پایا تھا کہ سورج چھپ گیا آپ نے فرمایا بخدا میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی بطحان میں (جو مدینہ کے قریب ہے) اُترے آپنے نماز کے واسطے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا اور بعد غروب ہونے سورج کے نماز عصر پڑھی پھر اُس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔
جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز جنگ احزاب فرمایا کون ہے جو قوم قریش کی خبر لادے زبیر بولے میں ہوں پھر آپنے فرمایا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لادے زبیر نے کہا میں ہوں پھر آپنے ارشاد کیا کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لادے زبیر نے کہا میں ہوں آپنے فرمایا ہر نبی کے مددگار ہوئے ہیں اور میرا مددگار زبیر ہے۔

جواب دیا تم دروازہ تو کھولو تاکہ مونہ در مونہ تم سے آکے کچھ باتیں کروں غالبًا تم دروازہ اسلئے
نہیں کھولتے کہ تمھیں کھانا کھلانا پڑیگا تو اس کا تم کچھ خوف نہ کرو یہ سنتے ہی کعب
پریشان ہوگیا کیونکہ اس سے بڑا وہ اور کوئی جرم نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اُن کے
گھر پر مہمان طریق آئے اور وہ اُسے کھانا نہ کھلائیں۔ چنانچہ اُسنے فورًا حصار کا دروازہ کھلوا دیا
حیی نے کعب کی صورت دیکھتے ہی کہا۔ کہ میں تمھارے لئے اقبال نامہ لیکر آیا ہوں عرب کے
رئیس اور قریش کے سردار ایک کثیر جماعت کے ساتھ یہاں آئے ہوئے ہیں اور اُنکے ساتھ
غطفان اور بہت سے قبائل نے اُحد کے قریب عہد کیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور
اُن کے اصحاب کی بیخکنی کردیں کعب نے بیساختہ یہ جواب دیا خدا کی قسم اے حیی تو ایک
ایسا ابر لایا ہے جس میں کڑک اور گرج تو بہت ہے مگر اُس سے پانی نہیں برسنے کا مجھے تو
تو معاف کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عہد و پیمان میں رہنے دے حیی نے چکنی چپڑی
باتیں بنا کے غرض ایک عرصہ کے بعد کعب کے دل پر قابو پالیا جب کعب راضی ہوگیا تو اخیر
اُس نے دور اندیشی کی ایک بات حیی سے کہی کہ مجھے اس بات کا خوف معلوم ہوتا ہے کہ
قریش تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑ لڑا کے مکہ چلے جائیں اور تو اپنے وطن واپس پھر جائے
اور ہم تنہا اپنی عہد شکنی کی سزا بھگتنے کے لئے یہاں موجود رہیں حیی نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں
تورات کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تو ایسا خیال کبھی نہ کر کہ اگر خدانخواستہ قریش اور غطفان
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلع قمع کئے بغیر یہاں سے واپس چلے تو میں تیرے ساتھ حصار
میں موجود ہوں جو تجھ پر بنے گی وہ مجھ پر بنے گی ان حجتوں کے بعد حیی کا افسوں کعب پر چل گیا
اس بدنصیب عہد شکن نے فورًا اس عہد نامہ کو جسپر حضور انور کے دستخط تھے چاک کر ڈالا اور
اپنے سارے قبیلے میں اس بات کی منادی کردی کہ ہمارا عہد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ٹوٹ
گیا ہے سب کو چاہیئے کہ قریشوں کے ساتھ ملکے مسلمانوں کو قتل کریں۔

اس عہد شکنی کی خبر آگ کی طرح سب میں پھیل گئی حضور انور نے اس خبر کو سُنکے بنی قریظہ کی حال پر
سخت افسوس فرمایا اور آپ نے اسکی تصدیق کرنے اور حجت پوری کرنے کے لئے زبیر بن العوام
کو بھیجا کہ جاکے بنی قریظہ کا طور انداز اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے زبیر نے آکے عرض کیا

یا رسول اللہ وہ لوگ تو جنگ کی بڑی تیاری کر رہے ہیں اور اپنے حصار کو خوب مضبوط کر رہے ہیں۔
اسکے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت پوری کرنے کے لئے سعد بن معاذ سعد بن عبادہ اور عبد اللہ بن رواحہ کو خاص سفارت کی صورت میں بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا اور حضور نے حکم دیدیا کہ اگر ان کی عہد شکنی کی خبر صحیح ہو تو نہایت نرم زبانی اور اخلاق سے نصیحت کرنا اور اگر وہ نہ مانیں تو مجبوری ہے تم کسی قسم کی سخت کلامی نہ کرنا۔ چنانچہ حضور کی یہ سفارت بنی قریظہ کے پاس پہونچی اور اس قبیلہ کے سردار کعب بن اسد سے ملاقات ہوئی۔ سفیروں نے جو باتیں ممکن ہیں اور جن سے محبت پیدا ہو سکتی ہو کعب سے کہیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ بنی قریظہ کے آدمیوں نے نہایت تلخ اور ترش لہجہ میں اسلامی سفارت کو خطاب کرکے یہ کہا محمدؐ کون ہے؟ خدا کا پیغمبر کسے کہتے ہیں؟ یہ باتیں ہمیں سمجھا دو کہ ہم اُسکی اطاعت کریں تم کون سے عہد نامہ کو بیٹھے رہے ہو؟ ہم نہیں جانتے کہ عہد نامہ کسے کہتے ہیں؟ ہم میں اور تم میں کوئی عہد نامہ نہیں ہوا۔

سر ولیم میور صاحب نے بنی قریظہ کے معاملہ کے متعلق ایک جدید قسم کی گوہر افشانی کی وہ کہتے ہیں کہ بات پوری پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی عہد نامہ بنی قریظہ کا ہوا تھا۔ حالانکہ اِن کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے جن حدیثوں سے اپنے دعوے کا استدلال کیا ہے اُن کا دعوے اس سے مطلق ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بنی قریظہ سے کسی کا عہد نامہ نہیں ہوا تو اُنھوں نے مسلمانوں کی ابتدائی تیاری میں کیوں مدد کی تھی۔ جس کا بیان سب تاریخوں میں موجود ہے اور پھر دوسرا بیّن ثبوت یہ ہے کہ جب ابو سفیان کا قاصد بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسد کے پاس گیا تو کیوں اسے یہ جواب دیا تھا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میرا عہد ہو گیا ہے اور اُنہوں نے عہد نامہ کے بعد سوائے مراعات اور محبت کے برتاؤ کے ہمارے ساتھ کوئی بیجا بات نہیں کی تو ہم کیوں عہد شکنی کر دیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ اس بیان سے خالی نہیں جسکا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے تو میور صاحب کا یہ خیال کہ کوئی عہد نامہ نہیں ہوا تھا اُن کا ذاتی خیال ہے۔

غرض جب سفارت مایوس ہو کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوری کیفیت حضور کی

خدمت میں عرض کر دی تو حضور نے یہ فرمایا " حسبنا اللہ ونعم الوکیل " جب مسلمانوں میں
بنی قریظہ کی عہدشکنی کی خبر عام طور پر منتشر ہو گئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور انکے پریشان ہونے کی
ایک یہ بھی وجہ تھی کہ مالک بن عوف و عتبہ بن حصین و بنی اسد غطفان اور بنی فزارہ کے ساتھ
بالائے وادی سے مدینہ کی شرقی جانب جوق جوق مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے دوڑے ۔ اور
وادی کے آخری حصہ پر بنی کنانہ اور قریش پڑے ہوئے تھے ۔
مغیط بن قیرہ جو منافقوں کا سردار تھا محاصرہ کے زمانہ میں اہل مدینہ کو یہ لکھنے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ قیصر اور کسریٰ کے خزانے تمھیں نصیب ہوں گے ۔ مگر اب یہ کیفیت ہے
کہ مدینہ کے باہر بھی نکلنا نصیب نہیں ہوتا ۔ ہمیں فریب دیا گیا ہے اور محمد کا یہ فریب اس وقت کھل گیا
ان منافقوں نے مسلمانوں کو ابھارا کہ تم جنگ میں جا کر کیوں اپنی جانیں کھوتے ہو ۔ ان منافقوں کا
مسلمانوں پر جادو چلا گیا ان میں سے چند مسلمان حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
کہ ہم آپ سے اپنوں گھروں میں رہنے کی اجازت لینے آئے ہیں اور ہمارا منشار گھروں میں رہنے سے
یہ ہے کہ کہیں مخالف آ کے ہمارے بال بچوں کو برباد نہ کر دے قرآن مجید میں بھی اسکا ذکر آیا ہے
اب یہ بات انصاف سے دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے ایسی نازک حالت میں کہاں تک استقلال کو
اپنے قابو میں رکھا ۔
مدینہ کے باہر کی تو یہ کیفیت کہ مخالف کی فوجوں کے دل بادل چھا رہے ہیں اور اندر کی یہ حالت
کہ انصار کا ایک گروہ بیدل ہوا چلا جاتا ہے ۔ اور منافقوں نے ایک غضب برپا کر رکھا ہے
مدینہ کا جنوب مشرقی حصہ جو بالکل عربی قبائل کی زد پر تھا پورا محفوظ نہیں معلوم ہوتا تھا حضور انور نے
یہ رنگ دیکھکر اور مدینہ کی اندرونی حالت کو ایسا نازک پا کر تین سو جنگجو مسلمانوں کو اپنی فوج میں سے
نکال کے مدینہ کے اندر بھیجدیا تاکہ ڈیڑھ ڈیڑھ سو سپاہیوں کی ایک ایک جماعت شہر کے دور بڑے
بڑے حصوں کی نگرانی کرے اور شب و روز وہاں کا پہرہ دے کہ یہ مفسد جو اس وقت فساد برپا
کر رہے ہیں کہیں مسلمانوں کے بال بچوں پر نہ آ پڑیں ۔
ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شہر یا قلعہ کے گرد کھائی کھودنے کا طریقہ پہلے پہل عربوں نے دیکھا تھا
ابو سفیان اور اُسکے سب مددگار پہلے تو کچھ عرصہ تک اس کا مشورہ کرتے رہے کہ حملہ کیونکر کرنا

چاہیے آخر انہوں نے یہ بات طے کی کہ عام حملہ ہونا چاہیے جس سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ جائیں چنانچہ عکرمہ بن ابوجہل کی ماتحتی میں قریشیوں کے سواروں کا ایک رسالہ جسکے پیچھے کچھ پیادہ فوج بھی تھی کھائی کیطرف جھپٹا اور نہایت بہادری سے کھائی کو صاف کرکے وہ بالکل مسلمانوں کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا یہ دیکھتے ہی حضرت علی ایک کمپنی کے ان کے مقابلہ میں آئے اور نہایت ہی ہوشیاری اور جوانمردی سے آپ اپنی مٹھی بھر فوج کولیکے بالکل عکرمہ کے عقب میں آگئے اور ایک تنگ گوشہ پر قبضہ کرکے عکرمہ کی واپسی کے راستہ کو کاٹ دیا۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو عمرو بن عبدود جو ایک بوڑھا سردار تھا اور جسکی عمر قریب نوے برس کی تھی اور جو عکرمہ کے رسالہ میں کام کررہا تھا فوراً آگے بڑھا اور اس نے آواز دیکے کہا کہ میں دست بدست جنگ کرنا چاہتا ہوں کوئی ہے کہ میرے مقابلہ میں آئے یہ سنتے ہی حضرت علی اپنی کمپنی سے نکل کر فوراً اسکے مقابلہ میں آگئے اور اب یہ دو جنگجو نوے برس کا بوڑھا اور ایک جوان میدان میں چھوڑ دیئے گئے۔ علی کی صورت دیکھتے ہی عمرو گھوڑے سے اتر آیا اور اسے چھوڑ دیا جس کے معنی یہ تھے کہ بلا مرے یا فتح پائے میدان جنگ سے منہ پھیرے گا۔ غرض دونوں کے ہاتھ مل گئے اور کچھ عرصہ کے لئے یہ دونوں جوانمرد گرد و غبار کے بادل میں چھپ گئے۔ ان کے داؤ پیچ مطلق نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یکایک کچھ عرصہ کے بعد اللہ اکبر کی صدا اس گرد و غبار کے بادل کو چیرتی ہوئی باہر نکلی جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی فتحیاب ہوگئے اور عبدود کا بیٹا مارا گیا۔ اس دست بدست جنگ سے مخالف کے رسالہ نے فائدہ اٹھا کے اپنی جان بچائی۔ یعنی وہ کھائی کی دوسری طرف چلا گیا۔ اگر حضرت علی عبدود کے بیٹے سے نہ لڑتے اور فنون جنگ کو ہاتھ سے نہ دیتے اور جیسے کہ آپ نے مخالف کے واپس ہونیکا راستہ کاٹ دیا تھا۔ اسیطرح اسکو گھیر کے اسپر حملہ کرتے تو عکرمہ کا ایک سوار بھی نہ بچ سکتا۔ صرف نوفل اپنے سواروں کے ساتھ کھائی کے پار نہ ہوسکا، اور آپ سے زبیر نے گرفتار کرلیا۔

اس روز سوائے اس کے کچھ نہیں ہوا لیکن شب کو خوب تیاری ہوتی رہی علی الصباح حضور نے ملاحظہ فرمایا کہ علاوہ قریشیوں کے یہودیوں کے کل قبائل آپ کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور انھوں نے اپنی فوجوں کو بہت اچھے مقامات پر نصب کیا ہے اور انہوں نے اتنی قوت بہم

پہنچائی ہے کہ اگر یلغار کریں اور مجتمع ہو کے حملہ کریں تو یقیناً کھائی کے پار آجائیں گے اس نظر سے حضور انور نے موقع موقع سے چھوٹے دستے خندق کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیئے تھے جنہوں نے اس آمادگی سے اپنے مقام کی حفاظت کی کہ دشمن خندق سے پار نہ ہو سکا سردی اس شدت کی پڑ رہی تھی کہ ہاتھ پیر ٹھٹھرے جاتے تھے۔ اسلامی فوج کے لئے دو خوف تھے ایک تو یہ خوف تھا کہ دشمن آگے سے حملہ کر کے کھائی کے پار نہ ہو جائے دوسرا خوف اپنے عقب کا تھا کہ مدینہ کے یہودی پیچھے سے نہ آپڑیں آپ نے اس غزوہ میں جو کچھ تکلیف اٹھائی وہ بیان سے باہر ہے آخر آپ نے مناسب یہ سمجھا کہ قبیلہ غطفان سے معاملہ کر کے اسے توڑ لیا جائے چنانچہ آپ نے ایک سفارت قبیلہ غطفان کے سردار کے پاس بھیجی کہ اگر تم اسوقت میدان جنگ سے واپس چلے جاؤ تو ہم تمھیں مدینہ کی کھجوروں کے پیداوار میں سے ایک تہائی حصہ دینے کے لئے تیار ہیں غطفان کے سردار نے کہا کہ ہمیں اس سے انکار تو نہیں ہے مگر ہم نصف پیداوار چاہتے ہیں۔ عقبہ بن حصین۔ حارث بن عوف غطفان کے قبیلہ کے سردار عہد نامہ کی تکمیل کے لئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور انور نے فوراً حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ وثیقہ کا مسودہ تیار کر لیں وہ مسودہ تیار کرنے میں لگے اور حضور نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے صلح کے متعلق مشورہ کیا سعد بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر صلح کے متعلق خداوند تعالیٰ کی وحی آپ پر نازل ہوئی ہے تو "سمعنا و اطعنا" اور اگر حضور یہ صلح کسی اور وجہ سے کرتے ہیں تو ہمیں اُسکی بابت اطلاع دینی چاہئے حضور نے ارشاد کیا کہ اس کے متعلق وحی تو کوئی نہیں نازل ہوئی جب میں نے دیکھا کہ قبائل عرب ایک ہی کمان سے تم پر تیر برسانے کے لئے تیار ہیں تو میں نے غطفان سے صلح کرنے کی تدبیر نکالی تاکہ مخالفوں میں پریشانی پیدا ہو سعد بن نے عرض کیا یا رسول اللہ اس زمانہ میں جبکہ ہم اور وہ مشرک تھے تو قبیلہ غطفان کے لوگ ہمارے نخلستان میں سے صرف ایک کھجور کی آرزو کرتے تھے وہ بھی مہمان بنکر اور جب ہم انھیں وہ کھجور دیدیتے تھے تو وہ بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اب جبکہ ہم مسلمان ہو گئے اور حضور انور کے صدقہ میں ہمیں عزت اور برتری حاصل ہو گئی تو ہم اسمیں اپنی سخت ذلت سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں ایک ثلث یا نصف حصہ اپنے نخلستان میں سے دیں

ہم اس بات کے لئے تیار ہیں کہ سوائے تلوار کے انھیں کچھ نہ دیں۔
یہ سُن کے حضور انور نے وثیقہ کا مسودہ جو حضرت عثمان نے تیار کر لیا تھا سعد بن معاذ سے پھڑوا ڈالا یہ دیکھ کے قبیلہ غطفان کے سردار حیران و مایوس ہوئے مجلس ہمایوں سے اُٹھ کے چلے گئے۔

دونوں فوجیں جنگ پر برابر تلی ہوئی تھیں۔ شب کو خالد نے سواروں کے کئی رسالے لیکے کھائی پر حملہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے نہایت جوانمردی سے اس قدر تیروں کی بوچھاڑ کی کہ وہ پریشان ہوکے بھاگے کئی کئی دفعہ حملہ کیا گیا مگر ہر دفعہ پس پا ہوا اس جنگ میں صرف پانچ آدمی مسلمانوں کی طرف سے مقتول ہوئے۔ سعد بن معاذ سخت مجروح ہوئے اس دن صبح کو اسیطرح خوفناک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملی جب شام ہو گئی اور مخالفوں کی فوجوں کا ایک بڑا حصہ اپنی لشکرگاہ کو چلا گیا تو مسلمانوں نے جمع ہو کے نماز پڑھی دن بھر نماز کے نہ ہونے کا صدمہ حضور انور کو بہت ہی تھا۔ آپنے نہایت درد بھرے دل سے پُرجوش لہجہ میں یہ فرمایا کہ انھوں نے دن بھر ہمیں نماز نہ پڑھنے دی خدا ان کے پیٹ اور قبریں آگ سے بھر دے گا۔ اسی اثنا میں ایک نئی بات پیدا ہوئی یعنی نعیم بن مسعود غطفانی جس نے موقعہ بدر پر مکّہ کے قریشیوں کی تیاری جنگ کی مبالغہ آمیز خبریں اڑا کے حضور انور کو بدر پر پڑنے سے روک دیا تھا یہ شخص قریشیوں میں اور غطفانیوں میں بڑی اعتبار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ میں دل سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ مشرکوں کی جمعیت اور قبیلہ قریظہ کو منتشر کر دوں اور یہ بھی عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم میرے مسلمان ہونے سے بالکل بے خبر ہے جو کچھ اُن سے کہوں گا وہ مان لیں گے۔ اب حضور جو کچھ کہیں میں کرنے کے لئے تیار ہوں حضور نے ارشاد کیا کہ کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ مخالفوں کے لشکر میں تفرقہ پڑ جائے۔ نعیم نے عرض کیا کہ ہاں کر سکتا ہوں اب حضور ارشاد کریں تو میں جاؤں اور اپنا کام کروں حضور نے اُسے جانے کی اجازت دی اور کہا الحرب خدعۃ نعیم دربار ہمایوں سے اُٹھ کر سیدھا بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ تم اس بات کو

اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے تم سے کیسی محبت ہے انہوں نے کہا ہاں بیشک تو سچ کہتا ہے پھر نعیم نے کہا کہ قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم انھیں مدد دینے کے لئے تیار ہو مگر یہ تم جانتے ہو کہ تمھیں ان گروہوں سے کوئی بھی نسبت نہیں ہے کیونکہ وہ دور و دراز کے رہنے والے ہیں اگر ان کی فتح ہوگئی تو اُن کی مراد پوری ہو جائے گی اور اگر فتح نہ ہوئی تو وہ اپنے وطن واپس چلے جائیں گے مگر تم یہاں بہت قریب ہو تمھیں اپنے سامان اور بال بچوں کا خیال کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اہل مکہ اور عرب کے قبائل پریشان ہو کے یہاں سے بھاگ جائیں اور پھر تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُنکے اصحاب سے جنگ کرنی پڑے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ تم بالکل برباد کر دیئے جاؤ۔ نعیم کے اِس کہنے کا اثر یہودی پر بہت ہوا اُنہوں نے کہا بیشک تم نے محبت کی شرط ادا کر دی اور جو کہا محض خیر خواہی کی بنا پر کہا اب بتاؤ اِسکی کیا تدبیر ہے اور ہم کیا کریں نعیم نے کہا اِسکی تدبیر یہ ہے کہ تم قریشیوں سے کہلا بھیجو کہ ہم اس شرط سے تمھاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں کہ تم اپنے اشراف قوم ہمارے پاس بطور رہن کے رکھدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم ہر حالت میں ہماری مدد کروگے شکست پر بھی اور فتح پر بھی۔ نعیم نے اُنھیں سمجھایا کہ جب غطفان اور قریش کے اشراف تمہارے پاس گروہو جائیں گے اور اُن لوگوں کو ناکامی ہوگی اور پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقام لینے کے لئے تم پر حملہ کیا تو یہ لوگ محض اپنے اشراف کی خاطر تمہاری مدد کو چلے آئیں گے یہ سُنکر یہودی خوش ہو گئے اور اُنھوں نے کہا بیشک تم نے بہت ٹھیک رائے دی ہم ایسا ہی کریں گے۔

اپنا یہ کام کرکے نعیم سیدھا قریش میں گیا اور اُن سے کہا تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ تمھارے ساتھ میرا کیا تعلق ہے اور مجھے تم سے کس قدر یکجہتی اور محبت ہے اور جو دشمنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب کے ساتھ ہے وہ بھی تم جانتے ہو۔

قریشیوں نے اِس کا اعتراف کیا اور کہا کیا خبر لائے ہو نعیم نے کہا مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ بنی قریظہ اپنی عہد شکنی سے جو اُنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کی بہت پشیمان ہیں اور اُنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہلا بھیجا ہے کہ آپ ہمارا قصور معاف کریں

ہم سے اب ایسی حرکت کبھی نہیں ہوگی اور ہم محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم قریشیوں سے پھر گئے ہیں چند اشراف قریش اور غطفان بطور رہن کے لیکے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیتے ہیں آپ انھیں قتل کر ڈالئے گا۔ اور پھر ہم آپ کے ساتھ ملکے قریشیوں پر حملہ کرینگے اور ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنے کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکی یہ مصالحت قبول کر لی ہے یہ سنکر ابو سفیان کانپنے لگا۔ اور کچھ اتفاق ایسا آکے پڑا کہ یہ جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے اس سے باتیں کیں مگر اسکی تصدیق کے لئے ابو سفیان نے ایک شخص کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ طولانی محاصرہ سے ہم تنگ آگئے ہیں ہمارے جانور ضائع ہوئے چلے جاتے ہیں ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آج شب جنگ کی خوب تیاری کر کے صبح کو دھاوا بولدیں جس وقت ابو سفیان کا قاصد بنی قریظہ میں پہنچا انھوں نے پیغام سنتے ہی یہ کہا ہم کل تمہارے ساتھ ملکے جنگ نہیں کر سکتے کیونکہ کل ہفتہ ہے اور ہفتہ کو ہم کوئی کام نہیں کیا کرتے ہماری ایک قوم ہفتہ کو کام کر کے برباد ہو چکی ہے اسکے علاوہ ہم اسوقت تمہارے ساتھ ملکے جنگ کر سکتے ہیں کہ تم چند سردار بطور رہن کے ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہمیں اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم تنہا چھوڑ کے ہمیں نہیں بھاگنے کے۔

غرض اس صورت سے نعیم کا افسوں کارگر ہو گیا۔ ابو سفیان کے لشکر میں سخت تزلزل پیدا ہو گیا اور اب انھوں نے بھاگنے کی ٹھیرائی اور وہ بد دل بھاگنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ یکایک زور زور سے آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے جس سے مخالفوں کے خیمہ اکھڑ گئے انکے گھوڑے کھل گئے ان کے کھانے کے برتن الٹ گئے اور وہ سراسیمہ ہو کے بھاگ کھڑے ہوئے ابو سفیان نے سراسیمہ ہو کے پہلے اپنے کل سرداروں کو بلایا اور کہا خیموں کو اکھیڑ دو اور بھاگ کھڑے ہو یہ کہکے وہ سب او سانی میں اونٹ پر چڑھا گیا وہ بے بر صرف اسکے ہاتھ ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں اور اسی طرح وہ بھاگا چلا جاتا تھا خالد دو سو سوار کے ساتھ عقب کی حفاظت میں تھا کہ مسلمان تعاقب نہ کریں قریش اسکے راستہ سے مکہ کیطرف بھاگے اور بنی غطفان اپنے مقامات کی طرف چلے گئے۔

ان کے بھاگنے کی خبر فوراً حضور انور کو پہونچی آپنے حذیفہ کو بھیجا تاکہ اسکی پوری کیفیت

معلوم کرنے حذیفہ گئے اور پھر ساری کیفیت حضور انور کی خدمت میں آکے عرض کر دی۔
صبح کو قریشیوں میں سے ایک شخص کا نام بھی میدان جنگ میں نہ تھا پندرہ روز تک مسلمان
محصور رہے تھے سردی اور فاقہ کشی سے ان کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی جب حضور کو یہ معلوم
ہو گیا کہ دشمن بھاگ گیا تو آپنے مسلمانوں کو حکم دیا کہ سب مدینہ میں چلے جائیں چنانچہ کل
مسلماں شاداں اور فرحاں مدینہ میں پہونچے اب اس بات کی ضرورت تھی کہ بنی قریظہ کی کامل
تادیب کیجاتی جو عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے آمادہ جنگ ہو گئے تھے اور حضور انور کی سفارت
کی اپنی سخت توہین کی تھی اور خود شافع روز محشر کی نسبت ایسے ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے
تھے جو کسی صورت سے قابل برداشت نہیں ہو سکتے تھے بنی قریظہ کا معاملہ بہت ہی غور طلب ہے
اور یہ وہ واقعہ ہے جسپر عیسائیوں کا رحم اُمڈا پڑتا ہے اور اُنھوں نے مسلمانوں کے مظالم
ظاہر کرنے کے لئے جلدوں کی جلدیں سیاہ کر دی ہیں۔ سر ولیم میور نے اپنی عادت کے
مطابق مضحکہ اُڑانے کی غرض سے صحیح بخاری کی ایک حدیث اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ جب حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آکے
ہتھیار رکھے اور غسل فرمایا تو حضرت جبرئیل آپکے پاس آئے اسوقت حضور انور اپنے بالوں سے
گرد جھاڑ رہے تھے حضرت جبرئیل نے کہا آپنے تو ہتیار رکھدیئے مگر میں نے ابھی نہیں رکھے
اب آپ اس طرف چلئے حضور انور نے ارشاد کیا کس طرف تو حضرت جبرئیل نے بنی قریظہ کیطرف
اشارہ کیا یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں ہے اور حضرت بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا)
اسکی راوی ہیں اگر کوئی ملحد حضرت جبرئیل کے آنے اور اس گفتگو پر اعتراض کرتا تو کچھ مضائقہ
نہ تھا مگر تعجب تو یہ ہے کہ ان معاملات پر وہ شخص معترض ہوا ہے جس کا حضرت مسیح پر یہ عقیدہ
ہے کہ وہ بے باپ کے پیدا ہوئے مر کے زندہ ہوئے اور مجسم آسمان پر چلے گئے۔ جب ایسی
فوق الفطرت باتوں پر اعتقاد کر لیا جائے تو یہ بات اس کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں
رکھتی چنانچہ جب حضور انور کو آسمان سے یہ اطلاع ملی کہ بنی قریظہ پر حملہ کرنا چاہئے تو آپنے
فوراً روانگی کا حکم دیدیا۔ بنی قریظہ کی گڑھی دو یا تین میل جانب جنوب مشرق واقع تھی وہ
جھنڈا جو ابھی تک مسجد نبوی میں اُڑ رہا تھا اور لپیٹا نہیں گیا تھا حضرت علی کو دیا گیا حضور انور

اسپنے مرکب پر سوار ہوئے اور تین ہزار پیدل معہ ۳۶ سواروں کے آپکے ہمرکاب ہوئے فوراً
بنی قریظہ کی گڑہی کا محاصرہ کر لیا گیا ایک مسلمان جو گڑہی کی دیوار کے نیچے جا پہونچا تھا اسپر ایک
یہودی نے چکّی کا پاٹ پھینکدیا اور وہ وہیں شہید ہو گیا مگر یہودی اتنے قوی نہیں تھے کہ جمکے
جنگ مدافعت کرتے وہ بہت جلد مطیع ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور انہوں نے نبّاش
بن قیس کو حضور انور کی خدمت میں پیغام دے کے بھیجا کہ ہمیں مثل بنی النضیر کے جلا وطن
کر دیا جائے ہمیں قتل نہ کیا جائے ہم اپنا سامان اور بال بچّے لیکے چلے جاتے ہیں حضور انور
نے منظور نہ فرمایا پھر انہوں نے یہ کھلا کے بھیجا کہ اچھا ہم اپنا مال و متاع چھوڑتے ہیں صرف
اپنے بال بچّوں کو یہاں سے لیکے چلے جائیں گے ان کی یہ درخواست بھی منظور نہ ہوئی یہودی
اس نامنظوری پر بہت پریشان ہوئے اسکے بعد کعب بن اُسید نے جو اس جماعت کا پیشوا تھا
سرداران بنی قریظہ کو جمع کیا اور حیی بن اخطب اپنے عہد کے مطابق جو اس نے کعب سے کیا تھا
حصار میں آیا اسوقت کعب نے کہا اے یہودیو خدا کی قسم محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے
نبی ہیں ہم صرف حسد کی وجہ سے اپر ایمان نہیں لائے اور اُن کی متابعت نہیں کی اسوقت
تین باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں ان میں سے ایک تم قبول کر لو سب دریافت کرنے لگے کہ وہ
تین باتیں کونسی ہیں اُس نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ اوّل تو تم توریت کی رو سے اُسپر ایمان
لاؤ تاکہ تمہارا مال و متاع اور تم سب محفوظ ہو جاؤ یہودیوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ تو نہیں
ہونے کا ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑتے اور دوسری کتاب توریت کے مقابلہ میں نہیں اختیار
کرتے کعب نے کہا کہ اگر یہ بات تم نہیں مانتے تو دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو
اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں اور تلواریں لیکے قلعہ کے باہر نکل پڑیں اگر ہمیں شکست ہوئی تو
ہماری عورتوں کی بے حرمتی نہیں ہو نیکی اور اگر فتح ہوئی تو ہمارے لئے عورتوں بچوں کی کمی نہیں ہے
بنی قریظہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان معصوم بچّوں اور بیگناہ عورتوں کو قتل کس بنا پر کیا جائے
اور کونسا دل اسکے کرنے کے لئے تیار ہو گا اور پھر ان کے بعد ہماری زندگی کس کام آئیگی۔
اور بغیر انکے ہم اپنی زندگی سے کیا فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ کعب نے کہا کہ اچھا اگر یہ تم نہیں
مانتے تو تیسری بات اور ہے کہ یہ رات ہفتہ کی رات ہے غالباً محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور آپ کے اصحاب بہت خاطر جمعی سے آرام کر رہے ہیں آؤ ہم ابر شب خون ماریں شاید اس سے کچھ نتیجہ نکلے بنی قریظہ نے کہا کہ ہم ہفتہ کی کبھی بے حرمتی نہیں کر سکتے ہمسے پہلے بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے ہفتہ کی بے حرمتی کی تھی خداوند تعالےٰ نے اُن کی صورتیں مسخ کر دیں۔

غرض ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بنی قریظہ کی سمجھ میں نہ آئی اُنہوں نے صبح کو "ابو لبابہ بن منذر اوسی" کو جو اُن کا ہم قسم اور دوست تھا حضور انور کے لشکر گاہ سے بلایا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم اپنی مہم میں اُس سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابو لبابہ بنی قریظہ کے پاس حصار میں آیا تمام بچے اور عورتیں اسکو گھیر کے ہو بیٹھے اور اُنہوں نے رونا پیٹنا شروع کیا ابو لبابہ کو انکی رونے پر رحم آگیا اسوقت بنی قریظہ کے سرداروں نے اس سے دریافت کیا کہ تیری کیا رائے ہے کیا ہم حصار کے باہر نکل آئیں۔ ابو لبابہ نے کہا نکل آؤ مگر اپنے حلق پر ہاتھ رکھ کے اُس نے یہ بات کہی جس کے معنی یہ تھے کہ تمھاری گردن ماری جائے گی۔ ابو لبابہ کے منہ سے یہ بات تو نکل گئی مگر وہ ایک لحظہ کے بعد بہت سخت پشیمان ہوئے اور توبہ کرنے لگے کعب نے کہا یہ بات ہے۔ ابو لبابہ نے کہا اصل میں تمھیں یہ بات کھلنے میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی پھر ابو لبابہ حصار کے باہر آئے اور حضور انور کی خدمت میں آکر اپنی لغزش کو بیان کر دیا حضور نے اس لغزش کو معاف کیا۔

آخر بنی قریظہ پریشان ہو کے حصار کے باہر نکل آئے اور اطاعت قبول کر لی حضور انور نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ مردوں کو عورتوں سے علحدہ کر کے گرفتار کر لیا جائے اور عورتوں اور بچوں کی نگرانی کے لئے عبد اللہ بن سلام کو مقرر کیا اس کے بعد حصار میں مسلمانوں کی فوج داخل ہوئی اور قانون جنگ کے مطابق یہودیوں کے کل مال و متاع پر قبضہ کر لیا چار ہزار بکریاں اور کئی ہزار مویشی پانچ سو تلواریں پانچ سو زرہ اور تین سو سپاہی سپر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں جب یہ کیفیت ہوئی تو بنی اوس کے سردار حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ منظہر لطف و احسان ہیں جس طرح آپ نے بنی قینقاع پر رحم فرمایا اور اُن کے سات سو آدمیوں کا قصور معاف کر دیا اس وقت بنی قریظہ پر بھی رحم کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے خلیف ہیں اور وہ بہت ہی سخت پشیمان ہیں آپ انپر رحم فرمایئے اور ان کے جرائم کو معاف کر دیجئے حضور انور نے یہ فرمایا

اچھا تم اس بات کو منظور کرتے ہو کہ تم ہی میں کا ایک شخص فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ وہ فیصلہ کرے وہ ناطق سمجھا جائے اُس کے سرداروں نے یہ بات منظور کر لی تو حضور انور نے فرمایا کہ میں سعد بن معاذ کو فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہوں تم منظور کرتے ہو یا نہیں اُنھوں نے کہا کہ ہم خوشی سے منظور کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور نے فوراً ایک شخص کو مدینہ بھیجا کہ سعد بن معاذ کو بلا لائے۔ چنانچہ لوگ بلانے گئے تو سعد سے زخم کے مارے ہلا بھی نہیں جاتا تھا۔ آخر لوگوں نے سعد کو بہ مشکل مرکب پر سوار کر کے کیمپ کیطرف روانہ کیا۔

راستہ میں بنی اوس کے چند آدمیوں نے سعد سے کہا یا ابا عمرو رسول خدا نے بنی قریظہ کا فیصلہ تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ وہ لوگ تمھارے حلفاء ہیں اور اُنھوں نے بار ہا تمھیں مدد دی ہے تم ضرور اُن کا خیال رکھنا۔ اس کا جواب سعد نے کچھ نہیں دیا کیونکہ زخموں کی تکلیف اس بلا کی تھی کہ وہ بہ مشکل بات چیت کر سکتے تھے۔

غرض آپ جب مجلس ہمایوں کے قریب پہونچے تو حضور انور نے دیکھتے ہی اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ تمھارا سید آیا اسے اُٹھ کے مرکب پر سے اُتر والو چنانچہ صحابہ اُٹھے اور سعد کو آہستگی میں اُتار لیا۔

جوں ہی وہ آکے بیٹھے چند آدمیوں نے جو بنی اوس سے تعلق رکھتے تھے بنی قریظہ کی سفارش کی اسپر سعد نے کہا اچھا یہ تو تم بتاؤ کہ جو کچھ میں کہوں گا اُسے تم تسلیم کروگے یا نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ آپکے حکم پر ہم راضی ہیں اور اس سے ہرگز انحراف نہیں کرنے کے اس کے بعد سعد نے حضور انور کی طرف خطاب کر کے کہا کہ یہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ میں ان کے لئے حکم کروں اور یہ ذرا بھی اُسکی تعمیل سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ حضور نے ارشاد کیا تمھیں اختیار ہے جو چاہے جو کچھ کرو۔ سعد نے کہا میں مردوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ اُسی وقت بنی قریظہ کے مردوں کی مشکیں کس لی گئیں اور حکم دیا گیا کہ اُنھیں مدینہ لیجاؤ اور اُسامہ بن زید کی سرائے میں قید کر دو اور اُنکی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنت حارث کی سرائے میں نظر بند رکھو۔ دوسرے دن صبح کو حضرت علی اور زبیر نے اُن سب کی گردنیں ماردیں۔

مجھے اس قصہ کے یقین کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح روایت جس سے اس قتل عام پر

روشنی پڑے میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ اگرچہ مورخوں نے نہایت اندھے پن سے مثل بیوقوف
بھیڑوں کے ایک دوسرے کی تقلید کی ہے مگر اصلی واقعہ کا اظہار کسی جگہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اول تو
تعداد میں بہت بڑا اختلاف ہے کہیں چارسو لکھے ہیں کہیں پانسو کہیں آٹھ سو اور کہیں نوسو۔ اس
اختلاف سے یہ پایا جاتا ہے کہ بنی قریظہ کے کل مرد قتل نہیں ہوئے تھے۔ صحیح بخاری نے اس عظیم
واقعہ کی نسبت بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے چنانچہ جنگ خندق کی کل کیفیت مفصلہ ذیل
احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(دیکھو صحیح بخاری اُردو مترجمہ میرزا حیرت کتاب المغازی صفحہ ۲۱۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ احزاب سے واپس آنا اور بنی قریظہ کو محاصرہ کرنا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق سے واپس آکر ہتیار
رکھدیئے اور غسل فرمایا تو جبرئیل آئے اور کہا یا رسول اللہ آپنے تو ہتیار رکھدیئے اور ہم نے
بخدا ابھی نہیں رکھے۔ ادہر کو چلئے حضرت نے پوچھا کدہر (چلوں) جبرئیل نے بنی قریظہ کی طرف
اشارہ کرکے کہا ادہر۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُسطرف روانہ ہوئے۔

ابن عمر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے دن فرمایا کوئی نماز عصر نہ پڑہے مگر بنی قریظہ
میں عصر کا وقت راستہ میں آگیا بعض نے کہا ہم جب تک بنی قریظہ میں نہ پہونچ لیں نماز عصر
نہ پڑہیں گے اور بعض نے کہا ہم تو پڑہیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ
نہیں ہے۔ (بلکہ جلد پہونچنا مقصود ہے) پھر آپ سے یہ ذکر کیا گیا آپنے کسیکو نہ دہمکایا۔

حضرت انس کہتے ہیں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درخت ہدیۃً دیتے تھے
جب آپنے بنی قریظہ پر فتح پائی اور اُن کے باغات دستیاب ہوئے تو آپ لوگوں کے عطیہ
واپس دینے لگے میرے گھر والوں نے مجھے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی دی ہوئی
چیزوں کو مانگنے بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ام ایمن کو (جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
دودھ پلانیوالی تھیں) دیدیا تھا۔ ام ایمن یہ خبر سنتے ہی آئی اور میری گردن میں کپڑا ڈالکر کہنے
لگی اُس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تمہیں وہ
عطیہ واپس نہ دینگے کیونکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیدیئے ہیں یا اُس نے

اور کچھ کہا (شک راوی کا ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا تجھے ہیں (اس کے عوض اپنے پاس سے) اس قدر دیتا ہوں اور وہ کہتی تھی بخدا میں ہرگز نہ دونگی۔ اخیر آپنے ام ایمن کو دس گنا یا زیادہ دیا۔ (راوی کو شک ہے)

ابو سعید خدری کہتے تھے بنی قریظہ سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو سعد کے پاس بھیجا سعد گدہے پر بیٹھے ہوئے تشریف لائے جب مسجد کے قریب پہنچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے بزرگ کی طرف کھڑے ہو (اور انہیں اتارو) پھر آپنے (سعد سے) کہا یہ کافر تیرے حکم پر اُترے ہیں۔ (تو کیا حکم دیتا ہے) سعد نے جواب دیا جو کافر مسلمانوں سے لڑے انھیں مار دیا جائے اور اُنکی اولاد قید کیجائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے بموجب حکم خدا کے حکم دیا۔ یا مالک حکم کے موافق۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں سعد جنگ خندق کے دن ایک مرد قریشی کے تیر مارنے سے زخمی ہو گئے تھے اس مرد کا نام حبان بن العرقہ تھا اور تیر سعد کے ہفت اندام رگ میں لگا تھا آنحضرت نے سعد کے واسطے مسجد میں خیمہ بنا دیا تھا تاکہ پاس کے پاس اُن کی عیادت کرتے رہیں جب رسول اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آکر ہتیار رکھے اور غسل کیا جبریل آپکے پاس آئے اور آنحضرت اپنے سر مبارک سے گرد وغبار جھاڑ رہے تھے۔ جبریل نے کہا آپنے ہتیار رکھدیئے اور میں نے (بخدا) ابھی ہتیار نہیں رکھے اب آپ ادہر چلیے آنحضرت نے پوچھا کدہر (جاویں) جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ بنی قریظہ کی طرف آئے (اور انھیں گھیر لیا) وہ سب آپکے حکم پر اتر آئے آپنے حکم سعد بن معاذ کیطرف پھیر دیا سعد نے (آکر) کہا میں یہ حکم دیتا ہوں کہ اُن کے لڑنے والے مارے جاویں اور عورتیں اور بچے قید کئے جاویں اور مال اُن کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیئے جاویں۔ ہشام کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں سعد نے دعا کی اے اللہ تو خوب جانتا ہے میں تیری راہ میں کسی قوم سے لڑنے کو اُس قوم کے لڑنے سے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا اور مکہ سے نکال دیا اچھا نہیں جانتا اور اے اللہ میں جانتا ہوں تو نے ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی رکھدی ہے۔ اب اگر قریش کی لڑائیوں سے کچھ باقی ہو

تو مجھے اُن سے لڑنے کے واسطے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں اُن سے لڑوں اور اگر تو نے لڑائی اُٹھادی ہو تو اس (زخم) کو جاری کر اور اسی میں مجھے موت دیدے (تاکہ میں شہید مروں) پس اُن کے سینہ سے خون جاری ہوا مسجد والے اُن کے خون سے گھبرا گئے مسجد میں خیمہ بنی غفار کا تھا لوگوں نے کہا اے خیمہ والو یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آتی ہے۔ پھر انہوں نے جانا کہ یہ سعد کے زخم کا خون ہے اسی حال میں سعد کا انتقال ہو گیا۔

ان مختلف روایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نے بھی قتل کا اشارہ ایک جگہ کیا ہے مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عملدر آمد کیونکر ہوا اور کتنی تعداد کے مارے گئے۔

ہشامی نے بھی مختلف روایتیں اس واقعہ کی نسبت لکھی ہیں مگر اسناد سب روایتوں کی مشکوک اور غیر معتبر ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ مارے ضرور گئے مگر اُن کی تعداد کتنی تھی کچھ خبر نہیں۔ عیسائی مورخوں نے حسب عادت بہت کچھ حوالہ دیکے اس قصہ کو بیان کیا ہے اور میور صاحب نے تو رنگآمیزی میں کمال ہی کر دیا ہو اور اس تمام عبارت آرائی اور جدّ و جہد سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرحمی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بنی قریظہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے تھے تو اس میں حضور انور کا کچھ بھی واسطہ نہیں ہی۔ آپنے نہایت انصاف پسندی سے بنی قریظہ سے کہدیا تھا کہ تم اپنے طور پر ایک شخص کو منتخب کر لو تاکہ وہ تمھارے حق میں جو فیصلہ کرے وہ تم بخوشی منظور کر لو۔ اُنھوں نے نہایت خوشی سے سعد کو انتخاب کیا ان ہی کا رشتہ دار اور دوست تھا۔ سعد چونکہ اسی غزوہ میں مجروح ہو چکا تھا اور جو زخم اُسے لگا تھا وہ ایسا گہرا تھا کہ اخیر مہلک ثابت ہوا تو اُس کا اس غصہ میں کل بنی قریظہ کو قتل کا حکم دیدینا تعجب نہیں رکھتا۔ تاریخ عالم میں ایسی مثالیں ہزاروں موجود ہیں کہ کسی قوم اور کسی مذہب یا دنیاوی قانون نے عہد شکنوں اور باغیوں کے ساتھ مطلق رعایت نہیں کی۔ کسقدر عورتیں اور کیسے بچے اور کسقدر آہ و زاری غدر ۱۸۵۷ء میں ہزاروں آدمی پھانسی پر چڑھا دیئے گئے اُن کے بچے بھی تھے عورتیں بھی تھیں کس نے اُنپر رحم کھایا اور کیا اُن کے قتل کرنے سے انگریزوں پر کوئی الزام قایم ہو سکتا ہے؟ اسی طرح عیسائی گورنمنٹوں کے بہت سے کارنامے موجود ہیں

انکی جس تلوار نے مرد کو قتل کیا اُسی نے عورتوں اور بچوں کا بھی صفایا بول دیا۔
بنی قریظہ کا معاملہ تو کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اگر ان واقعات کو دوہرایا جائے جو خداوند مسیح کے ماننے والوں اور معصوم پوپوں نے مقدس زمین پر گذرے ہیں تو پتھر بھی پانی ہو کے بہ جائے۔ جن مہیب واقعات کا ذکر خود بڑے بڑے نصرانی مورخوں نے بھی کیا ہے۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا قتل عام تاریخ کے صفحوں پر لکھا ہوا ہے اور پھر اُسکے مقابلہ میں مسلمانوں کی رحم دلی بھی موجود ہے۔ کوئی قوم مسلمانوں پر کیا عیب لگا سکتی ہے جبکہ وہ اُن سے بدرجہا زیادہ عیب دار ہے۔ اسکے علاوہ خاص بنی قریظہ کا قتل کہ کتنے مارے گئے اور کتنے بچا لئے گئے کسی تاریخی واقعہ یا روایت میں صحیح طور پر نہیں ملتا۔
یہ بے کم و کاست تسلیم کرنا پڑے گا کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی۔ اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ حملہ آور دشمن کے ساتھ ہو کے آمادۂ پیکار ہو گئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے جو چال اُنپر چلی گئی اگر وہ اسمیں نہ آتے تو اُن سے زیادہ مسلمانوں کا قاتل اور خونخوار دشمن ایک بھی نظر نہ آتا۔ جس درشت کلامی سے اُنھوں نے حضور انور کے قاصدوں کو دھتکارا ہے وہ الفاظ سعد کے کانوں میں گونج رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے۔ خدا کا نبی کسے کہتے ہیں۔ ہمارا اُس کا کوئی عہد نہیں ہوا تھا۔ ہم بغیر اُسے برباد کئے تلوار کو میان میں نہیں دینے کے۔ یہ باتیں تھیں جنھوں نے سعد کو آمادہ کیا کہ وہ اُنھیں قتل کر ڈالے خواہ خاص ان ہی دو چار بنی قریظہ کو جو سرگروہ تھے یا دس پانچ لڑنے والوں کو اور بھی۔
اگر کوئی شخص یہ دعوے کر بیٹھے کہ سوائے دو ایک شریروں کے کوئی قتل نہیں کیا گیا تو دنیا میں کوئی شخص صحیح روایت بنی قریظہ کے قتل عام کے متعلق نہیں پیش کر سکتا۔ ایک تاریخ میں چار سو ایک میں پانسو ایک میں آٹھ سو اور ایک میں اُن کے مقتولین کی تعداد نو سو لکھی ہے یہ امر مسلم ہے کہ جب ایک واقعہ میں اس قدر اختلاف ہو گا تو یقیناً وہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔
ہماری تائید خود قرآن مجید میں صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ جہاں لکھا ہوا ہے کہ کچھ قید ہوئے اور کچھ قتل ہوئے جنھیں بغاوت کے جرم میں سزا دی گئی

قرآن مجید سے بہتر فیصلہ اور کسی کتاب کا نہیں ہو سکتا مسلمانوں میں یہی سب سے بڑا ایتھارٹی ہے۔
چنانچہ خداوند تعالےٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے۔" اور اللہ[1] نے کافروں کو اُن کے غصہ میں واپس
کر دیا اُنہوں نے (مسلمانوں پر چڑھائی کرکے) کچھ فائدہ نہ پایا اور مسلمانوں کیطرف سے لڑنیکو اللہ بس ہے
اور اللہ زبردست غالب ہے اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (مشرکوں) کی مدد کی تھی
اُنھیں اللہ نے اُنکے قلعوں سے (بیدخل کرکے) اُتار دیا اور اُنکے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ
کچھ لوگوں کو تم قتل کرنے لگے اور کچھ لوگوں کو قید کرنے لگے"۔
اس سے اُس بیہودہ گوئی اور مہمل خرافات اور اتہامات کا بھانڈا پھوٹ گیا جو بنی قریظہ کے قتل عام کے
اُٹھائے گئے تھے اور جن سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر پر
بیرحمی کا الزام قایم کیا گیا تھا۔ آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تمھیں ساری کیفیت صاف صاف
معلوم ہو جائے گی۔
جب ابو سفیان مکہ میں پہونچا تو اُسکی ہمت ٹوٹ چکی تھی اور مدینہ پر حملہ کرنیکا خیال اُسے اب
مطلق نہ رہا تھا۔ مگر اب وہ اس فکر میں لگا کہ کسیطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروا ڈالے
چنانچہ اس خطرناک ارادہ کی تکمیل کے لئے اس نے ایک خونخوار نوجوان بدو عرب کو انتخاب کیا اور
اُس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو مدینہ جا اور موقع کی تاک میں لگا رہ۔ جب موقع ملے محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈال قتل کرنے کا بہتر موقع کیا تو تجھے بازار میں ملیگا۔ یا مسجد میں
جب وہ تبلیغ اسلام کرتے ہوئے ہونگے۔ کیونکہ اُسوقت اُنکی اور سامعین کی مصروفیت اسقدر
ہوتی ہے کہ اُنھیں اپنے آگے پیچھے کی مطلق خبر نہیں رہتی۔
اعرابی نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قتل کر دینا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر اس عظیم کام کا
صلہ کیا دیا جائے گا ابو سفیان نے بہت کچھ اُسے سبز باغ دکھائے اور اس خُلق اور نرم زبانی
سے گفتگو کی کہ وہ گرویدہ ہو گیا اور اپنے آبدار خنجر درست کرکے سیدھا مدینہ کیطرف روانہ ہوا۔

---

[1] ورد اللہ الذین کفروا بغیظہم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا
وانزل الذین ظاہروہم من اہل الکتٰب من صیاصیہم وقذف فی قلوبہم الرعب فریقا تقتلون
وتاسرون فریقا

مدینہ میں پہونچے پر وہ مسجد نبوی کے دروازہ پر اپنے اونٹ سے اُترا اور اونٹ کو باہر کسی چیز سے باندھ کے آپ اندر آیا۔ خنجر کمر میں چھپا ہوا تھا اور وہ برابر غور سے دیکھ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ جب وہ نہ پہچان سکا تو اُس نے باواز بلند حاضرین سے دریافت کیا ابن المطلب تم میں کون شخص ہو۔ حضور انور نے آواز سنتے ہی جواب دیا کہ "انا ابن المطلب" یہ کہکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو اشارہ کیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ چنانچہ فوراً وہ پکڑ لیا گیا۔ تلاشی لینے پر خنجر اور کٹار اُسکی کپڑوں میں چھپی ہوئی نکلی۔ اس اعرابی کے گرفتاری پر اوسان درست نہ رہے وہ غل مچانے لگا کہ مجھپر رحم کیا جائے اور مجھے چھوڑ دیا جائے۔ حضور انور نے ارشاد کیا کہ تو سچ بتادے کہ کہاں سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے اعرابی نے پوری کیفیت بیان کردی حضور انور نے ارشاد کیا کہ میں تجھے امان دینے اور آزاد کردینے کے لئے تیار ہوں اس شرط سے کہ تو خداوند تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرلے چنانچہ اس نے بطیب خاطر کلمہ طیبہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پڑھا حضور انور نے اسپر مہربانی فرمائی اور اُسے چھوڑ دیا۔ یہ تھا مراحم خسروانہ اور یہ تھی شان نبوت کہ جو شخص قتل کے عزم سے آئے اسکی جان بخشی بھی کردیجاے۔

بیش از ہمہ شاہان غیور آمدۂ ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدۂ

بارہواں باب

ہجرت کا چھٹا سال

۶۲۷ء سے ۶۲۸ء تک

ہجرت کا چھٹا سال کسی بڑی مہم سے بالکل خالی ہے کوئی مشہور جنگ اس سنہ میں نہیں لڑی گئی اور نہ کوئی بڑی مہم کہیں بھیجی گئی۔ ہاں ڈاکوؤں۔ عہد شکنوں۔ اور رہزنوں کی سرکوبی کے لئے چھوٹی چھوٹی مہمیں روانہ ہوئیں چنانچہ ۱۶ یا ۱۷ مہمیں اس سال مختلف اطراف میں بھیجی گئیں ہر مہم میں کامیابی ہوئی اور رہزنوں وغیرہ سے اس قدر مویشی ہاتھ لگے کہ مسلمان مالامال ہو گئے۔ ان مہموں میں سے دو مہموں کے تو خود حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سرکردہ بنکے مدینہ کے باہر نکلے ان میں سے ایک مہم بنی لحیان کے خلاف روانہ ہوئی اسلئے کہ ان لوگوں نے دو برس ہوئے تھے کہ مسلمانوں کے چھوٹے سے گروہ کو دھوکا دیکے قتل کرڈالا تھا اُنکے لئے دو سو شتر سوار اور بیس اسپ سوار ساتھ لیکے حضور انور شام کے راستہ کی طرف روانہ ہوئے تین منزلیں تو آپنے طے کیں اور چوتھی منزل میں آپ فوراً جنوب کی طرف پھر گئے اور ساحل آب کے کنارہ کنارہ بہت تیزی کے ساتھ مکہ کی سڑک پر روانہ ہوئے۔ بنی لحیان اس حملے سے واقف ہو گئے تھے وہ اپنے مویشی اور کل سامان لیکے بلندی پر چڑھ گئے۔ اور وہاں حملہ سے بالکل محفوظ ہو گئے جس مقام پر مسلمان بیدردی سے قتل کرڈالے گئے تھے وہاں حضور انور نے قیام فرمایا انپر رحمت بھیجی اور اُنکی بخشش کی دعا مانگی یہاں آپنے قیام فرماکے چند آدمیوں کو بنی لحیان کی تلاش میں بھیجا مگر قرب وجوار میں کہیں انکا پتہ نہ لگا یہاں سے مکہ صرف دو پڑاؤ رہ گیا تھا آپنے حضرت ابو بکر صدیق کو دس اسپ سواروں کے ساتھ مکہ کے قرب وجوار میں فوج ہراول کی صورت میں روانہ کیا تاکہ قریشیوں پر رعب بیٹھے اور اُنھیں معلوم ہو کہ دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے ایک دن اُنھیں کھولنا پڑیگا کیونکہ جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے لئے کھولا جاتا ہے آپ کچھ عرصہ عسفان میں مقیم رہے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ واپس آئے ہوئے بہت دن نہیں گذرے تھے کہ یکایک صبح کو ایک دن مدینہ غل وشور کی آوازوں سے چونک پڑا

اور وہ یہ بات تھی کہ عینیہ بن حصین بنی فزارہ کے سردار نے قریب کی بلندیوں ہی چالیس فزاریوں کو ساتھ لیکے الغابا کے چراگاہ پر حملہ کیا اور حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنی کو معہ کل گلہ کے پکڑ لیا محافظ کو قتل کر ڈالا اور اُسکی بیوی کو قید کر کے لے گئے ایک شخص اسوقت چراگاہ کے قریب جا رہا تھا اس نے ان حملہ آوروں کو دیکھ کے غل مچایا حضور انور نے فوراً مسلمانوں کو طلب کیا چنانچہ حکم ہوتے ہی بہت سے جنگجو مسجد کے دروازہ پر حاضر ہوئے وہ فوراً دشمن کے تعاقب پر روانہ کردیئے گئے۔ ان کے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد خود حضور انور پانسو یا چھ سو مسلمانوں کو ساتھ لیکے پیچھے روانہ ہوئے اور سعد ابن عبیدہ تین سو سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لئے وہیں مقیم رہا۔ پہلا گروہ جو دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا اس نے نہایت پھرتی سے بھاگتے ہوئے دشمن کے عقب کو کاٹ دیا اور بہت سا لوٹ کا مال چھین لیا اور کئی حملہ آوروں کو قتل کر ڈالا مسلمانوں میں صرف ایک شخص مقتول ہوا حضور انور ذیقرد تک برابر بڑھے چلے گئے۔ جو خیبر کے راستہ پر واقع تھا لیکن یہ ڈاکو بنی غطفان کے صحرا میں امن سے پوشیدہ ہوگئے حضور انور کی اونٹنی جو پکڑی گئی تھی وہ دشمن کے ہاتھ سے بچ آئی پھر آپ مدینہ واپس چلے آئے۔ پانچ دن تک یہ فوج مدینہ سے غیر حاضر رہی

ربیع الثانی سنہ ہجری مطابق ۶۲۷ء کو ایک ہولناک حادثہ بعض عہد شکن یہودیوں کی وجہ سے پیش آیا۔ اسکی اصلی کیفیت یہ ہی کہ مدینہ کے قرب وجوار میں بارش ہونے کی وجہ سے خوب سبزہ زار ہو گیا تھا اور اس اثنا میں مسلمانوں کے پاس مویشی بھی بکثرت ہو گئے تھے۔ بنی غطفان کے یہودی قبیلہ کو لالچ ہوا کہ مسلمانوں کے یہ جانور جو چراگاہوں میں چھوڑے گئے ہیں پکڑ لے اور نگہبان مسلمانوں پر شب خون مارے۔ حالانکہ اس بدبخت قبیلہ سے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ ہو چکا تھا۔ اس نے عہد نامہ کی بھی کچھ پروا نہ کی اور ساتھ ہی یہ غضب کیا کہ قرب وجوار کے قبائل کو مویشیوں پر تاخت وتاراج کرنے کے لئے جمع کر لیا آخیر کل قبائل جمع ہو کے محمد ابن مسلمہ پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے ساتھ صرف دس آدمی تھے مگر بھی نہایت شجاعت سے انہوں نے صدہا مسلح یہودیوں کا قدم جما کے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی اور اُس میں دس کے دس مسلمان شہید ہوگئے۔ خود محمد ابن مسلمہ سخت مجروح ہوئے۔ اور میدان میں گر پڑے

یہودی یہ سمجھ کے کہ یہ بھی مقتول ہو گئے ہیں۔ انھیں میدان میں چھوڑ کے چلے گئے۔ ایک مسلمان کا اتفاق سے اس طرف گزر ہوا اس نے محمد بن مسلمہ کو کندھے پر ڈال کے مدینہ پہنچا دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کے حضور انور نے فوراً چالیس جری سواروں کا ایک دستہ یہودیوں کے تعاقب میں روانہ کیا مگر یہ عہد شکن کبھی کے بھاگ کے پہاڑوں پر جا چڑھے تھے۔ صرف اتنا تو ہوا کہ مال غنیمت اُن سے چھین لیا گیا۔ اور اُسکے علاوہ کچھ مویشی بھی اُن کے ہاتھ لگے باقی اور کوئی نتیجہ نہوا۔

پھر جمادی الاول کے مہینہ میں ایک سو ستر مسلمان جنگجو ساحل آب کی طرف روانہ کئے گئے کہ جو قافلہ شام سے صفوانی آتا ہے اُسے سنبھال لیا جائے۔ چنانچہ قافلہ سے مڈھ بھیڑ ہوئی معمولی لڑائی کے بعد مسلمانوں کو کامل کامیابی ہوئی اور قافلہ کا مال چھین لیا گیا۔ اس قافلہ کے ساتھ چاندی کا بڑا ذخیرہ تھا اور وہ خاص صفوان کا تھا سب پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اور باقی محافظین قافلہ گرفتار کر لئے گئے۔

قافلہ پر حملہ کرنے کا الزام بعض مورخ مسلمانوں پر لگاتے ہیں حالانکہ یہ اُن کی بڑی غلطی اور بے جا تعصب ہے جو سلوک پے در پے قریشوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس قسم کے حملے اسکے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے دوسرے جب ایک قوم سے جنگ جاری ہو اس کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرنی ہر ملک کے قانون میں اس متمدن زمانہ میں بھی ناجائز نہیں ہے۔ لہذا اس قسم کا ذلیل اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اُن قیدیوں میں جو اس معرکہ میں قید ہو کے آئے ابوالعاص حضور انور کا داماد بھی تھا جسے آپکی صاحبزادی زینب بیاہی ہوئی تھی اور یہ ابوالعاص خدیجہ الکبریٰ کا بہت ہی قریب کا رشتہ دار تھا۔ یہ شخص مکہ کا بہت بڑا تاجر تھا۔ جب حضور انور کو نبوت ملی تو آپ نے اسلام کو اپنے داماد کے آگے پیش کیا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضور انور کی دشمنی پر قریشوں نے ابوالعاص سے کہا کہ تو زینب کو چھوڑ دے۔ اس نے جواب دیا یہ کبھی نہیں ہونے کا میں اپنی بیوی کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ نہ مجھے کسی دوسری عورت کی ضرورت ہے۔ حضور انور یہ سنکے بہت خوش ہوئے۔

جب حضور انور اور آپ کے خاندان کے باقی ماندہ لوگ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئے تو

اس وقت زینب مکہ ہی میں رہی تھیں۔ جنگ بدر میں ابو العاص گرفتار ہو کے حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ ابھی اثنا میں قریشوں نے قیدیوں کا فدیہ حضور انور کی خدمت میں روانہ کیا اسکے ساتھ زینب نے اپنا کل گہنا پاتا فروخت کر کے معہ اور سامان کے بطور فدیہ حضور انور کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس سامان میں ایک گلوبند بھی تھا جو بی بی خدیجۃ الکبریٰ پہنا کرتی تھیں اور انہوں نے اپنی بھتیجی ہو بی بی زینب حضور انور کی صاحبزادی کو جہیز دیا تھا۔ اس گلوبند کو دیکھ کے حضور انور کا دل بھر آیا۔

آپنے مسلمانوں سے یہ ارشاد کیا "اگر یہ بات تمھیں گوارا ہو کہ میرا داماد چھوڑ دیا جائے اور یہ کل چیزیں اُسے واپس دیجائیں تو بہت اچھا ہو" یہ سنتے ہی سب نے تسلیم خم کیا اور کہا ہمیں دل سے منظور ہے چنانچہ ابو العاص چھوڑ دیا گیا لیکن شرط یہ ہوئی کہ مکہ پہونچ کے زینب کو مدینہ روانہ کردے۔ اُس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ اُس نے مکہ پہونچتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کرنے کا انتظام کیا اور ایک اُونٹ پر بٹھا کے اپنے بھائی کنعانہ کو ساتھ کر کے مدینہ روانہ کر دیا جب قریشوں نے یہ سُنا کہ زینب مدینہ جاتی ہے تو اُن لوگوں نے تعاقب کر کے زینب کے اُونٹ کو گھیر لیا اور ایک شخص نے آگے بڑہ کے اُونٹ پر بھالہ مارا۔ کنعانہ کو سخت غصہ آیا۔ اُس نے فوراً اُونٹ بٹھا دیا۔ اور تیر و کمان نکال کے حملہ آوروں پر حملہ کیا۔ ابھی اثنا میں ابو سفیان بھاگا ہوا موقع پر پہونچا اور بیچ بچاؤ کر کے یہ بولا "تمھیں اس طرح علی الاعلان جانا نہیں چاہیئے۔ تم کیا واقف نہیں ہو کہ محمد سے ہمیں کتنا نقصان پہونچ چکا ہے۔ اُن کی لڑکی کا اس طرح علانیہ مکہ سے مدینہ چلا جانا ہماری انتہا درجہ کمزوری عاجزی کا ثبوت ہوگا۔ گو یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ لڑکی کو اس کے باپ سے باز رکھیں اور نہ یہ منشا ہے کہ باپ کا بدلہ بیٹی سے لیں۔ تم اب تو مکہ واپس چلے چلو۔ جب یہ جوش وخروش جاتا رہے تو تم خاموشی سے چُپ چُپاتے مکہ سے نکل جانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کنعانہ نے ابو سفیان کی نصیحت کو مان لیا اور اپنی بھاوج زینب کو واپس لے آیا پھر چند روز کے بعد زینب زید ابن حارثہ کے ساتھ جو اسی غرض سے مکہ بھیجا گیا تھا اپنے والد ماجد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحفاظت مکہ پہونچ گئیں۔

ابو العاص کا مشرف باسلام ہونا

اس معاملہ کے تین یا چار برس کے بعد پھر ابو العاص گرفتار ہوا اور جب قیدیوں کا گروہ مدینہ پہونچا تو ابو العاص چالاکی سے قید سے بچ کے سیدھا اپنی بیوی زینب کے پاس پہونچا کہا کہ میں پناہ چاہتا ہوں وفادار بیوی نے اپنے شوہر کو اطمینان دیا کہ میں تمھیں رہا کرا دونگی اسکے بعد وہ آکے پھر قیدیوں میں مل گیا۔ علی الصباح لوگ مسجد میں نماز کے لئے جمع ہونے لگے تو زینب نے پکار کے کہا کہ میں ابو العاص کی حفاظت کی ذمہ داری کر چکی ہوں جب نماز ہو چکی تو حضور انور نے صحابہ سے یہ ارشاد کیا کہ جو الفاظ میری بیٹی کے زبان سے تم نے سُنے وہی میں نے سُنے میں اُس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس لمحہ تک اپنی بیٹی کی ذمہ داری سے واقف نہیں ہوں۔ اسکے بعد حضور انور اپنی صاحبزادی کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم ابو العاص سے بحیثیت ایک معزز مہمان کے برتاؤ کرو مگر اسے اپنا شوہر فی الحال نہ سمجھو۔ اسکے بعد آپ نے قیدیوں کے نگہبانوں کو طلب کیا اور فرمایا تم اس بات کو سمجھ لو کہ ابو العاص سے میرا بہت ہی قریب کا رشتہ ہے اگر تم اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کروگے اور اسکا مال اسے واپس دیدوگے تو میں بہت خوش ہوں گا اور اگر نہیں تو بیشک وہ مالِ غنیمت تمھارا ہے اور تمھیں اسکے رکھ لینے کا حق حاصل ہے مگر سب مسلمان اس قیدی کو چھوڑنے اور اسکا مال واپس دینے پر رضامند ہو گئے ابو العاص پر اس غیر معمولی شریفانہ برتاؤ اور خاطرداری کا بہت بڑا اثر پڑا وہ فوراً مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی بیوی کے ساتھ بخوشی وخرمی رہنے لگا۔ مگر بدقسمتی سے اسی سال زینب کا انتقال ہو گیا۔ بیماری کچھ نہیں تھی صرف وہ ضرب تھی جو اونٹ سے گرنے پر زینب کو پہنچی تھی۔

سفارتِ شام

حضور انور نے اپنا ایک سفیر شہنشاہ قسطنطنیہ یا اسکے شام کے گورنر کے پاس روانہ کیا سفارت کا منشا بظاہر دعوتِ اسلام معلوم ہوتا ہے لیکن کسی مورخ نے صاف طور پر نہیں لکھا چنانچہ آپ کا سفیر شام پہونچا گورنر نے اسکی بہت بڑی عزت کی اور بہت سے ہدیے حضور انور کی خدمت میں روانہ کئے اور ایک خلعت خود سفیر کو دی۔ سفیر یہ کل سامان لیکے مدینہ واپس آیا تھا

کہ راستہ میں بنی جذام نے اسے لوٹ لیا۔ وہ فوراً ایک قریب کے قبیلہ کے پاس بھاگا ہوا گیا اور اس سے مدد چاہی قبیلہ والے اسلامی سفیر کی مدد کو دوڑ پڑے چوروں پر حملہ کیا اور کل مال چھین لیا اسی اثنار میں حضور انور کو یہ خبر پہونچی کہ سفیر پر حملہ ہوا ہے آپنے خبر پاتے ہی فوراً زید ابن حارث کو پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا کہ حملہ آوروں کو سزا دے چنانچہ زید راتوں رات روانہ ہوا دن کو چھپا رہتا تھا اور شب کو سفر کرتا تھا اخیر وہ یکایک بنی جذام پر جا پڑا۔ اس قبیلہ کے بہت سے آدمی معہ اُسکے سردار کے قتل کر ڈالے گئے۔ پھر مسلمانوں نے علاوہ بکثرت مویشیوں کے اس قبیلہ کے سو عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے اس قبیلہ کا دوسرا سردار جو پہلے حضور انور کی اطاعت قبول کر چکا تھا بھاگا ہوا مدینہ میں آیا اور اس نے حضور انور کے آگے وہ معاہدہ پیش کیا جو حضور انور اور اُسکے قبیلہ میں ہوا تھا حالانکہ اس قبیلہ کی طرف سے عہد شکنی ہوئی تھی اور اس نے آپکے سفیر پر حملہ کیا تھا مگر تو بھی حضور انور نے معاہدہ کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ مقتولین کے متعلق کیا فیصلہ ہو اس قبیلہ کے سردار نے کہا کہ جو زندہ ہیں انھیں ہمارے سپرد کر دو اور جو مر گئے ہیں وہ ہمارے قدموں کے نیچے ہیں حضور انور نے فوراً حضرت علی کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس معاملہ کا تصفیہ کرو حضرت علی روانہ ہوئے زید راستہ میں ملا جو اپنی مہم سے واپس آرہا تھا آپنے حضور انور کا حکم زید کو سُنایا اُس نے فوراً سارا مال غنیمت اور کل قیدی قبیلہ کے سردار کے حوالہ کر دیئے۔

شعبان المکرم ۵ھ ہجری مطابق نومبر ۶۲۷ء

اسکے کچھ عرصہ کے بعد عبدالرحمٰن سات سو جوانوں کو ساتھ لیکے دومۃ الجندل کی دوسری مہم پر روانہ ہوا حضور انور نے اسوقت سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا جو سپہ سالاری کی علامت تھی پھر آپنے یہ ارشاد کیا دیکھو کوئی بچہ اور کوئی عورت ہمارے ہاتھ سے قتل نہ ہو۔ جب آپ دومۃ الجندل پہونچے تو آپنے قبائل کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اسپر فکر کرنے کے لئے تین دن کی مہلت عنایت فرمائی اس اثنار میں الاصبغ نامی بنی کلب کا ایک نصرانی سردار مسلمان ہو گیا پھر بہت سے کرسٹان مشرف باسلام ہوئے دوسرے قبائل نے خراج دینا قبول کیا اور اجازت مانگی کہ ہم اپنے نصرانی مذہب پر قایم رہیں یہ ساری باتیں عبدالرحمٰن

قاصد کے ذریعہ سے حضور انور کی خدمت میں عرض کرادیں حضور انور نے منظور فرمالیا پھر ساری معاملات بخیر و خوبی طے ہوگئے۔

ان چھوٹی چھوٹی مہموں کے بعد زید ابن حارث ایک تجارتی مہم کیلئے شام روانہ ہوا۔ اسکے ساتھ کثرت سے سامان تھا جو مدینہ کے باشندوں نے اپنا اپنا کردیا تھا۔ جب یہ وادی القرٰی کے قریب پہنچا جو مدینہ سے سات پڑاؤ ہے تو بنی فزارہ نے شب کو اس پر تاخت کی اور [illegible] لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں کے اس حملہ سے زید بھی سخت مجروح ہوا۔

مدینہ میں اس خبر سے سنسناہٹ سی پیدا ہوگئی اور مسلمانوں کو سخت جوش آیا۔ چنانچہ زید کے اچھا ہونیکے بعد ایک زبردست فوج کے ساتھ وہ روانہ کیا گیا وہ پانی کی رو کی طرح سے بڑھتا ہوا چلا گیا اس نے اس غدار قبیلہ پر حملہ کیا ایک سخت لڑائی کے بعد اُن کے قلعہ کو فتح کرلیا۔ اُم قرفہ جوان ڈاکوؤں کی بازگشت بنی ہوئی تھی اور اسی کے ہاں یہ ڈاکو پناہ لیتے تھے گرفتار کرلی گئی۔ یہ سب ڈاکو اور ڈاکوؤں کی اماں جان علیحدہ علیحدہ باندھ لیگئی مگر راستہ میں اس بڑھیا کا دم نکلگیا اور اسی خاندان کے دو نوجوان بھائی بھی قتل کرڈالے گئے۔ زید اس کامیابی کے بعد مدینہ پہونچ کے سیدھا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی خبر سنکے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اسے گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل

ان پے در پے کی کامیابیوں پر بھی یہودیوں کی استقامت اور دشمنی میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح حضور انور کو تکلیف دینے میں سرگرم تھے اور دنیا بھر کی تدبیریں آپ کو صدمہ دینے کی کرتے تھے۔ چنانچہ ابی الحقیق اپنے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جب وہ مدینہ سے نکالا گیا ہے تو اپنے حلیف یہودیوں کے پاس خیبر میں آباد ہوگیا تھا۔ ابی الحقیق کا نام ابی رافع بھی تھا اس نے اُن لوگوں کا بہت ساتھ دیا تھا جنھوں نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا اور اب وہ بدوؤں کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُبھار رہا تھا۔

اسی اثنا میں ایک مہم سو آدمیوں کی حضرت علی کی سرگردگی میں روانہ کی گئی تاکہ سعد بن

ابی بکر قبیلہ اوس زادے جنھوں نے حضور انور کے خلاف خیبر والوں سے گٹھ جوڑ کر لی تھی حضرت علی کے ہاتھ اونٹ اور مویشی تو بہت سے لگ گئے مگر اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جب حضرت علی اس طرح ناکام رہے تو حضور نے خود ارادہ کیا کہ ابی الحقیق کی پوری تادیب کی جائے۔ چنانچہ حضور نے بنی خزرج اور بنی اوس میں سے پانچ آدمی منتخب کئے اور حکم دیا کہ ابی الحقیق کی گردن ماردیں کیونکہ یہ شخص سالہا سال سے برابر خونریزی پر تلا ہوا ہے اور اس نے اپنی شرارت سے صدہا بیگناہوں کو قتل کرا دیا ہے۔ یہ پانچوں جوانمرد سیدھے خیبر پہونچے اور ایک پوشیدہ مقام پر دن بھر چھپے رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ پانچوں ابی الحقیق کے مکان کیطرف چلے۔ ان پانچ آدمیوں میں عبداللہ بن عتیک تھے جو بنی النضیر سے خوب واقف تھے اور اُن کی زبان بھی بہت شستگی سے بولتے تھے۔ چنانچہ وہی آگے بڑھے ابی الحقیق کے دروازہ پر دستک دی۔ آواز سنتے ہی ابی الحقیق کی جورو باہر نکلی۔ اُنھوں نے اُس سے کہا کہ میں تمہارے شوہر کے لئے کچھ ہدیہ لایا ہوں تم مجھے اندر آنیکی اجازت دو۔ دوسری روایت کے بموجب عتیک نے یہ بیان کیا کہ میں غلہ کا معاملہ کرنے آیا ہوں مجھے اندر آنے دو۔ عورت ان غیر مرد ہتیار بندوں کی صورت دیکھ کے ڈر گئی اور غل مچانا چاہتی تھی کہ اُنھوں نے اُسکی طرف ہتیار اُٹھا کے کہا کہ اگر ہوں بھی کی تو قتل کر ڈالی جائیگی۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگئی اور یہ پانچوں شخص اندر گھس گئے اور ایک کمرہ میں جہاں ابی الحقیق لیٹا ہوا تھا اُسے جا لیا۔ اور اس کا کام فوراً تمام کر دیا اور جلدی سے نکل کے باہر آگئے اور ایک غار میں چھپ گئے۔ عورت نے غل مچایا لوگ اُن کے تعاقب میں دوڑے لیکن پتہ نہ لگا اور یہ پانچوں مسلمان مدینہ آگئے اور حضور انور کی خدمت میں ساری باتیں اور کل واقعہ عرض کر دیا۔ مگر بخاری نے اس واقعہ کو حسب ذیل اسطرح لکھا ہے۔

ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان۔ بعض نے کہا اسکا نام سلام بن ابی الحقیق ہے اور وہ خیبر میں رہتا تھا۔ اور بعض نے کہا وہ اپنے قلعہ میں رہتا تھا جو ملک حجاز میں تھا۔ زہری کہتے ہیں قتل ابی رافع کعب بن اشرف کے بعد ہوا ہے۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے پاس روانہ کیا۔ عبداللہ بن عتیک (فرستادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) وقت شب اس کے

مکان میں گئے اور وہ سو رہا تھا عبداللہ نے اُسے مار ڈالا۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابی رافع یہودی کے پاس بھیجا اور اُن پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ ابورافع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ کے نقصان پر مدد کرتا تھا۔ اور وہ اپنے اُس قلعہ میں رہتا تھا جو زمین حجاز میں تھا۔ جب یہ لوگ اُسکے قریب پہونچے اسوقت سورج چھپ چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کی وقت واپس لاچکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے یاروں سے کہا تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں جاتا ہوں دربان سے (کوئی) لطیف حیلہ کروں گا شاید میں اندر چلا جاؤں۔ پھر قلعہ کی طرف راہی ہوا۔ یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہونچ گیا۔ پھر اپنے کپڑے میں آپ کو اسطرح چھپایا جیسا کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ قلعہ والے اندر جاچکے تھے دربان نے عبداللہ کو (بخیال اسکے کہ قلعہ کا آدمی ہے) آواز دی اے بندے اللہ کے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ کیونکہ دروازہ بند کرتا ہوں میں اندر چلا گیا جب سب آچکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا اور اُنھیں لیکر میں نے دروازہ کھولا۔ ابورافع کے پاس کہانیاں ہوا کرتی تھیں وہ اپنے بالاخانہ پر رہتا تھا۔ جب اسکے پاس سے کہانی والے چلے گئے میں اسکی طرف چڑھا۔ میں جب کوئی دروازہ کھولتا اندر کی جانب سے بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا تھا) اگر مجھ سے لوگ واقف بھی ہو جائیں گے تو مجھ تک ابورافع کے مارنے سے پہلے نہ آسکیں گے۔ جب میں اُسکے پاس پہونچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں (سوتا) ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کس جگہ گھر میں ہے۔ میں نے ابورافع کہکر آواز دی۔ اُس نے جواب دیا کون ہے میں آواز کی طرف چلا۔ میں نے اسپر ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر وہ خالی گیا۔ اور وہ چلانے لگا۔ میں مکان سے نکلکر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز تھی اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے ابھی تلوار ماری تھی۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے پھر ایک بڑا وار کیا اور وہ بھی خالی گیا۔ پھر میں نے تلوار کی دھار اسکے پیٹ پر رکھی وہ اسکی پیٹھ میں نکل گئی تب میں نے جانا کہ میں نے اُسے مار لیا پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ تک پہنچ گیا اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر

آگیا پاؤں رکھا۔ چاندنی رات میں (وہم سے) میں نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں اُسے اپنے عمامہ سے پٹی باندھ کے نکلا اور دروازہ پر بیٹھ گیا میں آج رات کو نہ نکلوں گا جب تک میں نہ جان لوں کہ میں نے اُسے مار دیا۔ جس وقت مرغ بولا۔ خبر موت سنانے والا دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا میں ابو رافع اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے یاروں سے آکر کہا جلد چلو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کے یہ قصّہ بیان کیا آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ ایسا ہو گیا جیسے مجھے کبھی اس کی شکایت ہی نہ تھی۔

براء بن عازب کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی رافع کے پاس عبد اللہ بن عتیک اور عبد اللہ بن عتبہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا اور وہ چلکر قریب قلعہ کے پہونچے عبد اللہ نے اُنسے کہا کہ تم ٹھیرو میں جاکر دیکھتا ہوں (کیا کرنا چاہئے) عبد اللہ کہتے ہیں میں نے حیلہ لطیف کیا تاکہ قلعہ میں چلا جاؤں اتفاقاً قلعہ والوں کا گدھا گم ہو گیا تھا وہ لوگ مشعل لیکر اُسکے ڈھونڈھنے کو نکلے تھے مجھے یہ اندیشہ ہوا کبھی وہ مجھے پہچان نہ لیں (کہ یہ غیر آدمی ہے) میں نے اپنے سر اور پاؤں کو ایک کپڑے میں چھپا لیا۔ اور میں (اس طرح) بیٹھ گیا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے۔ پھر دربان نے آواز دی جو اندر آنا چاہتا ہو وہ میرے دروازہ بند کرنے سے پہلے آجاوے۔ میں اندر جاکر گدھوں کے بندھنے کی جگہ میں جو قلعہ کے دروازہ کے قریب تھی چھپ گیا۔ اُن سب نے (جو ابی رافع کے پاس تھے) ابی رافع کے پاس شب کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے۔ جب ایک گھڑی رات گزر گئی وہ سب اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ جب سُنسان ہو گیا اور میں کوئی حرکت نہ سنتا تھا تب میں نکلا۔ عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دربان کو دیکھ لیا تھا جہاں اُسنے قلعہ کی کنجی رکھی تھی (اس نے) ایک سوراخ میں (رکھدی تھی) میں نے اُٹھا کر اُس سے قلعہ کا دروازہ کھولا۔ عبد اللہ کہتے ہیں میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر لوگ مجھے دیکھیں گے تو میں آسانی سے نکل جاؤنگا اول تو میں نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے گھروں کی طرف کے دروازے بند کر دیئے۔ پھر سیڑھی کے ذریعہ سے ابو رافع کیطرف چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں ہے۔ جسکا چراغ بھی گل ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے مجھے اُسکی جگہ معلوم نہ ہوئی۔ تب میں نے آواز دی اے ابو رافع

وہ بولا تو کون ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں میں آواز کی طرف چلا اور اسپر وار کیا۔ اس نے چیخ ماری مگر وار خالی گیا پھر میں اس کے پاس آواز بدل کر بابا ہس ہمدرد آیا اور میں نے کہا اے ابورافع تجھے کیا ہوا۔ وہ بولا میں تجھے میرے اس پوچھنے کا تعجب نہ ہو تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے میرے پاس آکر سیرے تلوار ماری عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں نے پھر دوبارہ اسپر وار کیا مگر یہ وار بھی خالی گیا۔ ابورافع چلایا اور اُسکی بی بی جاگ اُٹھی۔ عبداللہ کہتے ہیں میں پھر آواز بدل کر بصورت مددگار آیا تو کیا دیکھتا ہوں ابورافع سیدھا پیٹھ کے بل پڑا ہے۔ بس اُسکے پیٹ پر تلوار رکھکر جھک پڑا۔ یہاں تک کہ اُسکی ہڈی کی آواز میں نے سنی پھر میں ڈرتا ہوا نکل کر سیڑھی تک اترنیکے ارادے سے آیا اور ناگاہ زمین پر گر پڑا میرا پاؤں اتر گیا میں نے اُسے پٹی باندھکر اپنے یاروں کے پاس آہستہ آہستہ آکر کہا تم جلد جاکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سناؤ میں جب تک اُسکی خبر موت محقق نہ سُن لوں ہرگز نہ ٹلوں گا جب صبح ہوئی خبر موت سنانے والا چڑھ کر کہنے لگا میں ابورافع کی خبر موت سناتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں چلنے کے واسطے کھڑا ہوا تو مجھے (خوشی کے باعث) کچھ تکلیف نہ معلوم ہوئی اور میں نے اپنے یاروں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے جا پکڑا اور میں نے (خود) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی۔

(صحیح بخاری اُردو ترجمہ میرزا حیرت جلد دوم۔ پارہ سولھواں صفحے ۲۰۰ و ۲۰۱)

اسکے بعد تیس یہودی اور اُن کا سردار مدینہ کے راستہ میں قتل کر ڈالے گئے۔ اس واقعے کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ یہ یہودی حضور انور سے بظاہر عہد و پیمان کرنے آئے تھے مگر ان کا منشا یہ تھا کہ موقع پا کے حضور انور کو قتل کر ڈالیں مگر حضوری میں اُن کا داؤں نہ چلا۔ واپسی کے وقت مسلمان مدینہ کی حدود تک انھیں پہنچانے آئے۔ یہودی سردار نے موقع دیکھ کے تلوار پر ہاتھ ڈالا مسلمانوں نے اسکی اس حرکت کو دیکھ لیا اور پھر باہم لڑائی ہونے لگی۔ کل یہودی قتل کر ڈالے گئے۔ صرف ایک شخص بچا جس نے خیبر میں آکے خبر دی۔

اسپر سر ولیم میور متوفی نے بہت ہی زہر اُگلا ہے اور وہ یہودیوں کی ہمدردی میں جنھوں نے اسکے خداوند مسیح کو صلیب دیدی تھی یہودی سردار کی تلوار اُٹھانے کو لکھتا ہے کہ اس نے تو فقط

پہلو بدلا تھا اُسکا ارادہ تلوار آزمائی کا تھوڑے ہی تھا۔ بہرحال خداوند مصلوب کے دشمنوں کیطرف سے اسکی یہ وکالت نہ اُسے زندگی میں مفید ہوئی اور نہ مرنے کے بعد۔ خداوند مسیح نے اپنے دائیں پہلو میں بٹھا کے ہرگز اُسے انگور کا شربت نہ پلایا ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے خداوند کے دشمنوں کا سا مداح رہا اور خاتم النبیین کے مقابلہ میں جس کے صدقہ میں مسیح روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہلائے اُس نے یہودیوں کو معصوم بنا دیا اور اپنی ساری کتاب میں ایک جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ یہودی قصوروار تھے۔

"ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا"

یہ تحقیق ہے کہ مغربی تعلیم ہے۔ یہ انصاف ہو۔ یہ نصرانیت ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

تیرھواں باب

واقعہ حدیبیہ

چھ سال کامل گزر گئے تھے کہ مسلمانوں نے نہ اپنے وطن کو دیکھا تھا اور نہ کعبہ کا حج کیا تھا۔ وہ سخت بے چین تھے اور بالخصوص مہاجرین کا تو یہ دل چاہتا تھا کہ ہم اس شہر میں جائیں جہاں پیدا ہوئے اور جہاں سے ہمارے دشمنوں نے ہمیں نکال دیا۔ بخاری[۱] نے واقعہ حدیبیہ بیعت وغیرہ کی نسبت متعدد روایتیں لکھی ہیں۔ ان روایتوں سے بہت سے مسائل اور بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بالترتیب واقعات کا سلسلہ اسطرح پر ہے کہ حضور انور نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور آپنے کعبہ کا طواف کیا۔ قربانی کی اور حج کی کل رسمیں ادا کیں۔ آپنے یہ خواب اپنے اصحاب سے بیان کیا۔ سب نے یہی تعبیر دی کہ ہم حضور انور کے ہمرکاب صلح دامن کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے۔

---

[۱] جنگ حدیبیہ کا بیان۔ اور اللہ تعالےٰ کا یہ قول لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (حاضرین حدیبیہ کی فضیلت پر سند ہے)

زید ابن خالد کہتے ہیں ہم حدیبیہ کے سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے ایک رات ہمیں بارش نے گھیر لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا کر ہماری طرف پھرے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے ہم نے جواب دیا اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپنے ارشاد کیا اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے میرے بندے صبح کرتے ہیں اکثر مجھپر ایمان دار اور بہتا میرے منکر ہوتے ہیں یعنی جو کہتا ہے ہمپر اللہ کے فضل و احسان سے مینھ برسا وہ مجھپر ایماندار اور ستاروں کا منکر ہے اور جو کہتا ہے ہم پر فلاں ستارے کی تاثیر سے بارش ہوئی وہ ستاروں پر ایماندار اور میرا منکر ہے۔ قتادہ روایت کرتے ہیں انھیں انس نے خبر دی انس کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے کل ذیقعدہ میں ہوئے بجز اس عمرہ کے جو آپنے حج کے ساتھ کیا تھا ایک عمرہ حدیبیہ کا ذیقعدہ میں ہوا دوسرا عمرہ سال آئندہ اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے ذیقعدہ میں کیا جس میں آپنے حنین کی

اور حج کرینگے۔

چنانچہ ذی الحجہ بالکل قریب آگیا تھا جس میں آزادی سے باامن حج ہو سکتا تھا اور اسی وجہ سے کہ یہ مہینہ حج کا ہے، جدال وقتال کا بھی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ اس مہینہ میں جنگ عرب کے قوانین کے مطابق ناجائز اور ممنوع تھی۔ اور یہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر حضور انور اور آپ کے صحابہ حاجیوں کا لباس پہن کے مکہ میں داخل ہوں گے تو قریش اپنے قومی قانون کی وجہ سے تعرض نہیں کرسکنے کے۔ اسکے بعد یہ بھی خیال تھا کہ اگر قریش نے اپنے دینی اور قومی قانون کی پروا نہ کی اور مقابلہ کیا تو اسوقت کیا نتیجہ ہوگا۔ پہلے ہی سے ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ اگر مقابلہ ہو تو مسلمانوں ہی کی کامل فتح ہو۔ یہ ساری باتیں انسانی احتیاط اور دور اندیشی پر مبنی ہیں۔

ان ساری باتوں کا خیال کر کے مدینہ میں نا دلوادی گئی کہ عمرہ کے لئے لوگ جمع ہوں چند بدو جو مسلمان ہو گئے تھے اُنھوں نے حاضر ہونے میں تامل کیا اور حضور سے آکے یہ عرض

غنیمت تقسیم کی تھی اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ (ذی الحجہ میں) کیا۔

ابی قتادہ کہتے ہیں ہم سال حدیبیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سب نے احرام باندھ لیا اور میں نے احرام نہ باندھا تھا۔

براء کہتے ہیں تم فتح مکہ کو جانتے ہو اور ہم فتح بیعت رضوان کو جو حدیبیہ کے دن ہوئی جانتے ہیں۔ (جسکا قصہ یوں ہے) ہم چودہ سو آدمی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے اُسکا پانی ہم نے (اسقدر) کھینچا کہ اسمیں ایک قطرہ نہ چھوڑا جب یہ خبر آپکو معلوم ہوئی آپ وہاں آئے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر ایک برتن میں پانی منگایا پھر وضو کیا اور اس میں کلی کی اور دعا فرمائی اور وہ پانی اس کنوئیں میں ڈالدیا ہم تھوڑی دیر تک ٹھیرے (کہ اسمیں پانی اس قدر ہو گیا جس نے) ہمیں اور ہماری سواریوں کو سیراب کر دیا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں مجھے براء بن عازب نے خبر دی کہ ہم سب حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک ہزار چار سو یا کچھ زیادہ تھے وہ سب ایک کنوئیں پر ٹھیرے اور اُسکا پانی (خرچ کے واسطے)

کر دیا کہ ہمارے بال بچے اور گھر باہر جانے سے روکتا ہے ہم مجبور ہیں کہ تنہا مکان چھوڑ کے آپ کے ہمرکاب نہیں چل سکتے۔

ذیقعدہ کے مہینہ کے شروع ہوتے ہی (سنہ ۶ ہجری) مسلمانوں میں عمرہ کے لئے تیاری ہونے لگی حضور انور نے حاجیوں کا لباس زیب تن فرمایا۔

اسکے بعد آپکی سواری کے لئے قصویٰ نامی اُونٹنی لائی گئی۔ آپ اسپر سوار ہوئے اور آپنے فرمایا کہ نفس محمد خدا کے ہاتھ میں ہے مجھے اُمید ہے کہ قریش کوئی امر ایسا نہیں کرنے کے کہ حرم کی تعظیم میں کوئی نقص پیدا ہو آپکے ہمرکاب پندرہ سو آدمی تھے۔ آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں آپنے ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا اور یہاں آپنے حج کے ارکان ادا کئے پندرہ سو مسلمانوں کی لبیک لبیک کی آوازوں سے تمام صحرا اور پہاڑ گونج اُٹھے ستر اُونٹوں کی قربانی کی گئی جس میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جو میدان بدر میں گرفتار ہوا تھا۔ حضور انور نے بیس سواروں کا ایک دستہ بطور ہراول کے آگے بھیجدیا تاکہ وہ اِدہر اُدہر کی خبر رکھے مسلمانوں کے پاس سوائے تلوار کے

کھینچا (وہ کنواں سوکھ گیا) ہم سبنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ذکر کیا آپ تشریف لاکر کنوئیں کی من پر بیٹھ گئے پھر فرمایا میرے پاس ڈول لاؤ آپنے اُسمیں تھوکا اور کہا اُسے ایک گھڑی چھوڑ دو پھر ہم اپنے تئیں اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا اور روانہ ہوگئے۔

جابر فرماتے ہیں لوگوں پر حدیبیہ کے دن پیاس کا غلبہ ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پانی کا برتن تھا آپنے اُس سے وضو کیا لوگ آپ کے پاس آئے آپنے پوچھا تمھارا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس بجز اس پانی کے جو آپ کے برتن میں ہے وضو کرنے اور پینے کے واسطے پانی بالکل نہیں ہے۔ جابر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس برتن پر رکھدیا آپکی انگلیوں میں سے پانی چشمہ کی طرح جوش مارنے لگا۔ جابر کہتے ہیں ہم نے وضو کر لیا اور بخوبی پی لیا۔

(سالم شاگرد جابر کہتے ہیں) میں نے جابر سے پوچھا اُسدن تم کتنے آدمی تھے اُس نے جواب دیا اگر ہم لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

قتادہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا مجھے یہ حدیث پہونچی ہے جابر بن عبداللہ کہتے تھے وہ

جو مسافر اپنی حفاظت کے لئے رکھ سکتے تھے اور کوئی ہتھیار نہ تھا مگر بعض روایتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تیر اور کمانیں بھی تھیں اس وقت آپ کی ازواج مطہرات میں سے صرف اُمّ سلمہؓ آپکے ہمراہ تھیں حضور انور کے یہاں پہونچنے کی خبر مکہ میں پھیل گئی باوجودیکہ عرب کے قانون کے مطابق یہ مہینہ جنگ و جدال کا نہ تھا مگر تو بھی قریش گھبرا گئے اور جنگ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے اور اُنھوں نے آس پاس کے قبائل کو جمع کر کے اس راستہ پر قبضہ کر لیا جو مدینہ کی طرف جاتا تھا۔ اور کُل قوانین اور عربی قواعد کو بالائے طاق رکھ کے وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور سو سواروں کا ایک رسالہ خالد اور عکرمہ کی ماتحتی میں آگے بھیجا گیا حضور انور کو قریشوں کے اس ارادے کی خبر لگی کہ وہ آپکو راستہ نہیں دینے کے اور لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں حضور انور کو جنگ منظور نہیں تھی نہ آپ اس ارادے سے روانہ ہوئے تھے اخیر آپنے یہ مصلحت سوچی کہ دشوار گزار پہاڑیوں اور دروں میں ہو کے حدیبیہ روانہ ہوں چنانچہ آپ یہاں پہونچے تو آپ کی اُونٹنی ٹھیر گئی لوگوں نے کہا یہ تھک گئی ہو آپنے فرمایا نہیں تھکی نہیں ہے۔ قصویٰ کو اُسی ذات نے ٹھیرایا ہے جس نے ہاتھی کو واپس کر دیا تھا

لوگ چودہ سو تھے۔ سعید بن مسیب نے جواب دیا مجھ سے جابر نے بیان کیا وہ لوگ پندرہ سو تھے جنھوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ابو داؤد نے صلت راوی حدیث شیخ بخاری کی متابعت کی اور کہا ہم سے قرہ نے حدیث بیان کی وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن بشار نے بھی اسکی متابعت کی ہے۔

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں حدیبیہ کے دن ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زمین والوں (سب سے) بہتر ہو اور ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے۔ (اب) اگر مجھے دکھائی دیتا تو میں تمہیں درخت کی جگہ دکھا دیتا اعمش نے سفیان راوی حدیث کی متابعت کی ہے اعمش نے سالم سے سُنا اُس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی اُس نے عمرو بن مُرہ سے روایت کی وہ کہتا ہے مجھ سے عبد اللہ بن ابی اوفی نے حدیث بیان کی کہ اصحاب درخت کے (نیچے بیعت کرنے والے) تیرہ سو تھے۔ قبیلہ اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھا۔ عبید اللہ بن معاذ کی محمد بن بشار نے متابعت کی ہے۔ اور کہا ہم سے ابو داؤد نے حدیث بیان کی اُس نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ہے۔

آپنے یہ فرمایا واللہ اس روز قریش کی کوئی درخواست جو وہ پاک مقام کی تحریم کے لئے کرینگے میری طرف سے اسکا انکار نہیں کیا جائے گا چنانچہ یہ فرما کے آپ اونٹنی سے اتر آئے حدیبیہ میں چند کنوئیں خشک پڑے ہوئے تھے اور ان میں ریت اٹ گئی تھی مسلمانوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم پیاس کے مارے مرے جاتے ہیں اور کنوؤں میں ریت اٹی ہوئی ہے۔ آپنے یہ سنکے ایک تیر اپنی کمان سے نکال کے کنوئیں میں مارا فوراً کنوئیں میں سے ایک چشمہ ابل پڑا اور تمام مسلمان اس سے سیراب ہوگئے۔ قریشیوں نے جب سنا کہ آپ حدیبیہ تک پہنچ گئے ہیں تو وہ پیچھے ہٹ کے مکہ میں چلے گئے اور چاروں طرف سے اسکو خوب مضبوط کر لیا سب سے پہلے بدیل بن ورقا خزاعی اپنے قبیلہ کا ایک گروہ ساتھ لیکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنے عرض کیا کہ قریش بہت جوش میں بھرے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ جبتک جان میں جان باقی ہے ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہیں آنے دینگے حضور نے ارشاد کیا کہ ہم جنگ کے

قیس سے روایت ہے اسنے مرداس اسلمی سے جو اصحاب شجرہ سے تھے سنا وہ کہتے تھے۔ نکوکار لوگ آگے پیچھے اٹھائے جاوینگے اور ردی لوگ مثل ردی کھجور اور ردی جو کے بچ رہینگے۔ اور اللہ ان کا کچھ اعتبار نہ کرے گا۔

عروہ مسروان اور مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تقریباً تیرہ چودہ سو صحابیوں کے ساتھ نکلے جب ذی الحلیفہ میں پہونچے تو جانور قربانی کو قلادہ ڈالا اور اسے اشعار کیا (یعنی سیدھی طرف کو نیزہ سے زخمی کر دیا) تاکہ علامت قربانی کے جانور کی ہو جائے اور وہیں سے احرام باندھ لیا۔ (علی بن عبداللہ شیخ بخاری کہتے ہیں) میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے سفیان سے یہ حدیث سنی ہے مگر یہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زہری سے اشعار و قلادہ ڈالنے کی جگہ سنی ہے ساری حدیث (مجھے یاد نہیں)

کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں دیکھا کہ اسکی سر کی جوئیں اس کے منہ پر گر رہی تھیں آپنے فرمایا کیا تجھے تیری جوئیں ستاتی ہیں کعب نے عرض کیا ہاں۔ آپنے ارشاد کیا کہ سر منڈا ڈال حالانکہ کعب حدیبیہ میں تھا اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ سب یہیں حلال ہو جاوینگے۔ اور آپ مکہ جانے کی امید پر تھے۔ اسوقت اللہ نے فدیہ کا حکم (بھیجدیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لیے نہیں آیا ہوں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے سوائے حج کرنے کے اور یہ میں کہہ دیتا ہوں کہ اگر مجھے حج سے روکا گیا تو میں قطعی لڑوں گا۔ بذیل نے کہا کہ آپ اطمینان رکھیں میں یہ باتیں آپ کی قریش سے جاکے کہہ دیتا ہوں چنانچہ وہ قریشوں میں گیا اور اس نے کہا کہ اگر تم اطمینان سے میری باتیں سنو جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھسے کہا ہے وہ میں تم سے کہدوں بہت سے قریش تو ایسے جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے کہا ہم تیری بات نہیں سُننا چاہتے مگر جو عقلمند لوگ تھے انہوں نے کہا نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام ضرور سُننا چاہیئے۔ بذیل نے پیغام دیکے اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف زیارت کرنے کے لئے مکہ میں آتے ہیں اور تم لوگ اُن سے قتال کرنے میں جلدی کرتے ہو اس کہنے سے قریش یہ سمجھے کہ بذیل نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ معاملہ کر لیا ہے اور یہ ہمیں فریب دینا چاہتے ہیں۔

فرمایا تھا چھ مسکینوں کو بارہ سیر کھانا دے یا ایک بکری قربان کرے یا تین روزے رکھے۔

اسلم کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ بازار کیطرف نکلا راستہ میں حضرت عمر کو ایک جوان عورت ملی اور اُسنے کہا اے امیر المومنین میرا خاوند مر گیا اور ننھے ننھے بچے چھوڑ گیا ہے بخدا ان کے پاس اتنا نہیں ہے کہ وہ پائے پکالیں اور نہ اُن کے پاس کھیتی ہے اور نہ دودھ والے جانور ہیں اور مجھے ڈر ہے کہیں اُنھیں بجو نہ کھا جائے۔ اور میں خفاف بن ایما غفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ حضرت عمر ٹھیر گئے اور آگے نہ بڑھے پھر بولے کیا خوب تو تو قریش کی قرابت دار نکلی۔ پھر حضرت عمر نے ایک قوی اُونٹ کو جو گھر میں بندھا ہوا تھا دو بوجھ کہانے کے لادے دیئے اور اُن میں درہم اور کپڑے بھی رکھ دیئے اور اس اُونٹ کی نکیل اسکے ہاتھ میں دیکر کہا اسے لیجا یہ ہرگز کم نہ ہوگا پھر اللہ تمہیں اس سے بہتر اور دیگا کسی نے کہا اے امیر المومنین آپنے اس عورت کو بہت دیدیا آپنے جواب دیا تیری ماں تجھے روئے بخدا میں نے اسکے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے وہ ایک قلعہ کو زمانہ دراز تک گھیرے رہے اور اُسے فتح کر ہی کے چھوڑا۔ صبح کو ہم اُن دونوں کے حصہ اپنے درمیان تقسیم کر لیتے (یعنی وہ قلعہ اُن دونوں نے فتح کیا تھا جسکی غنیمت کل مسلمانوں کو ملی گویا ہم نے اُن کے حصہ میں سے بٹا لیا)۔

اسی اثناء میں عروہ بن مسعود ثقفی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے قریشو کیا تم بمنزلہ میرے باپ کے اور میں بمنزلہ فرزند کے نہیں ہوں۔ قریشوں نے کہا کیوں نہیں ہم تجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اسپر عروہ نے پھر یہ کہا کہ تم مجھپر تو خیانت اور فریب کا خیال نہیں کر سکتے۔ قریشوں نے انکار کیا کہ نہیں تجھے ہم خائن نہیں سمجھنے کے۔ عروہ نے یہ سُنکے پہلے اُن حقوق کا تذکرہ کیا جو قریشوں کے اسکے تھے پھر یہ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو باتیں تمھارے آگے پیش کی ہیں وہ نہایت مستحسن ہیں اب اگر تمہاری مرضی ہو تو میں معاملہ کرنے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عندیہ دریافت کرنے جاؤں۔ قریشوں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ عروہ سیدھا حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خاتم النبیین نے جو باتیں کہ بدیل سے فرائی تھیں وہی عروہ سے لفظ بلفظ کہدیں۔ عروہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قریشوں کا قلع و قمع کر دیں گے تو آپ کو کیا ملیگا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ آپ کی قوم ہیں۔ اور اگر آپ ان سے مغلوب ہو گئے تو آپ کی حالت کیسی خطرناک ہو جائیگی اس وقت جیسا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھی سامان حرب سے آراستہ نہیں ہیں۔ اگر فرض کیجئے کہ جنگ ہوئی تو یہ نہتے کیا کرینگے اور کیونکر لڑ سکیں گے سوا اس کے کہ سب منتشر ہو جائیں اور آپ تنہا رہجائیں۔ یہ سُنکے حضرت صدیق اکبرؓ کو بہت غصہ آیا۔ آپنے سختی سے عروہ کو للکارا کہ کیا بک رہا ہے۔ عروہ نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ جواب دیا گیا ابوبکر صدیق۔ اس پر عروہ نے کہا کہ اگر تیرا حق میرے ذمہ نہوتا تو میں تیری اس سخت کلامی کا پورا جواب دیتا۔

عروہ حضور انور کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہاتھ لمبا کر کرکے حضور سے باتیں کر رہا تھا اور اثنار گفتگو میں بعض اوقات اُسکا ہاتھ آپکی ریش مبارک سے مس کر جایا کرتا تھا مغیرہ بن شعبہ آپکے پہلو میں ایستادہ تھے اُنھوں نے جب اس بدتہذیبی کی طرز گفتگو کو دیکھا تو للکار کے کہا عروہ ہوش میں آ۔ اور حضور انور کے ادب کا خیال رکھ ورنہ گردن اُڑا دیجائے گی۔ عروہ نے بھوچکا ہو کے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے۔ بتایا گیا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا تو بھی عجیب آدمی ہے۔ میں تو صلح و امن کی باتیں کر رہا ہوں اور تیری

طرف سے یہ سختی ہے۔
اس کے بعد عروہ قریشیوں میں چلا آیا۔ اس نے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ میں شاہان زماں کی مجلسوں میں جاچکا ہوں۔ کسریٰ۔ قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں مگر جو آداب کہ مجلس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میں نے دیکھے کسی شاہ کے دربار میں نہیں نظر پڑے۔ اتنا اکرام تو کسی بادشاہ کا ہوتا ہوا میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب اُن کے آگے باتیں کرتے ہیں تو اس طرح پست آواز سے کہ میں دیکھ کے حیران ہو گیا میں نے ایسی قوم دیکھی جس میں زندگی کی نئی روح پھکی ہوئی ہے۔ اس میں اپنے اعزاز کے آگے جان کا خوف مطلق نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ جو پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں دیا ہے میرے خیال میں تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ تمہیں اس موقع پر دور اندیشی سے کام لینا چاہئے سبادا تمھیں جلد کاری کی وجہ سے تکلیف اُٹھانی پڑے۔ عام طور پر یہ مشہور ہو رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تعظیم کعبہ کے لئے آتے ہیں اور تم انھیں روکتے ہو یہ تمہاری سخت بدنامی کا باعث ہو گا۔
عروہ کی یہ گفتگو نہایت اضطراب۔ جوش اور حیرت سے قریشیوں نے سُنی جب عروہ خاموش ہوا تو قریشیوں نے غل مچا کے کہا نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہونے کا ہم اس سال تو کبھی اُسے حج کی اجازت نہیں دینے کے ہاں آیندہ سال دیکھا جائیگا۔ اس گفت و شنید سے کچھ معاملہ طے نہیں ہوا۔ اسی عرصہ میں حلیس نامی شخص قریشیوں سے اجازت لیکے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے حضور انور اور آپ کے اصحاب کی یہ حالت دیکھی تو بیساختہ اس کی زبان سے یہ نکلا یقیناً یہ لوگ تو اہل زیارت ہیں نہ کہ اہل قتال۔ بڑے غضب کی بات ہے کہ اگر ایسے صلح پسند گروہ کو طواف کعبہ سے کوئی روکے۔ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوتے سے پہلے ہی وہ مسلمانوں کے کیمپ کی سیر کر کے سیدھا قریشیوں میں واپس آیا۔ اور کہا میں نے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھی طرح دیکھ لیا کہ وہ جنگ کیلئے ہرگز نہیں آئے ہیں صرف زیارت کعبہ چاہتے ہیں تعجب ہے کہ تم انہیں روکتے ہو۔ قریشیوں نے کہا چُپ رہ تو ایک اعرابی ہے تو کیا جانے کہ امور ملک کیا ہوتے ہیں اور مصلحت کس شے کی

مقتضائے ہی۔ جلیس کو قریش کی اس بات سے سخت غصہ آیا اس نے کہا اگر تم زیارت کعبہ سے محمدؐ اور اُن کے اصحاب کو روکا تو میں معہ اپنی تمام قوم جلیسی کے تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریشوں نے کہا ہمیں اسکی کچھ پروا نہیں ہے تو کل کا علیحدہ ہوتا آج ہو جا۔ چنانچہ جلیس آزردہ خاطر وہاں سے اُٹھ کے چلا آیا۔

حضور انور نے حجت پوری کرنے کے لئے خراش بن امیہ خزاعی کو ثعلب نامی اونٹ پر سوار کر کے بطور پیغامبر قریشوں کے پاس بھیجا۔ جب خراش وہاں پہونچا تو قریشوں نے اُسے پکڑ لیا اور چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں کہ جلیس معہ اپنے قبیلہ کے پہونچ گیا اور اس نے بڑی مشکل سے اُسے بچا کے حضور انور کے کیمپ میں پہنچا دیا۔

اب مشورہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان غنی کو بطور سفیر کے روانہ کیا جائے کیونکہ قریشوں میں ایک تو آپ کی عزت بہت ہے دوسرے آپکے رشتہ دار وہاں زیادہ ہیں۔ قریشوں کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونے کی۔ خراش کے بھیجنے سے یہ تجربہ ہو گیا تھا کہ جو قاصد بھیجا جائیگا وہ یقیناً قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی مکہ روانہ ہوئے اور مشرکوں کی منزل بلدح میں پہونچ کے پورا پیغام حضور انور کا مشرکوں اور اُن کے سرداروں کے آگے بیان کر دیا۔ قریشوں نے جواب دیا ہم مسلمانوں کا یہاں آنا اور اُنھیں زیارت کعبہ کی اجازت دینا منظور نہیں کرتے۔ پھر حضرت عثمان مکہ میں آئے اور دیگر قریشوں سے باصرار ساری باتیں بیان کیں کہ صرف زیارت کعبہ کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں منظور نہیں ہے ہاں اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو تم طواف کعبہ کر لو۔ حضرت عثمان نے کہا طواف کعبہ تو میں حضور انور ہی کے ساتھ کروں گا بھلا تنہا کیا کروں۔ اسی اثنار میں حضرت عثمان کے بعد اور دس مہاجر اسلامی کیمپ سے مکہ روانہ ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں

جابر۔ عبد اللہ بن سہیل۔ عیاش بن ربیعہ۔ ہشام بن عبد العاص۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حاطب بن عمرو۔ عمیر بن وہب الجمی۔ عبد اللہ بن ابی خزاعہ۔ عبد اللہ بن امیہ۔ حضرت عثمان کو جب مکہ میں اُمید سے زیادہ دن لگے تو حضور انور کو یہ خیال ہوا کہ قریشوں نے اسلام کو معہ دس مہاجرین کے قتل کر ڈالا۔ یہ خیال حدیبیہ میں عام طور پر پھیل گیا۔ وجوہات اور اسباب کچھ ایسے تھے

کہ یہ امر بعید نہ معلوم ہوتا تھا۔

غرض جب یہ یقین ہو گیا کہ عثمان غنی مع ساتھیوں کے قتل کر ڈالے گئے تو حضور انور ایک درخت کے تنے سے پشت مبارک لگا کے بیٹھ گئے تا کہ مسلمانوں سے اس امر کی بیعت لیں کہ عثمان کے خون کا انتقام لیا جائے۔ قرآن مجید میں بھی اس واقعہ اور درخت کا اشارہ آیا ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ"۔

چنانچہ کل مسلمانوں نے بخوشی خاطر بڑے جوش سے بیعت کی۔ اس درخت والی بیعت کو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ بخاری[۱] نے بیعت رضوان کے متعلق متعدد روایتیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت فقط موت پر ہوئی تھی۔ جب قریشیوں نے یہ سنا کہ مسلمانوں کو عثمان کے متعلق غلط فہمی ہو گئی ہے اور انہوں نے رسول اللہ کے دست مبارک پر موت کے لئے بیعت کی ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے فوراً عثمان اور ان کے ساتھیوں کو اسلامی کیمپ میں روانہ کر دیا۔

---

[۱] سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اسنے کہا میں نے درخت کو (جسکے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی) دیکھا پھر میں وہاں دوبارہ آیا تو اُسے نہ پہچان سکا محمود (ابن غیلان شیخ بخاری) کہتے ہیں (مسیب نے یہ کہا) پھر میں وہ درخت بھلا دیا گیا۔

طارق بن عبدالرحمن کہتے ہیں میں حج کے واسطے نکلا اور ایک قوم پر جو نماز پڑھ رہی تھی میرا گزر ہوا میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ وہ درخت ہے جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی پھر میں سعید بن مسیب کے پاس آیا اور اس سے یہ خبر بیان کی سعید نے جواب دیا مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی کہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں تھا میرا باپ کہنے لگے جب ہم آیندہ سال گئے تو وہ درخت ہم بھلا دیئے گئے اور ہمیں معلوم نہ ہوا۔ سعید (بطریق اعتراض) کہتے تھے اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اُسے جانتے نہ تھے اور تم نے اُسے پہچان لیا تو (شاید) تم اُن سے زیادہ جاننے والے ہو۔

سعید بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے تھے

حضرت عثمان کے زندہ رہنے کی خبر جب رسول اللہ تک پہونچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپنے فرمایا کہ بیعت رضوان کے شرف سے میں عثمان کو محروم نہیں کرنا چاہتا چنانچہ آپنے اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر آپنے اپنا بایاں ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے اور پھر بیعت کی صورت قایم کی۔

اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہوگی کہ رسول خدا نے حضرت عثمان کو اپنا دہنا ہاتھ تصوّر کیا اور جوش محبت سے بیعت رضوان کا شرف آپکو بخشا زہے نصیب اس شخص کے جسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں اسکے قتل کی خبر سے کئی ہزار صحابہ سے موت پر بیعت لیں اور جنگ کرنے کو تیار ہو جائیں اور جب زندگی کی خبر سنیں تو بیعت رضوان کا شرف بخشنے کے علاوہ اسے اپنا دہنا ہاتھ فرمائیں۔

اس جوش اتحاد اور باہمی محبت و موانست کی خبر جب قریشوں کو پہونچی تو اُنپر مسلمانوں کے اتفاق کا ایک رعب چھا گیا۔ اُنھوں نے فوراً سہیل بن عمرو حویطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص کو بطور

(وہ کہتے تھے) ہم اسطرف سال آیندہ گئے تو وہ درخت ہمپر مشتبہ ہو گیا۔

طارق روایت کرتے ہیں میں نے سعید بن مسیب سے درخت کا ذکر کیا اُنھوں نے ہنسکر کہا میرے باپ نے جو بیعت رضوان میں حاضر تھے مجھے (مثل پہلی حدیث کے) خبر دی ہے۔

عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے سنا جو اصحاب شجرہ سے تھے اُنھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی جب آپ کے پاس کوئی قوم صدقہ لاتی تھی آپ (بطور دعا) فرماتے تھے یا اللہ تو ان پر رحم کر میرا باپ بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لایا آپنے فرمایا اے اللہ ابی اوفی کی اولاد پر رحم فرما۔

عباد بن فرماتے ہیں جب جنگ حرہ کا دن ہوا لوگ عبد اللہ بن حنظلہ سے بیعت کر رہے تھے ابن زید نے پوچھا ابن حنظلہ لوگوں سے کس چیز پر بیعت لے رہا ہے کسی نے کہا موت پر (بیعت لے رہا ہے) ابن زید بولے اسپر تو میں آنحضرت کے بعد کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ ابن زید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں موجود تھا۔

ایاس بن سلمہ بن اکوع کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی جو کہ اصحاب شجرہ سے تھے۔ اس نے

سفارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ قریشی سفارت اسلامی کیمپ میں پہونچی۔ اطلاع ہونے پر باریابی کی اجازت ہوئی۔ سفارت کے ممبر دربار نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت ہونے پر سہیل نے یہ عرض کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور شرطیہ کرتے ہیں کہ اس سال آپ یہاں سے واپس چلے جائیں اور آیندہ سال بقصد عمرہ اگر آپ آئیں تو یہاں قیام کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے رحضورت نے قریشیوں کی یہ درخواست منظور کی اور فرمایا کہ یہ عہد ہونا چاہئے کہ دس برس تک مسلمانوں اور قریش مشرکوں میں قتل وغارت بالکل بند رہے ہاں اگر باقاعدہ جنگ ہو تو محاربہ اور مقاتلہ کا مضایقہ نہیں۔ مسلمان اور مشرک قریش آزادی ایک دوسرے کے شہروں میں آئیں جائیں۔ اور مال وجان دونوں کا محفوظ رہے اور ایک دوسرے سے متعرض نہو۔ اب چونکہ مسلمان واپس جاتے ہیں اگر سال آیندہ عمرہ گزارنے کے لئے مسلمان مکہ میں آئیں تو اُن کے ہتیار غلاف میں رہیں گے وہ تین روز سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھیر سکیں گے۔ انھیں کسی قسم کی کوئی ایذا نہ دیجائے اور نہ وہ کسی کو ستائیں گے۔ اخیر شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مسلمانی سے

کہا ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھکر جب واپس آتے تھے تو دیواروں کے سایہ میں ہم نہیں جا سکتے تھے۔
یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے سلمہ بن اکوع سے پوچھا تم نے حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر پر بیعت کی تھی اُسنے جواب دیا موت پر۔
علاء بن سیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے براء بن عازب سے ملکر کہا تم کو مبارک ہو کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ اور آنحضرت سے درخت کے نیچے بیعت کی (از راہ عجز وانکساری) اُنھوں نے جواب دیا اے بھتیجے تجھے نہیں معلوم ہمنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا خرابیاں کی ہیں۔
ابی قلابہ سے روایت ہے اُسے ثابت بن ضحاک نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔
انس بن مالک سے روایت ہے کہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً (میں فتح سے مراد صلح) حدیبیہ ہے۔ آپکے صحابیوں نے کہا آپکے واسطے تو آسانی اور خوشی ہے ہمارے واسطے کیا ہے۔ اسوقت اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ "لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات"۔ یعنی تاکہ اللہ مومن مرد اور عورتوں کو جنتوں میں داخل کرے۔ انتہی

انحراف کرے یعنی مرتد ہو جائے تو ہم اُسے قریشوں کو دیدینگے اور مشرکوں میں سے اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو قریشوں کو اسکے روکنے نہ روکنے کا اختیار ہے۔ اصحاب کو اس آخری شرط پر تعجب ہوا آخیر حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا رسول اللہ آپ اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ آپنے ارشاد کیا ہاں کیوں نہیں اور پھر آپ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جو شخص اس جماعت سے ہمارے پاس آئے ہم اُسے واپس لوٹا دینگے خداوند تعالیٰ اسکی مخلصی کی سبیل نکال دیگا اور جو شخص ہم سے عرض کر کے اہل شرک کے پاس جائے گا ہمیں اس سے کیا غرض رہیگی وہ جانے اور اُسکا کام ابن عمارہ نے حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

شعبہ راوی کہتے ہیں جب میں کوفہ میں آیا اور میں نے یہ ساری حدیث قتادہ سے بیان کی پھر میں قتادہ کے پاس واپس آیا اور اُن سے یہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا انا فتحنا کی تفسیر تو انس سے روایت ہے اور ھنیئا مریئا عکرمہ سے مروی ہے۔

مجزرہ بن زاہر اسلمی اپنے باپ سے جو بیعت شجرہ میں حاضر تھے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ میں ہانڈیوں کے نیچے جن میں گدھوں کے گوشت تھے آگ جلا رہا تھا۔ یکایک منادی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا کہ رسول خدا تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں اور مجزا ایک صحابی سے جو اصحاب شجرہ سے تھا روایت کرتے ہیں اور اس کا نام اُہبان بن اوس تھا۔ اُسکے گھٹنے میں داد تھا جب سجدہ کرتا اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتا تھا۔

سوید بن نعمان جو اصحاب شجرہ سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے یار ستو پیتے تھے (اور اسپر گزران کرتے تھے) ابن عدی کی وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں) معاذ نے متابعت کی ہے۔ ابی حجرہ کہتے ہیں میں نے عائذ بن عمرو سے جو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب شجرہ سے تھے پوچھا کیا وتر دو بار پڑھے جاویں کہا جب تو اول شب وتر پڑھ چکے تو اخیر شب نہ پڑھ۔

(بخاری کہتے ہیں) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی سفیان نے کہا میں نے زہری سے سنا جبکہ وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے (مگر زہری سے) میں نے

بجہہ ۔ برسے یاد کی اور معمر نے مجھے : حدیث (پوری) یاد کرادی وہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتا ہے اور

صلح کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ حضور صدر کی جگہ مجلس صلح میں تشریف رکھتے تھے۔ عباد بن بشیر اور مسلمہ بن اسلم ہتیار بند حضور انور کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور سہیل بن عمرو حضور کے آگے دو زانو ادب سے بیٹھا ہوا تھا۔ باتیں کرنے میں کبھی تو اُسکی آواز بلند ہو جاتی تھی اور کبھی پست۔ آواز کے بلند ہونے پر عبادہ اور مسلمہ نے اُسے دہتکارا کہ ادب کو نگاہ رکھہ تو نہیں جانتا کہ کس کے حضور حاضر ہے اور ایسی غل مچا کے باتیں کر رہا ہے۔ یہ خلاف ادب ہے سامنے صف بستہ مسلمان کھڑے ہوئے تھے گردنیں نیچی تھیں اور ادب سے سر نہ اُٹھا سکتے تھے۔

وہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم (دونوں) سے روایت کرتا ہے ان کا ایک دوسرے سے زیادہ بیان کرتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حدیبیہ کے سال آنحضرت کئی سو اوپر دس سو صحابیوں کے ساتھ جب ذی الحلیفہ میں پہونچے جانور قربانی کے گلے میں قلاوہ ڈالا اور اُسے (نیزہ مار کر) نشاندار کر دیا اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ اور بنی خزاعہ کے ایک جاسوس کو روانہ کیا اور آپ آگے بڑھتے رہے جبکہ آپ موضع غدیر الاشطاط میں پہونچے جاسوس نے آپکے پاس آکر کہا قریش آپ (سے لڑنے) کے واسطے جماعتیں کی جماعتیں اکٹھی کر رہے ہیں اور اُنہوں نے آپکے واسطے قوم احابیش کو جمع کیا ہے وہ سب آپسے لڑینگے اور آپکو بیت اللہ سے روکیں گے اور وہاں تک جانے نہیں دینگے آپنے پوچھا اے لوگوں مجھے مشورہ دو (کہ کیا کرنا چاہئے) کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ میں کافروں کی اہل وعیال کو جاکر غارت کر دوں جو کہ ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ ہمارا مقابلہ کرینگے تو اللہ بڑا بزرگ و غالب ہے جس نے جاسوس کو مشرکین کی شر سے بچا لیا۔ اور اگر وہ ہمارا مقابلہ نہ کر سکے تو ہم اُنھیں لوٹے ہوئے اور بھاگے ہوؤں کی طرح چھوڑ دینگے حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو صرف بیت اللہ کا قصد کر کے آئے ہیں ہم کسی کا مارنا یا لوٹنا نہیں چاہتے آپ چلئے تو سہی اگر کوئی ہمیں روکیگا تو اُس سے لڑینگے۔ آپنے فرمایا اللہ کے نام پر چلو (تو سہی جو ہونا ہوگا سو ہو رہیگا)۔

عُروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں میں نے مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ سے سنا وہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ حدیبیہ کی ایک خبر بیان کرتے تھے (راوی شاگرد عروہ کہتے ہیں) عروہ نے جو مجھ سے بیان کیا اُسی میں یہ بات بھی تھی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے

معاہدہ کی ایک کڑی شرط
اور اسپر عملدرآمد

ابوجندل بن سہیل بن عمرو ایک عرصہ ہوا مکہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ اس جرم میں اس کے باپ نے ابوجندل کو قید کر دیا۔ اور موٹی موٹی بیڑیاں اسکے پیروں میں ڈال کے اس پر سختیاں کرنی شروع کیں۔ وہ ایک عرصہ تک سختیاں سہتا رہا مگر جب اُسنے سُنا کہ حضور انور مکہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں اسمیں جرأت پیدا ہوگئی اور وہ اپنی بیڑیاں توڑ کے بھاگو بھاگ سلامی

حدیبیہ کے دن) معاہدہ صلح مدت معینہ کا تحریر کیا سہیل بن عمرو کی شرطوں میں سے یہی تھا کہ جو کوئی ہم میں سے تمہارے پاس آوے اگرچہ وہ تمہارے دین (اسلام) پر ہو اُسکو ہماری طرف لوٹا دینا۔ اور ہمارے اور اُسکے درمیان آڑ نہ بننا سہیل صلح کرنے میں اس شرط پر اڑ گیا اور مسلمانوں نے اُسے نامنظور کیا۔ اور انھیں یہ شرط شاق گذری اور اُس میں باہم گفتگو کرنے لگے جب سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح کرنے سے انکار کیا آپنے اُسے یہ شرط لکھدی۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل بن سہیل کو اُسی دن اُسکے باپ سہیل بن عمرو کو دیدیا اور اس عرصہ میں جو آدمی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپنے اُسے لوٹا دیا اگرچہ وہ مسلمان ہوتا۔

مسلمان عورتیں بھی ہجرت کرکے آنے لگیں۔ اُم کلثوم دختر عقبہ بن ابی معیط بھی ان ہی میں سے تھی جو عورتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ہجرت کرکے) آئی تھیں۔ وہ جوان تھیں۔ اُنکے متعلقین نے آکے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اُسے ہماری طرف واپس پھیر دیں اُسوقت اللہ تعالےٰ نے مسلمان عورتوں کے حق میں حکم بھیجا جو (اُسی کیطرف سے) اُتارا گیا ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو عورتیں ہجرت کرکے آتی تھیں آپ بموجب اس آیت کے انکی آزمایش کرلیتے تھے (یاایہا النبی اذا جاءک المومنات "(ابن شہاب راوی حدیث) اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہونچی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو ارشاد کیا کہ مشرکوں نے

کیمپ میں چلا آیا۔ اسکے پیچھے سہیل بن عمرو لگا ہوا تھا وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ معاہدہ کی پہلی شرط کے مطابق آپ ابو جندل کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ بیشک معاہدہ تو یہی ہوا ہے گو وہ ابھی تحریر میں نہیں آیا تو بھی میں ابھی سے اس پر کار بند ہونے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں میں تم سے ایک کو مستثنےٰ کرنے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک جو کچھ تم مانگو اس کے معاوضہ میں دینے کو موجود ہوں۔ مگر سہیل اصرار کئے چلا گیا کہ نہیں یہ تو ہونا ہی نہیں آپکو ابو جندل حوالہ کرنا پڑیگا۔ آپنے ہر چند سہیل کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا اور اپنے اصرار پر قایم رہا حضور نے ارشاد کیا اچھا اگر تو نہیں مانتا تو یہ وعدہ کر کہ آیندہ ابو جندل پر مظالم نہ توڑے جائینگے۔ اور کسی

جو کچھ اپنی اُن بی بیوں پر جو ہجرت کر کے چلی آئی ہیں خرچ کیا ہو وہ کفار کو پھیر دیا جائے اور ہمیں ابو بصیر کی خبر پہنچی ہے۔ (آگے) راوی حدیث نے اس حدیث کو پورا بیان کیا۔

نافع روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ عمرہ کے ارادے سے فتنہ (کے وقت) میں نکلے اور کہا اگر میں بیت اللہ سے روک دیا گیا تو ہم وہی امر کرینگے جو ہم نے رسول اللہ کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ احرام عمرہ کا باندھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ میں عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ انھوں نے (عمرہ کا) احرام باندھا اور کہا اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی آڑ ہوا تو میں وہی کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا جبکہ کفار قریش آپکے درمیان آڑ بن گئے تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

نافع سے روایت ہے اُسے عبید اللہ اور سالم بن عبد اللہ دونوں نے یہ خبر دی کہ ہم دونوں نے عبد اللہ سے گفتگو کی (پھر بخاری دوسری سند سے بیان کرتے ہیں) نافع سے روایت ہے عبد اللہ سے اُن کے کسی بچے نے کہا کاش کہ تم امسال بیٹھے رہو۔ (اور حج کو نہ جاؤ) کیونکہ مجھے اس بات کا کھٹکا ہے کہ تم بیت اللہ تک نہ پہونچ سکو گے۔ عبد اللہ نے جواب دیا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تھے کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے آپنے اپنی قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اور سر منڈالیا اور آپکے یاروں نے بال کتروائے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ میں نے عمرہ کی نیت کی ہے اگر بیت اللہ کے اور میرے درمیان کوئی خلل انداز نہ ہوا تو طواف کر لوں گا اور اگر کوئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان آڑ بنگیا تو میں

قسم کی تکلیف اُسے نہ دیجائے گی سہیل نے کہا ہاں یہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ مکرز بن حفص نے
اس بات کی ضمانت دی۔ جب ابو جندل کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے پھر دشمنوں ہی کے سپرد کیا جائیگا
تو وہ غل مچا کے کہنے لگا۔ اے مسلمانوں تم مجھے مشرکوں کے حوالہ کرتے ہو۔ جبکہ میں مسلمان ہو کے
تمہاری پناہ میں آیا ہوں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ مشرک کس قدر جور و ظلم مجھپر کر چکے ہیں حضور نے
یہ سُن کے جواب دیا کہ اے ابو جندل صبر کر اور دل خوش رکھ۔ خدائے عزوعلا کی طرف سے
ثواب کا طالب ہو اور تو اس بات کا بھروسہ رکھ کہ تو اور کل مسلمان جو اسوقت مکہ میں ہیں
عنقریب شادمانی حاصل کرینگے۔ خدا کی رحمت کے دروازے اُنپر کھولے جائیں گے۔ اسوقت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی موافقت کرونگا۔ پھر تھوڑی دور چلکر کہا میں عمرہ اور حج دونوں کا
حال یکساں دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ ہی حج کی نیت بھی کر لی پھر
ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی اور دونوں سے اکٹھے حلال ہو گئے۔
نافع کہتے ہیں کہ لوگ بیان کرتے ہیں ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ اس طرح نہیں ہے
ہاں حضرت عمر نے عبد اللہ کو اپنا گھوڑا لانے کے واسطے جو ایک مرد انصاری کے پاس تھا بھیجا تاکہ اُسپر
سوار ہو کے لڑیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے حضرت
عمر کو یہ معلوم نہ تھا۔ عبد اللہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی پھر گھوڑا لیکر حضرت عمر کے
پاس آئے۔ حضرت عمر لڑنے کے واسطے ہتیار پہن رہے تھے عبد اللہ نے اُن سے بیان کیا کہ لوگ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔ نافع کہتے ہیں حضرت عمر نکلے اور عبد اللہ بھی
اُن کے ساتھ چلے۔ اور حضرت عمر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی یہ قصہ ہے جو لوگ
کہتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے ہشام بن عمار کہتا ہے ہم سے ولید بن مسلم نے
حدیث بیان کی اس نے کہا ہم سے عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی اُسنے کہا ہمیں نافع نے خبر دی
کہ ابن عمر روایت کرتے ہیں جو لوگ حدیبیہ کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے درختوں کی
سایہ میں پھیل گئے یکایک میں کیا دیکھتا ہوں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنکھیں لگائے
ہوئے ہیں حضرت عمر نے کہا اے عبد اللہ دیکھ تو سہی لوگوں کا کیا حال ہے کہ رسول اللہ کی طرف

اس جماعت سے ہمارا یہی عہد ہو چکا ہے ہمارا طریقہ نہیں ہے کہ ہم اس کی مخالفت یعنے عہد شکنی کریں۔

اس کے بعد عہد نامہ کی ترتیب اور تحریر کا وقت آیا۔ حضور انور نے عہد نامہ لکھنے کے لیئے اُوس بن خولی انصاری کو طلب کیا۔ پھر یہ مشورہ ہوا کہ اس عہد نامہ کو حضرت علی یا حضرت عثمان تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت علی کو حکم دیا گیا کہ تم تحریر کرو۔ آپ نے تحریر کرنا شروع کیا حضور نے حکم دیا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ یہ کون ذات ہے بلکہ جسے ہم پہچانتے ہیں اُس کا نام لکھا جائے اور اس طرح تحریر ہو بسمک اللّٰہم اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ ہم بغیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کوئی چیز تحریر نہیں کرنے نگر حضور انور نے جھگڑا ٹالنے کی غرض سے فرمایا کہ جو کچھ سہیل کہتا ہے علی وہی تم لکھدو چنانچہ اسکے کہنے کے مطابق عمل کیا گیا۔

اس کے بعد محمد رسول اللہ پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ محمد بن عبد اللہ کے سوا کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ اگر ہم رسول اللہ سمجھتے تو آپ کے مقابلہ میں کیوں ہتیار اُٹھاتے یہ بات حقیقت میں مسلمانوں کے لئے بہت دلشکن تھی۔ اسپر پھر بحث کا دروازہ کھُلا حضور کی صلح پسندی کی یہاں تک حد ہو چکی تھی۔ کہ آپ نے اس کو بھی گوارا کر لیا کہ عہد نامہ میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ اُڑا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ "رسول اللہ" کاٹ دو۔ حضرت علی نے انکار کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹوں گا۔ پھر آپ نے ارشاد کیا اور پھر یہی جواب ملا اخیر آپ نے خود وہ لفظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ اس اثنار میں سہیل نے بطور تمسخر حضرت علی سے کہا کہ رسول اللہ کیوں نہیں مٹا دیتے۔ یہ الفاظ حضرت علی کو سخت ناگوار گزرے اُنہوں نے اپنے غلاف سے تلوار نکال لی اور

ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں (ابن عمر نے جاکر) انھیں دیکھا کہ بیعت کر رہے ہیں اُنہوں نے ... بیعت کی پھر حضرت عمر کے پاس آئے (اور بیان کیا) حضرت عمر نے بھی جاکر بیعت کی۔

چاہتے تھے کہ اس ناپاک تمسخر کی پوری سزا سہیل کو دیں مگر حضور انور نے بیچ بچاؤ کر دیا اور حضرت علی کو اس خونی ارادے سے باز رکھا۔

غرض اس نکتہ چینی اور جوابات کے بعد عہد نامہ تحریر ہوا۔ اخیر میں علاوہ حضور انور کی مُہر کے سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق۔ پھر حضرت عمر فاروق۔ عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ ابو عبیدۃ الجراح۔ محمد بن مسلمہ اور ابو جندل بن سہیل نے اپنے اپنے دستخط کئے۔ ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے حسب ذیل اشخاص نے دستخط کئے۔ خویطب بن عبد العزیٰ۔ مکرز بن حفص وغیرہ

اس معاہدہ کی ایک نقل سہیل کو دیدی گئی اور اصل حضور انور کے پاس رہا۔ سہیل عہد نامہ کی نقل لیکے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔

چونکہ عہد نامہ کی رو سے حضور انور اور آپ کے ساتھ کل مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہوئے لہذا آپ نے ارکان حج اُسی مقام پر ادا کر دیئے حضور انور نے اپنا سر منڈوا ڈالا۔ قربانی کی مسلمانوں نے آپ کی تقلید کی مگر بعض نے سر منڈوانے کے بجائے صرف بال کتروا ڈالے اسکی اطلاع حضور انور کو ہوئی آپ نے اسپر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ بال کتروانے والوں اور سر منڈوانے والوں غرض دونوں پر رحمت بھیجی۔

یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی خوش آیند تھا۔ دس سال معاہدہ کی رو سے وہ مشرکین کے حملوں سے بے طرف ہو گئے تھے۔ ساتھ ہی انھیں آیندہ سال سے مکہ میں داخل ہونے اور حج کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس عہد نامہ کی شہرت پورے طور پر مسلمانوں میں ہو گئی اور کوئی مسلمان ایسا نہ تھا کہ جسے لفظ بلفظ عہد نامہ یاد نہ ہو اس عہد نامہ سے حقیقت میں مسلمانوں کو اتنی بڑی فتح حاصل ہوئی کہ اب تک نہ ہوئی تھی۔ اب مسلمان بالکل آزاد تھے۔ قریش جو آزاد ہونا چاہتے تھے بہت آزادی سے مسلمان ہو سکتے تھے کیونکہ مزاحمت کرنے والا نہ رہا تھا۔ خود حضرت صدیق اکبر کا قول ہے کہ کوئی فتح مثل صلح حدیبیہ کے اسلام میں نہیں ہوئی۔ حضرت صدیق فرماتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے بہ سبب تعجیل کے اس عہد نامہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور اسپر اعتراض کئے مگر خداوند تعالیٰ کے راز کو نہ پہچان سکے

آپ فرماتے ہیں" والدحجۃ الوداع کے دن میں نے اسی سہیل کو جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ا
رسول اللہ لکھنے کا اتنا بڑا مخالف تھا حضور انور کے موئے مبارک آنکھوں سے لگاتا ہا
تو میں نے یہ دیکھ کے کہا سہیل صلح حدیبیہ کا دن تجھے یاد ہے کہ تو رسول اللہ اور بسم اللہ
راضی نہ ہوتا تھا اور آج اسی اقدس واطہر ذات کے تراشیدہ موئے مبارک تو اپنی آنکھوں سے
لگا رہا ہے.

ارکان حج ادا کرنے کے متعلق اوپر اشارہ ہو چکا ہے مگر اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب اہل طاعت
اور ارباب معصیت میں عہد نامہ کی تکمیل ہوگئی۔ حضور نے اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم
اٹھو اپنے اونٹوں کی قربانی کرو۔ اور اپنا سر منڈواؤ اسپر مسلمانوں کو ایک سکتہ سا ہو گیا کیونکہ
انھیں اس بات کا یقین تھا کہ اسی سال مکہ فتح ہوگا۔ اور ہم وہاں جاکے ارکان حج ادا
کرینگے تین بار حضور انور نے ارشاد کیا مگر تینوں بار محض سخت مایوسی کی وجہ سے مسلمانوں نے
جواب نہیں دیا۔ حضور انور اخیر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لائے اور ساری کیفیت
بیان کی ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ پریشانی کی اس میں کوئی بات نہیں ہے مسلمانوں کو
بڑی امنگ تھی کہ اس سال مکہ فتح ہو جائے گا اور ہم وہاں جاکے ارکان حج ادا کریں گے
جو عہد نامہ حضور نے مشرکین سے کیا ہے اسے وہ بالکل نہیں سمجھے اور وہ اس عہد نامہ کو
بجائے فتح کے اپنی ناکامی سمجھتے ہیں آپ اس وقت ان سے کچھ نہ فرمایئے خود تشریف لیجا کر
اپنا سر منڈوایئے اور اونٹوں کی قربانی کیجئے وہ خود بخود حضور کو دیکھکر ایسا کرنے لگیں گے
چنانچہ یہی ہوا اور سب مسلمانوں نے آپکی تقلید کی جسکا بیان اوپر ہو چکا ہے

خود حضرت عمر کا قول ہے کہ میں اس معاہدہ سے بہت پریشان خاطر تھا اور میں سمجھتا تھا
کہ اس معاہدہ میں مسلمانوں نے مشرکوں سے نیچا دیکھا چنانچہ میں نے اسکے متعلق تین بار
حضور انور کی خدمت میں عرض کیا آپ نے مجھے اس کا کچھ جواب نہیں دیا میں پھر خاموش
ہو رہا اور دل میں ڈرتا رہا کہ میرا تین بار دریافت کرنا حضور انور کے طبع اقدس میں ناگوار
نہ گزرا ہو چنانچہ میں اس کشمکش و پیچ اور پریشانی میں تھا کہ راستہ میں جبکہ ہم مدینہ کیطرف
آرہے تھے ایک شخص کی آواز آئی کہ عمر تمھیں رسول اللہ یاد فرماتے ہیں میں سنکر ڈر گیا

اور میں نے دل میں کہا کہ خدا خیر کرے مجھے اسوقت کیوں یاد کیا گیا ہے چنانچہ میں ترساں و لرزاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور نے نہایت مہربانی سے ارشاد کیا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے دریافت کیا تھا میں نے اس لئے اس کا جواب نہیں دیا کہ میں وحی میں مشغول تھا یہ سُن کے حضرت عمر کی جان میں جان آئی اور آپنے نہایت ہی شاداں و فرحاں ادب سے استفسار کیا کہ میں وہ سورت سُننی چاہتا ہوں جو بذریعہ وحی اس معرکہ کے متعلق حضور پر نازل ہوئی ہے چنانچہ حضور انور نے مسلمانوں کے عام مجمع میں اس سورت کو پڑھا۔ اور وہ سورت یہ ہے۔

بیشک (اے نبی) ہم نے تمھیں فتح ظاہر عنایت کی تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخشدے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے اور تمھیں راہ راست پر لے آئے۔ اور اللہ تمھیں ایک زبردست مدد دے۔ وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل فرمایا تاکہ اُن کے ایمان پر ایمان بڑھ جائے اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین اور اللہ دانا (اور) حکمت والا ہے (اطمینان) اس لئے (نازل فرمایا) کہ اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ اُن سے اُن کے گناہوں کو دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک (اُن کی) بڑی کامیابی ہے اور (تاکہ) اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما۔ وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ ہو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ علیما حکیما۔ لیدخل المومنین والمومنات جنت تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا ویکفر عنہم سیاتہم وکان ذلک عند اللہ فوزا عظیما۔ ویعذب المنافقین والمنافقت والمشرکین والمشرکات الظانین باللہ ظن السوء علیہم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم وساءت مصیرا۔ وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ

جو اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتے ہیں اُن ہی پر ہے پھیر ابُرائی کا۔ اور اللہ اُن پر غضبناک ہے اور اُس نے اُنھیں لعنت کی ہے اور اُن کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ بُری جگہ ہے اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (اے نبی) بیشک ہم نے تمھیں (امرِ حق کا) ظاہر کرنے والا اور (ایمان داروں کے لئے) خوشخبری سنانے والا اور (بے ایمانوں کے لئے) ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے تاکہ (اے لوگو) تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ (کے دین) کی مدد کرو اور اُسکی تعظیم کرو۔ اور صبح اور شام اسکی پاکی بیان کرو بے شک (اے نبی) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ سوا اس کے نہیں کہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں (تمھارا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر نہیں بلکہ) اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر جو کوئی (اس بیعت کو) توڑ دے تو وہ اپنی ہی جان پر (مصیبت کے پہاڑ) توڑتا ہے۔ اور جو کوئی پورا کرے اُس چیز کو جس کا اُس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ اُسے ایک بڑا (اچھا) بدلہ دیگا عنقریب (اے نبی) پیچھے رہے ہوئے اعراب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور ہماری اولاد نے (آپ کے ہمراہ جانے سے) روک لیا بس آپ ہمارے لئے (اللہ سے) مغفرت طلب کیجئے یہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہے تم کہدینا کہ اللہ تمھیں نقصان پہنچانا چاہے گا۔ یا تمھیں نفع پہنچانا چاہے گا تو اس سے کسی کی کچھ چل سکے گی۔ (ہرگز نہیں چل سکے گی یہ بات تم غلط کہتے ہو) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ

عزیزا حکیما۔ انا ارسلنک شاہداً ومبشراً ونذیراً۔ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً و اصیلا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً۔ سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واھلونا فاستغفر لنا یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم قل فمن یملک لکم من اللہ شیئاً ان اراد بکم ضراً او اراد بکم نفعاً۔ بل کان اللہ بما تعملون خبیرا۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا وزین ذٰلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوما بورا

تم نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مسلمان اپنے گھروں کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔
(وہیں مار ڈالے جائیں گے) اور یہ (خیال) تمہارے دلوں میں زینت دیدیا گیا تھا
اور تم نے بُرا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہو جانے والے لوگ ہو اور جو کوئی اللہ پر اور اسکے
رسول پر ایمان نہ لائے تو (وہ یاد رکھے کہ) بیشک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی
ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے
اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ عنقریب جب تم غنیمتوں
کی طرف چلو گے تاکہ اُنھیں لو تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں (بھی) چھوڑ دو
(یعنی اجازت دو) کہ ہم (بھی) تمھارے پیچھے چلیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدلدیں
تم کہنا کہ ہرگز تم ہمارے پیچھے نہ آؤ ایسا ہی فرما دیا ہے اللہ نے پہلے سے۔ پس عنقریب
وہ کہیں گے (کہ اللہ نے نہیں فرمایا) بلکہ تم حسد کرتے ہو ہم سے۔ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ
بہت ہی کم سمجھتے ہیں (اے نبی) تم پیچھے رہے ہوئے اعراب سے کہدو کہ عنقریب تم ایک
سخت جنگجو قوم کی (جنگ کی) طرف بلائے جاؤ گے تم اُن سے لڑو گے یا وہ اسلام لے آئینگے
پس اگر تم (اسوقت) اطاعت کرو گے تو اللہ تمھیں ایک (بڑا) اچھا بدلہ دیگا۔ اور اگر تم
اعراض کرو گے جیسا تم نے اعراض کیا تو اللہ تمھیں ایک درددینے والا عذاب دیگا۔
اندھے پر (جہاد نہ کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کچھ حرج ہے اور نہ بیمار پر
کچھ گناہ ہے اور جو کوئی اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرے تو اُسے اللہ ایسے باغوں میں

ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکٰفرین سعیرًا۔ وللہ ملک السمٰوات والارض یغفر لمن
یشاء ویعذب من یشاء وکان اللہ غفورا رحیما۔ سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا
ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلام اللہ قل لن تتبعونا کذٰلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل
تحسدوننا بل کانوا لایفقھون الا قلیلا قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید
تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا ج۔
وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما۔ لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی

داخل کرے گا جسکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور جو کوئی (اللہ و رسول کی اطاعت سے) منہ پھیریگا
تو اللہ اُسے درد دینے والا عذاب دے گا۔ بیشک یقیناً اللہ مسلمانوں سے خوش ہوا جب وہ
(اے نبی) تم سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پس اس نے اس (سچی وفاداری اور خلوص)
کو جو اُن کے دلوں میں تھا معلوم کر لیا لہذا اُس نے اُن (کے دلوں) پر اطمینان نازل فرمایا
اور ان کو ایک قریب (مقام خیبر کی) فتح عنایت فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جنھیں وہ (خیبر
سے) لے لیتے تھے (انکو مرحمت کیں) اور اللہ غالب حکمت والا ہے (اے مسلمانو) اللہ نے
تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انھیں تم حاصل کروگے پس یہ (خیبر کی غنیمت تو)
تمکو جلدی دیدی اور (حدیبیہ میں کافر) لوگوں کے ہاتھ تم (پر دراز ہونے) سے روک دیئے
(اور صلح کرادی) اور (یہ اس واسطے کیا) کہ مسلمانوں کے لئے (یہ واقعہ) نشانی ہو جائے۔
اور اللہ تمہیں راہ راست کی ہدایت کرے۔ اور (اس کے علاوہ) دوسری (غنیمتیں) ہیں جنپر
تمنے (ابتک) قابو نہیں پایا بیشک اللہ کو انکا علم ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر
(حدیبیہ میں) کافر تم سے لڑتے تو بیشک وہ پیٹھوں کو پھیر (کر بھاگ) جاتے پھر نہ (اپنا)
کوئی کارساز پاتے اور نہ مددگار۔ جیسے اللہ کا طریقہ جو بے شک پہلے گزر چکا ہے اور تم
اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیل نہ پاؤ گے اور (خوب یقین کر لوکہ) وہی ہے جس نے
خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم (پر دراز ہونے) سے اور تمھارے ہاتھ ان (پر دراز ہونے)
سے روک دیئے بعد اسکے کہ اللہ نے تمہیں اُنپر فتحیاب کر دیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے

المریض حرج ؕ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہار ج ومن یتول یعذبہ عذابا الیما
لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم
فتحا قریبا ۙ ومغانم کثیرۃ یاخذونہا وکان اللہ عزیزا حکیما ○ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم
ہذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیۃ للمومنین ویہدیکم صراطا مستقیما ۙ واخری لم تقدروا
علیہا قد احاط اللہ بہا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا ○ ولو قاتلکم الذین کفروا لولوا الادبار ثم
لا یجدون ولیا ولا نصیرا ○ سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ۚ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ○ وہو الذی

دیکھ رہا ہے یہ (کفار قریش) وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام (میں پہنچنے) سے باز رکھا اور ہدی کو اسکے حلال ہونے کی جگہ میں پہونچنے سے روک دیا کہ وہ (جہاں تھی وہیں) رُک گئی اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جنھیں تم نہ جانتے تھے۔ (اور لڑائی ہوتی تو نادانستہ) تم انھیں پامال کرڈالتے پھر تم پر اُنکے (قتل کے) سبب سے نادانستہ گناہ آجاتا (تو اُسی وقت تم کو لڑائی کی اجازت دی جاتی یہ) اس لئے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل کرتا ہے۔ اگر مکہ کے مسلمان کافروں سے علیحدہ ہوگئے ہوتے تو بے شک ہم اُن میں سے کافروں کو درد دینے والا عذاب دیتے۔ جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں جوش (اور پھر) جاہلیت کا (سا) جوش (نبی اور مسلمانوں کی طرف سے) پیدا کیا تھا پس اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول (کے دل) پر اور مسلمانوں (کے دلوں) پر نازل فرمایا اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اُس (عنایت) کے زیادہ حقدار اور اس کے لائق (بھی) تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ بے شک یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچائی کے ساتھ خواب دکھایا تھا۔ بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ضرور تم لوگ بے خوف وخطر مسجد حرام میں داخل ہوگے (اور وہاں) اپنے سروں کو منڈواؤ گے اور (بعض بال) کترواؤ گے۔ (کافروں کا بالکل) خوف نہ کروگے پس (یقین کرلو کہ) اللہ کو وہ بات معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ لہذا اس نے اس سے پہلے ایک قریب (مقام یعنی خیبر کی) فتح عنایت کی

کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم ط وکان اللہ بما تعملون بصیرا ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفا ان یبلغ محلہ ط ولولا رجال مؤمنون ونساء مومنٰت لم تعلموھم ان تطئوھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء ج لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما ○ اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا واھلھا ط وکان اللہ بکل شئ علیما ○ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رؤسکم

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور اللہ گواہ بس ہے۔ محمد اللہ کے پیغمبرؐ اور جو لوگ اُن کے ساتھ (ایمان لائے) ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم (ایک دوسرے) مہربان ہیں انھیں (اے دیکھنے والے) تو دیکھے گا (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی خواہش رکھتے ہیں (قیامت میں) انکی شناخت (یہ ہوگی کہ) انکے چہروں میں سجدوں کے اثر سے (روشنی) ہوگی یہی اُنکی نورات میں لکھی ہے۔ اور انجیل میں اُن کی صفت (یہ ہے کہ اُن کی ترقی کی حالت) اس کھیتی کے ہے جس نے (زمین سے) اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے اُس نے موٹا کیا تو وہ موٹا ہوا اور اپنی نال پر سیدھا کھڑا ہو گیا (اور اپنی روز افزوں ترقی سے) کسانوں کو خوش کرنے لگا (مسلمانوں کو اللہ نے ایسی ترقی) اس لئے (دی کہ کافروں کو اُن کے سبب غصہ) میں لائے ان لوگوں میں جو ایمان لے آئے ہیں اور اُنھوں نے نیک کام کئے ہیں اُن سے اللہ نے بخشش اور ایک بڑے (اچھے) بدلہ کا وعدہ فرمایا ہے۔

(مقصرین لاتخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذٰلک فتحا قریبا ○ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہٖ وکفی باللہ شہیدا ○ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ترٰہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذٰلک مثلہم فی التورٰۃ ومثلہم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت منہم مغفرۃ واجرا عظیما ○

چوتھی جلد ختم ہوئی

اسٹلا پرنٹنگ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ دہلی کی نمایان ترقی

بجائے دستی پریسون کے اب اسٹیم پریس پر کام ہوتا ہی

یہ کمپنی بہت تھوڑے سرمایہ سے سنہ ۱۹۰۵ء مین قایم ہوئی ہو اور آج اس کا سرمایہ قریب دو لاکھ روپیہ تک پہنچ چکا ہی اس قلیل عرصہ مین جو کثیر منافع حصہ دارون کو پہنچ چکا ہی اس سے اس کی حیرت انگیز ترقی کا پتا چلتا ہے جس حصہ دار نے اول ہی اول سو روپے دفتر کمپنی میں بھیجے تھے ... آج تک ... جو ... اکتالیس روپے سات آنے منافع کے ذریعہ سے وصول پائے اور اس کی رقم پھر بدستور بحال ہی۔ اسکی تفصیل اس طرح پر ہے +

سنہ ۱۹۰۵ء مین پندرہ روپیہ فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا	سنہ ۱۹۰۵ء مین سولہ روپے ۴؍ فیصدی کمپنی نے تقسیم کیا
سنہ ۱۹۰۱ء مین پندرہ روپیہ "	سنہ ۱۹۰۶ء مین سولہ روپے ۴؍ "
سنہ ۱۹۰۲ء مین پندرہ روپیہ نو آنے "	سنہ ۱۹۰۷ء مین سترہ روپے ۴؍ "
سنہ ۱۹۰۳ء مین پندرہ روپے "	سنہ ۱۹۰۸ء مین اٹھارہ روپے ۲؍ "
سنہ ۱۹۰۴ء مین پندرہ روپے	

اِس حساب سے ابتک کل منافع اکیسو تنتالیس روپے سات آنے فیصدی تقیسم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی اس سے زیادہ منافع تقسیم ہونیکی امید ہے کیونکہ اسٹیم پریس آگئے ہین اور اب چھپائی مین کمپنی کی لاگت بہت کم صرف ہوگی اور آمدنی بہت زیادہ ہوگی ایسے موقع سے کل اہل ہند اور علی الخصوص مسلمانوں کو فائدہ اُٹھانا چاہیے اس سے بڑھکر نفع کا کام ہو نہیں سکتا ایک حصہ صرف دس روپیہ کا ہی مگر ہر شخص کو اختیار ہے خواہ وہ کتنے ہی حصے خریدے۔ ایسی کثیر منافع تقسیم کرنے والی کمپنی اگر آپ ہندوستان مین نکالدین تو تمہارا ذمہ۔ کب تک روپے کو بیکار سونا اور اینٹ پتھر کی صورت میں رکھیے گا۔ اس سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی کمپنی آپ کو کہاں مل سکتی ہو۔ جہاں تک ہو بہت جلدی کیجئے۔ کیونکہ اگر سب حصے فروخت ہوگئے تو پھر سخت پچھتانا پڑے گا +

محررہ ۱۹ ؍ اگست سنہ ۱۹۰۹ء